ست سری اکال

سوانح عمری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج

کلغی دھر دسم پادشاہی کے مکمّل

حالات زندگی

مصنفہ

دولت رائے جی مرحوم

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز

تاجران کتب پبلشرز چوڑیوالان نزد چاوڑی بازار دہلی ۶

موکھ: صرف چار روپے (اشوک لیتھو پریس، دہلی ۶) چوتھا ایڈیشن ۱۹۶۷ء

ایک خراجِ تحسین

از ـــــ رنبیر - ایڈیٹر ملاپ - نئی دہلی جالندھر و حیدر آباد

یہ چند الفاظ میں اُس سورگیہ بزرگ کے لئے خراجِ تحسین کے طور پر قلمبند کرتا ہوں جس نے آج سے ۶۶ برس پہلے اُس یُگ پرش کی صحیح تصویر اُردو داں عوام کے سامنے رکھی جس کی عظمت اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ یُگ پُرش ہیں دشم پاشاہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج۔ اور یہ بزرگ تھے ڈیرہ غازی خاں کے شری لالہ دولت رائے جی وہ آریہ سماجی اور ویدک دھرمی تھے۔ اس کے باوجود اُنہوں نے پرم پنیہ گورو مہاراج کی عظمت کو سمجھا اور اُن کے اصل روپ کو دنیا کے سامنے رکھا۔ ۶۶ برس پہلے کا وہ زمانہ عجیب سا زمانہ تھا۔ انگریز اپنے راج کی جڑیں مضبوط کر رہا تھا۔ اس کے لئے وہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کر رہا تھا۔ ایک طرف اس کی کوشش یہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پیدا کی جائے جو اُس وقت تک اپنے آپ کو (ہندوستانی ہونے کی وجہ سے) ہندو کہتے تھے۔ دوسری طرف اُن کا جتن یہ تھا کہ اُن ہندوؤں اور سکھوں کو ایک دوسرے کا مخالف بنا دیا جائے جو ناخن اور گوشت کی طرح آپس میں ملے ہوئے تھے۔ جس کا جینا اور مرنا ایک تھا۔ ماضی اور مستقبل ایک تھا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعلق شری لالہ دولت رائے جو شاید انگریز کی چال کو سمجھ نہیں پائے۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں کے متعلق جو چال چلی جا رہی تھی اس کو اُنہوں نے سمجھا اور اُس کا ایسا جواب دیا جس سے زیادہ خوبصورت جواب ہو نہیں سکتا تھا۔ اس جواب میں ٹھوس دلائل ہیں، ناقابل تردید ثبوت ہیں،

تاریخ کی وہ سچائیاں ہیں جنہیں ماننے سے کوئی انصاف پسند انکار نہیں کرسکتا۔ اُن کا یہ جواب ہی کلغی دھر بادشاہ کی یہ حسب ذیشان تھا جس کا نام اُنہوں نے "سوانح عمری یعنی جنم ساکھی، شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج" تجویز کیا۔ اِسمیں اُنہوں نے بےخوف ہوکر بتایا کہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے اوتار دھارن کیا تو کیوں کیا؟ ۔ خالصہ پنتھ کا آغاز کیا تو کیوں کیا؟ شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا اور اُن کے بعد آنے والے، اُنہیں کی روشنی کو آگے لے کر بڑھنے والے پورن سمرتھ نو گورووں کا مشن کیا تھا۔ نہایت مدلل اور مدبرانہ طریقے پر انہوں نے ثابت کیا کہ سکھ دھرم اصل میں ویدک دھرم کا عام فہم رُوپ ہے۔ وید سنسکرت میں تھے۔ اُن برہمنوں کی اجارہ داری بن چکے تھے۔ جو نہ تو خود اُنہیں درست طریقے پر پڑھتے تھے، نہ دوسروں کو پڑھنے دیتے تھے۔ اِس کی وجہ سے ملک میں زوال آیا۔ لوگوں میں غلط خیال، غلط رواج، غلط رحجان پیدا ہوئے ۔ توہمات کو انہوں نے دھرم سمجھ لیا۔ چھوا چھوت اور ذات پات کو دھرم سمجھ لیا۔ کتنے ہی فرقے، کتنے ہی مت جاگ اُٹھے۔ . . . . اِن کی وجہ سے آپسی نفرت جاگ اٹھی۔ عداوت جاگ اٹھی اور جب یہ سب کچھ ہوا تو غلامی جاگ اٹھی۔ غلامی کے مظالم جاگ اٹھے۔ جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور اس دیش کے لوگ مظالم سے اور دکھوں سے پاگل ہوئے جاتے تھے۔ تب بھی کوئی راستہ اُنہیں ملتا نہیں تھا۔ دیش بھگتی کا جذبہ اُن میں تھا۔ بدیشی حملہ آوروں کے خلاف غصے کا جذبہ بھی تھا۔ پھر بھی وہ کچھ کر نہیں پاتے تھے۔ اپنے دھرم کو وہ بھول بیٹھے تھے۔ اپنی سنسکرت کو بھولے بیٹھے تھے ۔ مہان سندیش کرم یوگ اور کشتری کی مریادا کو بھول گئے تھے۔ کوئی سہارا انہیں ملتا تھا اس وقت شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے صاف سیدھے سہل امرت بھرے شبدوں میں اصل ویدک دھرم کو، اصل بھارتیہ سنسکرتی کو اور

اس فلسفے کو انکے سامنے رکھا جو ہمیشہ سے انکے پاس تھے لیکن جسے وہ بھولے بیٹھے تھے ۔ سنسکرت میں نہیں سیدھی سادی سب کو سمجھ میں آنے والی بول چال کو عام بھاشا میں وید شاستر گونج اٹھے واقعی جب

ستگورو نانک پرگٹیا   مٹی دھند جگ چانن ہویا

ایک نئی روشنی جاگ اٹھی جو اصل میں بہت پرانی تھی اور لاعلمی و توہم کے پردے میں چھپی ہوئی تھی ۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ روشنی پھیلی ۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ، کابل سے کامروپ تک ایک آواز گونج اٹھی ۔

" سرب اودگ کو اوشدھ نام "

لوگوں کو ایک سہارا ملا ۔ ایک امید ملی ۔ لیکن یہ گیان کا پنتھ جنم تھا ۔ اس کھشاتر مریادا کا جہیں جو دیش کو غلامی میں جکڑا اور مظالم میں تڑپتا دیکھ کر سیلاب کی طرح آگے بڑھتی ہے ۔ ظلم و ناانصافی کو تحس نحس کر دیتی ہے ۔ تب تک رکتی نہیں جب تک اس کا نام و نشان بھی ختم نہ کر دے ۔ اس کھشاتر مریادا کو جگایا ۔ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے نخالص نہیں ۔ نقلی اور جعلی نہیں بلکہ خالص "ہندو قوم" کو لوگوں کے سامنے رکھا ۔ جن لوگوں نے اس سچے اور خالص مارگ کو اپنایا انہیں انہوں نے "خالصہ" کہا شری دولت رائے جی نے نہایت خوبی سے ثابت کیا کہ خالصہ ہی صحیح معنوں میں سچا ہندو اور سچا ویدک دھرم ہے ۔ بھولے ہوئے ، مرے ہوئے ویدک دھرم اور کھشاتر دھرم کو شری کلغی دھر پادشاہ نے جھنجھوڑ کر جگا دیا یقیناً ان سے بڑا کوئی ہندو نہیں تھا ان سے بڑا کوئی دھرم نہیں تھا ۔ انہوں نے سچے آریوں کو ، خالص ہندوؤں کو سب سے نیارا کر کے دنیا کے سامنے کھڑا کر دیا ۔ اُن کی عظمت یہ ہے کہ آج تین سو برس کے بعد بھی اُنکی روشنی جوں کی توں جگمگاتی ہے ۔ جوں کی توں اُس راستے کو دکھاتی ہے جس کے سوائے دیش اور قوم کے کلیان کا اور کوئی راستہ نہیں ۔

آج سے ۶۶ برس پہلے شری دولت رائے جی نے جو مہان جتن کیا اس کے لئے ہر ہندو اور ہر سکھ کو اُن کا مشکور ہونا چاہیئے ۔ ایک عجیب بات ہے کہ اردو میں گورو مہاراج کے جیون کہانی ان ۶۶ برسوں میں پھر کسی نے لکھی نہیں ۔ پچھلے دنوں دسم پادشاہ کے تین سو دین جنم دن کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو میں نے ایک کتاب لکھی ۔ اُسے لکھتے وقت جہاں بار بار میرا ماتھا اُس یگ پُرش کے چرنوں میں جھکا جس نے تین سو برس پہلے اس دیش کی جدوجہد آزادی کا صحیح روپ میں آغاز کیا تھا ۔ وہاں بار بار شری لالہ دولت رائے جی کی یاد بھی مجھے آئی ۔ جنھوں نے اس پرم پنیہ ، پرایہ سمرتھ یگ پُرش کے صحیح روپ کو لوگوں کے سامنے رکھا ۔ چھیاسٹھ برسوں کے بعد اُنہیں کے نقش قدم پر چل کر انہیں کی زبان میں اُس یگ پُرش کی کہانی لکھتے وقت قدرتی طور پر اُن کی یاد میرے دل میں جاگ اٹھی ۔ کئی بار میں نے سوچا شری دولت رائے جی کی کتاب کو دوبارہ کیوں شائع نہیں کیا جا سکتا ۔ آج میرا یہ خواب پورا ہو گیا ۔ دہلی کی شری گورو سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن اسے پھر سے چھپوا رہے ہیں ۔ اس کے لئے میں انہیں بدھائی دیتا ہوں ۔

رنبیر

دیباچہ

دُنیا کی انگلیوں پر گنی جانے والی ہستیوں میں سے گورو گوبند سنگھ جی کی آکال پرکھ کی رحمت محنت اور کاریگری کا آخری مجسمہ تھے ۔ دنیا کے تمام پھلوں اور پھولوں کا رس تھے ۔

ہر دل میں دیش پیار کی دہکتی ہوئی جوالا مکھی بھی رکھتے تھے
وہ مظلوم کے لئے پھول تھے پر ظالم کے لئے کانٹا ۔
دیوتاؤں کے لئے ابر رحمت تھے ۔ پر راکھشوں پر بجلی کی طرح کڑکتے تھے ۔
سجان دُئید کی طرح آپ نے قومیت میں جمی ہوئی مواد کو نشتر سے کاٹ کر الگ کیا ۔
ہمارے دیش میں جس نے مالا اٹھائی ۔ وہ مالا کے منکوں کے پھیر میں پھنس کر رہ گیا اور اپنی ذہنیت میں بزدلی (جسے وہ نمرتا کہتا تھا) بھر لی ۔ اس کا پھل اسے یہ ملا کہ غلام قوم نے صدیوں تک اسے غلام بنائے رکھا ۔
پر جس نے تلوار اٹھائی اس نے ظالمانہ طبیعت کو اجاگر کرنے میں کسر اٹھا نہ رکھی ۔
اس کشمکش کی الجھی زندگی میں الٰہی نور کی طرح ظہور عالم میں گوروجی آئے اور انہوں نے اس بزدلانہ بھگتی کو شکتی دی اور ظالمانہ شکتی کو بھگتی
اس طرح بھگتی اور شکتی کی اس لہر سے سکھی کو پیدا کیا ۔ جو پریم پیار اور دلیری کا نایاب تحفہ ہے ۔

سمندر کی اوپری سطح پر ہل چل لہروں کا ٹکراؤ اور بہاؤ ہی ہوتا ہے ۔ پر نچلی تہ میں سکونت ہوتی ہے ۔

گوروجی کا ظاہری جیون بھاگ دوڑ میں ہل چل ٹکراؤ بہاؤ کا ہی جوار بھاٹا تھا ۔

پرنچلی تہہ میں اکال آستت جاپ صاحب گیان پربودھ بچتر ناٹک کرشن اوتار رام اوتار جیسے امرت بانی کا اکٹھ تھا۔

پرانا انسان ایک گلے سڑے پھل کی طرح تھا جس میں مذہبی تعصب اور تنگ دلی کے بے شمار کیڑے پرورش پا رہے تھے۔

اس گلے سڑے پھل کے مقابل جب گورو جی نے ترو تازہ پھل (سکھی) کو رکھا جو تعصب سے اتنا پاک تھا کہ دشمن کی فوج کو بھی مرہم پٹی و پانی پلا سکتا تھا۔ کیونکہ گورو جی بُرائی کو ختم کرنا چاہتے تھے بُرے کو نہیں۔

یہ تو گلے سڑے مذہبی پیشوا شریک پہاڑی راجے سنگو رو پر ٹوٹ پڑے۔

بقول اللہ یار خاں جوگی

اعدا نے کبھی تجھ کو سنبھلنے نہ دیا تھا	آرام سے پہلو کو بدلنے نہ دیا تھا
پر جب ان میں لڑا بے سروسامان لڑا تو	سو سنگھ لیے لاکھوں پہ جا جا کے پڑا تو

اور قربانی کرنے کا ارادہ جو دیش واسیوں کو دیا ہے یہ دیش قیامت تک اس احسان سے چھٹکارا نہ پا سکے گا۔

(۲) لالہ دولت رائے جی نے اس کتاب سوانحعمری گورو گوبند سنگھ جی میں اس سارے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے میں جو محنت کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

عام روش سے ہٹ کر لالہ جی نے اپنی تحریر کو فلسفیانہ لب ولہجہ اور حقیقت شناسی پر مبنی رکھا ہے۔ تحریر کیا ہے۔ مانوں آب حیات کا چشمہ ہے جسے پڑھنے سے روح کو ترو تازگی نصیب ہوتی ہے۔

پر اتہاس کا دیکھنے وقت جیسے اپنے حُسن کی حالت بناتا ہے۔ اُتہاس کا ویسا روپ بن جاتا ہے۔ اتہاس تحریر کردہ کی حالت پر منحصر ہے

لالہ جی چونکہ فلسفی تھے اس لئے انھوں نے ہر ایک نکتہ کو فلسفیانہ لہجہ میں تحریر کیا ہے۔

پر زندگی میں رس بھرنے کے لئے فلسفہ ہی سب کچھ نہیں ہے کہیں کہیں جذبے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ جذبہ کے بنا دلیل بنجر زمین کی مانند ہے۔

جہاں کہیں بھی لالہ جی نے جذبہ کو بالائے طاق رکھا ہے وہ تحریر گوروجی کے جیون کی عکاسی نہیں کر سکی ہے۔ پھر بھی بے شمار کارناموں میں سے کچھ کارناموں کی تصویر جس دلیری اور سچائی سے لالہ جی نے اتاری ہے میرا سر عقیدت سے اُن کے پاؤں پر جھک جاتا ہے۔

(۳) مجھے ازحد خوشی ہوئی ہے۔ یہ تصنیف جو نایاب ہیرا تھی ماڈل ٹاؤن سنگھ سبھا دلی کے پربندھکوں نے اس ہیرے کو کان میں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس نایاب تحفہ کو جو بھی شخص پڑھے گا اس کا سر عقیدت سے گوروجی کے چرنوں میں جھک جائے۔ لالہ جی کا یہ کارنامہ ہندوستانیوں پر ایک مہان اُپکار ہے۔

گیانی سنت سنگھ مسکین
سیس گراں الور

سوانعمری سری گورو گوبند سنگھ مصنفہ لالہ دولت رائے صاحب

کو پھر سے اس وقت چھپوانے کی غرض

میرے پاس اس کتاب کی ایک جلد مدت سے پڑی تھی جس کو میں نے کئی دفعہ پڑھا اور ہر بار میرے منہ سے بے اختیار یہی الفاظ نکلتے رہے کہ آفریں صد آفریں لالہ دولت رائے صاحب آنجہانی جس جانفشانی اور صدق دلی کے ساتھ آپ نے سری گوبند سنگھ جی مہاراج کی سوانعمری کو قلمبند کرنے سے بیشتر گورو صاحب کی اپنی تصنیف شدہ بانی کو نہ صرف پڑھا بلکہ اچھی طرح اس پر سوچ بچار کے بعد ہی ان کے اقوال اور خیالات کی بلاخوف ہوکر طرفداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صحیح ترجمانی کی اس کے لئے آپ کا شکریہ کن الفاظ سے ادا کروں۔

میں نے چند ایک دوستوں کو پڑھنے کے لئے یہ کتاب دی اور ہر ایک نے مصنف کو خراج تحسین دی۔ انہوں نے جب اس کو بازار میں سے خریدنا چاہا تو کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوئی۔ اس پر میرے دل سے یہ اُمنگ پیدا ہوئی کہ کیوں نہ یہ بے بہا تحفہ سری گورو گوبند سنگھ جی کی مبارک تین سو سالہ شتابدی کے موقع پر خلقت خدا کی بھینٹ نذر کروں جس کو پڑھ کر ارد و خواندہ صاحبان سری گورو گوبند سنگھ جی کو صحیح طور پر جانچ لیں کہ انہوں نے اس دنیا میں آکر کیا کچھ کیا۔ اگر ناظرین کی چشم بینا تعصب سے کور نہ ہوئی اور دیدہ بصر طرفداری سے نابینا نہ ہوئی تو مجھے امید واثق ہے کہ گورو صاحب کی بے مثال قربانیوں کو اور احسانوں کو جو انہوں نے بھارت ورش کی مظلوم ہندو جاتی و دھرم کو نیست و نابود ہونے سے بچانے کے لئے کئے جب اپنے سامنے رکھیں گے تو بے اختیار اُن کا سر گورو صاحب کی تعظیم میں جھک جائیں گے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے منہ سے دھن گورو گوبند سنگھ دھن گورو گوبند سنگھ ہی کہیں گے۔

لالہ دولت رائے صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں "گورو گوبند سنگھ مذہب اسلام کا دشمن نہ تھا۔ وہ ان مسلمانوں کا دشمن تھا جو مذہب اسلام کے لباس میں ظلم اور جور و ستم کے عادی تھے جو خود اسلام کے ننگ تھے اور نام کے مسلمان۔ وہ ان وحشیوں اور سفاکوں کا دشمن تھا جو اسلام کی تعلیم کے سایہ میں ہر قسم کی خونریزی اور ہر مذہب کی توہین۔ ہر انسان کی ہلاکت کو کار ثواب سمجھتے تھے۔

صفحہ ۹۸ پر لکھتے ہیں کہ "گورو گوبند سنگھ انسانوں کو سچائی۔ پوترتا، محبت اور عدل سکھانے اور ایک سچا مذہب زندہ کرنے اور اس کا پرچار کرنے کے لئے آیا تھا۔"

صفحہ ۲۲۱ پر فرماتے ہیں "گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کا سچا محب، ہندو قوم کا سچا ہی خواہ۔ دیش کا پریمی، غمگسار۔ اہل ہند کا پریہ مونس و مددگار، حقیقی ہمدرد۔ اصلی خیر خواہ تھا جس نے اپنی ہڈیوں کا کھاد دے کر اور خون کا پانی دے کر قومیت کا پودا لگایا جو پھل لایا۔"

صفحہ ۲۲۶ پر لکھتے ہیں کہ "گورو گوبند سنگھ سچا تیاگی اور نشکام دیش بھگت تھا۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے نہ صرف اپنے پران تیاگ کئے بلکہ اس نے سب کچھ جو اپنا تھا اور انسان کے پاس ہو سکتا تھا وہ دیش بھگتی میں لگا یا جو روپیہ پیسہ آیا وہ سب قوم کو ارپن کیا۔ اپنی پیاری اولاد ساری قوم کے ارپن کی۔ اپنی طاقت اور بھجا بل کو قوم کے واسطے خرچ کیا اور قوت دماغ کو کام میں لیا اور اپنے آرام کو قوم کے لئے نثار کیا۔ اپنے جسم اور لہو کو قوم کے لئے نچھاور کیا۔ کون سی چیز تھی جو اس نے قوم کی نذر نہیں کی۔ کیا چیز تھی جو اس نے قوم سے اٹھا رکھی۔ اس لئے سب سے بڑا تیاگی بھارت ورش میں گورو گوبند سنگھ ہی تھا۔"

صفحہ ۲۵۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ "اگر مبالغہ اور طرفداری کا الزام ہم پر نہ لگایا جاوے تو ہم بلا خوف یہ کہنے کو تیار ہیں کہ اس وقت اگر کوئی ہندو باغیرت پیدا ہوا وہ صرف گورو گوبند سنگھ ہی تھا۔"

نہیں نہیں مسلمانوں کی آٹھ سو سال کی حکومت کے عرصہ میں اگر کسی کی رگ حمیت کو جوش آیا کسی کی غیرت نے تقاضا کیا اور اکسایا تو وہ گورو گوبند سنگھ ہی تھا۔ گورو گوبند سنگھ کی غیرت اور احسان نکتہ چینیوں کی وسعت سے بہت بلند ہے۔"

صفحہ ۱۵۷ پر لکھتے ہیں کہ "اے گورو گوبند سنگھ آپ نے جو احسان کئے وہ بیشمار ہیں کس کس کو یاد کریں اور کس کس کے مشکور ہوں۔"

صفحہ ۱۷۹ پر درج کرتے ہیں کہ " ہا ہندو قوم تجھ سے بڑا احسان فراموش اور کون ہو سکتا ہے۔ تجھ سے ناشکراپن اور کس قوم میں ہے۔ سچے بھگت قومی کی قدر دانی نہ کرنے کا مادہ تم سے زیادہ کن لوگوں میں ہے۔"

صفحہ ۱۹۰ پر یہ درج ہے کہ " کیا یہ کہنا سچ نہ ہوگا کہ ایسا مہاپرش اور بیر نہ چشم زمانہ نے کبھی دیکھا اور نہ کبھی زمانہ نے پیدا کیا۔ ساری قومیں اپنے بہادروں اور شہیدوں پر جس قدر فخر کریں زیبا۔ لیکن جو فخر ہندوؤں اور خالصہ کو گورو گوبند سنگھ کا ہے اس کا مقابلہ روئے عالم میں شش درجہاں میں اور کوئی قوم نہیں کر سکتی کیونکہ ایسی مثال کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔"

صفحہ ۱۳۱ پر کہا ہے کہ " گورو گوبند سنگھ کے ہاتھوں ہندوؤں کے لئے ایسا مہان اور عظیم کام بن پڑا کہ ہندو حالت کا نقشہ ہی کچھ اور کا اور ہو گیا اور منتشر اور ذلیل قوم پھر ایک قوم بن نکلی جس نے ہندوؤں کی ڈوبی ہوئی عزت اور کھوئی ہوئی اہمیت کو پھر سنبھال لیا اور اہل دنیا کی بہادر قوموں کا ہم پلہ بن کر اپنے بل اور شجاعت کی سگندھی وسعت گاہ عالم میں پھیلا دی۔"

خالصہ کس کو کہتے ہیں اور ہندو کون ہے۔ اس کی وضاحت لالہ جی نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی کتاب میں دو جگہ پر کی ہے۔ صفحہ ۱۵۲ پر کہتے ہیں " خالصہ خالص ہندو ہیں اور بوٹے گل کی طرح ہندوؤں میں شامل بھی ہیں اور علیحدہ بھی۔ خالصہ

خالصہ دھرم اصلاح شدہ ہندو دھرم ہے "

پھر صفحہ ۱۶۲ پر یہ لکھا ہے کہ پاہل (امرت چھکنا) سے پہلے ہر صور گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کو صرف ہندو سمجھتا ہے اور پاہل کے بعد وہ ہندو خالص ہندو ہو جاتا ہے وہ خالص ہندو خالصہ کہلاتا ہے "

سری گوبند سنگھ جی نے اپنی تصنیف سرب لوہ بانی میں خالصہ کے متعلق یوں فرمایا ہے۔

" خالصہ میرو روپ ہے خاص ۔ خالصے میں ہوں کروں نواس "

" خالصہ میرو پنڈ پران ۔ خالصہ میری جان کی جان ۔"

" خالصہ میرو سنگور و پورا ۔ خالصہ میرو سجن شورا "

" خالصہ میرو بدھ ارگیان ۔ خالصے کا ہوں دھروں دھیان "

" سیس رسن سار دسی بدھ ۔ ندپ نہ اپما برنت سُرھ "

" یا میں رنچ نہ متھیا بھاکھی ۔ پاربرہم گورنانک ساکھی "

" ہوں خالصہ کو خالصہ میرو ۔ ادت پوت ساگر بوندیرو "

" پرش اکال سوں مورت ایہہ ہے ۔ پرگٹ اکال سو خالصہ دیہہ ہے "

ناظرین سے التماس ہے کہ اس کتاب کو بڑے غور سے پڑھیں تاکہ ان کو یہ بخوبی معلوم ہو جاوے کہ گورو گوبند سنگھ جی کون تھے اور انہوں نے اس ہندو دھرم اور جاتی کو جو اس وقت ٹکڑے ٹکڑے ہوئی قوم سسک رہی تھی اور جس کا نفس آخری نکلنے والا تھا اس کو اس آڑے وقت میں کن حالات و مشکلات میں بے مثال قربانیاں کر کے زندہ کیا اور اس میں اصلاح کر کے اس کو خالص بنایا اور اس خالص شدہ دھرم کا نام خالصہ دھرم رکھا۔ ہندو اور خالصہ کا رشتہ آپس میں چولی اور دامن کا ہے ۔ گوشت و پوست کا سا ہے اور اسی امر کا احساس

کرانے کی نیت اور غرض سے یہ کتاب اب چھپوائی جارہی ہے ۔ تاکہ خالصہ اور ہندو ایک دوسرے کو غیر نہ سمجھیں ۔ پیار اور محبت کا سلسلہ بڑھا کر ایک دوسرے کو بھائی تصور کریں ۔ گورو صاحب کے پوتر اودیش کا سندھانت بھی یہی ہے اسی پر عمل کر کے گورو صاحب کی خوشنودی حاصل کریں ۔ چنانچہ میں نے اپنی اس بھاؤنا اور مقصد کو گوردوارہ سری گورو سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن دہلی کی انتظامیہ کمیٹی کے سامنے رکھا ۔ تو انہوں نے بڑی مہربانی سے از راہ کرم اس کتاب کو چھپوا کر اس کی اشاعت کا انتظام اپنے ذمہ لیا ۔ جس کے لئے میں تہ دل سے کمیٹی کا شکر گذار ہوں ۔

فقط آپ کا خیر اندیش
مہتاب سنگھ
ڈی ۱۷ A/ ماڈل ٹاؤن دہلی ۹
۱۰ جنوری ۱۹۶۷ء

ا۱۴

ایک اونکار ستگورو پرشاد

گذارش

مجھے سوانح عمری سری گورو گوبند سنگھ جی مصنفہ لالہ دولت رائے پڑھنے کا موقع ملا۔ بقول سردار مہتاب سنگھ ملا۔ لالہ جی کی اس تصنیف کی جتنی بھی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ دنیا کے لوگوں کے سامنے اس سچائی کو ظاہر کیا کہ ہندوستان میں گورو گوبند سنگھ جی کا ثانی کوئی اور دھارمک ریفارمر نہ ہی تو اب تک پیدا ہوا ہے اور نہ ہی پیدا ہوگا۔ خوبی یہ ہے کہ لالہ جی نے گورو صاحب کی زندگی کے جو بھی واقعات بیان کئے ہیں اُن کو انہوں نے اپنے دماغی اختراع پر مبنی نہیں کیا بلکہ ہر ایک واقعہ کو ہندو اور مسلمانوں کی لکھی تواریخوں سے ثابت کیا ہے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ ہندو قوم کی زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ میں گورو صاحب نے اپنے پتا، ماتا اور صاحبزادوں کا خون بجائے تیل ڈال کر اس قوم کو از سرِ نو حیات بخشی۔ اس حقیقت کا ثبوت لالہ جی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بخوبی مل جاتا ہے۔

سحر و شام دکھاتا ہے فلک رنگِ شفق کہ تجھے خون شہیدانِ وطن یاد رہے

ہندوؤں میں اب اہل اسلام کی طاقت کا مقابلہ کرنے کی نہ تو صلاحیت تھی نہ طاقت تھی نہ بھجابل تھا نہ دھرم بل رہا تھا۔ ایک منتشر اور دربل ٹکڑے ٹکڑے ہوئی قوم اب سسکتی تھی اور نزدیک تھا کہ اُس کی زندگی کا نفسِ آخری نکل جائے۔ ہندو دھرم بے برگ و بے نوا تھا۔ بے پر و بال عنقا تھا۔ اس کی کشتیٔ حیات طوفان میں ایسی گھری تھی کہ کنارے پر لگنے کی کوئی آس باقی نہ ہو۔ اس کا ناخدا کوئی نہ تھا نہ میرِ بحر۔ ہر طرف تلاطم اور لہریں۔ پردہ ناامیدی سے اچانک ایک شکل نمودار ہوئی جس نے زور سے ہندو دھرم کی طرف پکار کر کہا

افسوس ہے کہ ہیں نہ ہوں اور جہاں رہے　　کہنا حباب ہستی کا دریا رواں رہے

اس اجنبی نے ہندو دھرم کی کشتی کو نہ صرف طوفان سے ہی نکالا بلکہ کنارے لاکھڑا کیا۔ ہندو دھرم کے شکستہ استخوان کے لئے وہ مومیائی تھا۔ سوکھے ہوئے کھیت کے لئے ابرِ رحمت تھا۔ اجڑے ہوئے دیار کا یارِ غمگسار تھا۔ آخر تھا وہ کون؟ گورو گوبند سنگھ تھا۔ لیکن یہ دکھ کی بات ہے کہ دنیا بھر کے لوگ، تو کیا ہندوستان کے عوام بھی گورو صاحب کے بلیدان۔ اوپکاروں۔ تیاگ۔ شجاعت اور بہادری سے ناواقف ہیں۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ ابھی تک سکھوں یا کسی دیگر جماعت نے گورو صاحب کے خیالات کا پرچار نہیں کیا۔ دوسرے جو بھی تھوڑا بہت انہاس دست یاب ہے وہ پنجابی میں ملتا ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کے اکثر لوگ گورو صاحب کی صفات سے بے بہرہ ہیں۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے شری گورو سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن دہلی نے تہیہ کیا ہے کہ گورو صاحب کی تین سو سالہ (سالگرہ) پر کاش انسو پران کی سوانح عمری کی زیادہ سے زیادہ کاپیاں عام جنتا تک پہنچائی جاویں اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے سبھا ہذا نے میسرز جے۔ ایس سنت سنگھ جوڑی والان دہلی سے اس بے بہا کتاب کی ایک ہزار کاپیاں خرید کر عوام میں مفت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنے جیون کو کامیاب بناویں اور گورو صاحب نقش قدم چل کر ہندوستان جیسے مہان دیش اور اس میں رہنے والے انسانوں کو خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں کی خدمت کرنے کا سبق سیکھ سکیں۔ اس کتاب کے خرید پر روپیہ سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن دہلی نے خرچ کیا اور جو انساہ اس کتاب کو ازسر نو چھاپنے کا میسرز جے ایس سنت سنگھ نے دکھایا ہے اس کا سہرہ سردار دھنا ب سنگھ سابق پریذیڈنٹ سری گوبند سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن دہلی کے سر پر ہے۔ جنھوں نے گوردوارہ سنگھ سبھا ماڈل ٹاؤن دہلی کی سیوا شروع سے بلکہ اب تک اپنے تن من دھن سے کی ہے اور

کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کئی داتا سجنوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرایا اور جس شخص نے بھی اس کتاب کے چند اوراق پڑھے یا سُنے وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ ایسی نایاب کتاب کو عام لوگوں تک پہنچانا ازحد ضروری ہے۔ اس نصب العین کو سامنے رکھ کر سردار مہتاب سنگھ نے سبھا کے پربندھکوں کو پر زور التجا کی کہ وہ اس شبھ موقع پر اس نہایت ضروری کام کو کریں اور اپنے دھرم پرچار کے مشن کو پورا کریں۔ داس گیانی سنت سنگھ مسکین اور شری رنبیر ایڈیٹر ملاپ دہلی کا تہ دل سے مشکور رہے جنھوں نے اس کتاب کا دیباچہ تحریر کرنے کی تکلیف کی

اس کتاب میں چند ایک سطور ایسے بھی ہیں جن سے سکھ تواریخ کو جاننے اور سمجھنے والے لوگ متفق نہیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان واقعات پر چند الفاظ تحریر کئے جاویں

کتاب مذکورہ کے صفحہ ۴۷ پر گرنتھ کا مدون مذہب لالہ جی لکھتے ہیں "کئی صورتوں میں اُن بھجنوں کا آپس میں اختلاف ہے اور کئی صورتوں میں گورو نانک دیو کے مشن کے برخلاف بھی پائے جاتے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ لالہ جی کو آدی گورو گرنتھ صاحب کا مطالعہ کرنے کا اس حد تک موقع نہیں ملا ہوگا جس قدر کہ انہوں نے دسم گرنتھ کا مطالعہ کرنے میں تکلیف اٹھائی ورنہ وہ اس نتیجہ پر کبھی نہ پہنچتے کیونکہ سارے گورو گرنتھ صاحب کی بانی ہر ایک انسان کو ایک اکال پرش کا ہی اپاشک بنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ گورو نانک صاحب کا بھی مشن ہے۔

۲۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۴۷ پر لالہ جی نے لکھا ہے "... ضعیف روایت ہے کہ افیون کھانے کا عادی تھا اور لکھا ہے کہ بھنگ بھی پیا کرتا تھا ..." گورو صاحب کے ارشاد کئے ہوئے اپنے کلام مبارک کو پڑھنے اور وچارنے سے ہم جلد ہی اس

نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ یہ روایت بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ خوراک کے سلسلہ میں
جس گورو صاحب نے یہ اُپدیش دیا ہو کہ اسے انسان پربھو کے درشنوں کے
لئے ضروری ہے کہ تو تھوڑی خوراک کھائے اور نیند بھی تھوڑی ہی کرے اور
کام کرودھ لوبھ اور موہ سے بچ کر زندگی بسر کرے اور اپنی زندگی کے ایام کو
شبھ کاموں میں صرف کر۔ گورو صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں

"الپ اہار سُلپ سی نیندرا دیا چھما تن پریت۔ سیل سنتوکھ سدا
نربھائے کھو ہے لونترے گن اتیت کام کرودھ اہنکار
لوبھ ہٹھ موہ نہ من سیوں سے لیا وے تب ہی آتم تت کو
درسے پرم پرکھ کے پاوے"

"دیکھ تنوا بروسے رہے بہ شبھ کرمن سنے کب ہوں" نہ ٹروں"

جو ستگورو اپنے سکھوں کو یہ کہتا ہے کہ اگر تم تمباکو کا استعمال کرو گے تو تم
میرے سکھ ہی نہیں ہو۔ وہ افیون کھانا تو الگ رہا۔ اس کے کھانے کے خیال کو
بھی دماغ میں نہیں لا سکتا۔

عہد اورنگ زیب میں ہندوستان بھر کے نامور عالم شاعر

بھائی صاحب بھائی نندلال جی گویا ملتانی نے گورو گوبند سنگھ صاحب جی
کے درشن نہایت قریب ہو کر کئے ہیں کہ جو کچھ گورو صاحب کی ذات مبارک

کے متعلق اس نے محسوس کیا ہے۔ بر زبان فارسی اپنی تصنیف "گنج نامہ" میں یوں قلم بند کیا ہے۔

ناصر و منصور گورو گوبند سنگھ   ایزدی منظور گورو گوبند سنگھ

حق را گنجور گورو گوبند سنگھ   جملہ فیض نور گورو گوبند سنگھ

ہر دو عالم شاہ گورو گوبند سنگھ   خصم را جانکاہ گورو گوبند سنگھ

عالم الاستار گورو گوبند سنگھ   ابر رحمت بار گورو گوبند سنگھ

مقبل و مقبول گورو گوبند سنگھ   واصل و موصول گورو گوبند سنگھ

حق را محبوب گورو گوبند سنگھ   طالب و مطلوب گورو گوبند سنگھ

خازن ہر گنج گورو گوبند سنگھ   مرہم ہر رنج گورو گوبند سنگھ

حق خود وصاف گورو گوبند سنگھ   برتریں اوصاف گورو گوبند سنگھ

خاصگاں در پاے گورو گوبند سنگھ   قدسیاں بالاے گورو گوبند سنگھ

خالص و بے کینہ گورو گوبند سنگھ   حق حق آئینہ گورو گوبند سنگھ

حق حق اندیش گورو گوبند سنگھ   بادشاہ درویش گورو گوبند سنگھ

دائم و پائندہ گورو گوبند سنگھ   فرخ و فرخندہ گورو گوبند سنگھ

قادرِ ہر کار گورو گوبند سنگھ — بے کسا را یار گورو گوبند سنگھ

سروراں را تاج گورو گوبند سنگھ — برتریں معراج گورو گوبند سنگھ

برتر از ہر قدر گورو گوبند سنگھ — جاوِدان صدر گورو گوبند سنگھ

عالمے روشن گورو گوبند سنگھ — جان و دلِ گلشن تر گورو گوبند سنگھ

مرشد الدارین گورو گوبند سنگھ — بینیش ہر عین گورو گوبند سنگھ

جملہ در فرمان گورو گوبند سنگھ — برتر آمد شان گورو گوبند سنگھ

ہر دو عالم خیل گورو گوبند سنگھ — جملہ اندر ذیل گورو گوبند سنگھ

واہب الوہاب گورو گوبند سنگھ — فاتح ارباب گورو گوبند سنگھ

بست و ہفت گدائے گورو گوبند سنگھ — خاکروب سرائے گورو گوبند سنگھ

لعل سگ غلام گورو گوبند سنگھ — داغدار نام گورو گوبند سنگھ

کمتریں زِ سگان گورو گوبند سنگھ — ریزہ چین خوان گورو گوبند سنگھ

باد جانش فدائے گورو گوبند سنگھ

فرق او بر پائے گورو گوبند سنگھ

امید ہے آپ اس کتاب کو غور سے پڑھ کر اپنی قیمتی رائے تحریر فرمائیں گے ۔ اس کے لئے سنگھ سبھا کی پربندھک کمیٹی آپ کی تہ دل سے مشکور ہوگی ۔

دیش واسیوں کا ادنیٰ اور ناچیز سیوک

ترلوک سنگھ

سکریٹری گورو سنگھ سبھا ماڈل ٹاون دہلی

یکم جنوری ۱۹۶۷ء

ست سری اکال

سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی مہاراج

کلغی دہر دسم پادشاہی کے مکمل حالاتِ زندگی

(مصنفہ)

دولت رائے جی مرحوم

میسرز جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز

تاجران کتب پبلشرز چوڑیوالان. نزد چاوڑی بازار دہلی ۶

مولیہ : صرف چار روپے

چوتھا ایڈیشن ۱۹۶۷ء

دیباچہ

اگرچہ اپنی بے بضاعتی مجھ کو معلوم تھی لیکن دو امور نے مجھ کو اس کتاب کے لکھنے پر آمادہ کیا۔ اول کوئی کتاب ایسی مفصل نہیں لکھی گئی تھی کہ جس میں سے گورو گوبند سنگھ جیسے محب الوطن اور مہاں بلی کے اودیش وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ مختلف قسم کی جنم ساکھیاں گذشتہ زمانہ اور زمانہ حال کی لکھی ہوئی مروج ہیں لیکن وہ ایسے خوش اعتقاد لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں کہ جو اپنے حسن عقیدت کے جوش میں ایسی باتیں بھی لساتھ ہی لکھتے آئے ہیں جن کی سچائی میں ظاہرا شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اسلئے بعض دفعہ واقعات زندگی کے سچے حقائق کو بناوٹی خاکوں سے تمیز کرنے مشکل ہوتے ہیں اور اس لئے جس شخص کی سوانحعمری لکھنی مقصود ہوتی ہے اُس کے ساتھ سخت بے انصافی ہوتی ہے کہ افراط تفریط میں اُس کے خیالات اور حالات اصلی رنگ میں نہ دکھائے جاویں گورو گوبند سنگھ کی جنم ساکھیاں بھی اس نقص سے خالی نہ تھیں بلکہ بعض حالات ایسے تھے کہ اگر اُن پر یقین کیا جاوے تو اُس کے مہاں اُتم کام بھی محض ہیچ اور بیہودہ معلوم ہوتے تھے۔ اسلئے مجھے معلوم ہوتی تھی کہ اس طرز کی کوئی کتاب لکھی جاوے جس سے اُس مہاں بلی کی محنتوں کا حال اور خیالات بخوبی معلوم ہوں۔ دوسرا امر اس کتاب کے لکھنے کا یہ تھا کہ عوام الناس میں سے کئی لوگ اس مہا بلی کے حالات سے اس قدر کم واقف تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا ہے کہ خود غرض لوگ بہت غلط اور فضول باتیں اُن کے خیالات اور زندگی کے واقعات کے ساتھ متعلق کرتے ہوئے اپنے اغراض کو پورا کرتے تھے اور میری زیادہ حیرت ایک کتاب کے دیکھنے سے اور بھی بڑھ گئی جس میں اُس مصنف نے معلوم نہیں کہ اس مہاں بلی کے حالات کی عدم واقفیت میں یا اپنے خیالات کو رنگ دینے کیلئے گورو گوبند سنگھ کے اقوال کو غلط تعبیر کرکے اُن کے مہاں پوتر اودیش کو آلودہ کرنے کی کوشش کی ہے اور میرا یہ استعجاب اور بھی زیادہ ہو گیا جب کہ مجھے کئی مسائل پر خود اس وقت کے خالصہ سکھوں سے اُن مسائل پر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ جن میں سے زیادہ حصہ تو بالکل ناواقف محض ایسا پایا کہ جن کو معلوم بھی نہ تھا۔ کہ گورو گوبند سنگھ کے اصل خیالات کیا تھے اور کئی ایسے ملے کہ جن کو غلط خیالات نے گھیرا ہوا تھا اور پھر اُن کے مختلف خیالات تھے۔ اس لئے میں نے اس مہاں بلی کے جیون چرتر کو خود اُس کی تصانیف سے جانچنے کی کوشش کی۔ جس قدر مجھے اُس کی تصانیف پر مجبوراً غور کرنا پڑا اسیقدر میرے دل میں اس مہاں بلی کی عزت زیادہ ہوتی گئی اور میرا دل اس امر کو محسوس کرنے لگا کہ افسوس اِن کے پوتر خیالات کو بہت کچھ تو ظاہر ہی نہیں کیا گیا اور بہت کچھ غلط پیرایہ میں اُس کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ کئی صاحب علم اور لیاقت اور اہل الرائے لوگوں سے جو میں نے اُن کی زندگی کے حالات اور خصوصاً اُن کے اودیش کی نسبت بحث کی تو معلوم ہوا کہ وہ نہ فقط ایسے مہاں بلی کے اودیش سے ناواقف پائے گئے بلکہ بہت حد تک غلط واقف تھے اور کئی حلقوں میں ایسے غلط خیالات

گھسے ہوئے تھے کہ اگر مجھ کو ... خود گورو گوبند سنگھ کی اپنی تصانیف کو دیکھنے کا موقع نہ ملتا تو میری نظروں میں بھی اس مہابلی کے کام ایسے معلوم ہوتے جن سے اُن کی کوئی بزرگی میرے دل میں محسوس نہ ہوتی چنانچہ کچھ عرصہ میرا خود یہی خیال تھا کہ وہ صرف معمولی ریفارمر سے زیادہ درجہ نہیں رکھتے تھے لیکن اُس کے خیالات اور حالات وقت کے مطالعہ نے میری کئی رائیں، میرے کئی خیالات اور کئی معلومات کو نہ فقط غلط ثابت کیا بلکہ اُس مہان بلی کی عزت اور محبت میرے دل میں وہ گھر اگھر کرتی گئی کہ آخر مجھے یہ محسوس ہوا کہ اس مہان بلی کے خیالات سے لوگوں کو واقف کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ اُس کے خیالات کو بذریعہ اشاعت ظاہر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اپنی بھارت کے کئی دیگر مہاتماؤں اور بیروں کے حالات سے واقفیت کے بعد جو اُن کی عزت اور محبت میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ اُن کے وقایع زندگی لکھکر عوام الناس کے سامنے اپنا ہدیہ پیش کروں۔ چنانچہ میں نے اس کیلئے مصالحہ بھی بہم پہنچایا لیکن اس مہان بلی کے حالات دریافت ہونے پر میرے دل میں اس کی محبت اور عزت نے اُن سے زیادہ گھر النقش پیدا کیا اسلیئے میں نے ارادہ کرلیا کہ اُن کی سوانحعمری اور دیگر بھارت کے مہاتماؤں کی سوانحعمری کا سلسلہ لکھنے سے پہلے اور مقدم اس مہان بلی کی سوانحعمری لکھوں۔ چنانچہ میں نے ڈیڑھ سال ہوا یہ ارادہ کیا لیکن منتظر رہا کہ کوئی خالصہ شاید اس کام کو مکمل کرے۔ جو زیادہ واقف حالات ہوسکین آخر کچھ تو کسی اور طرف سے اس طرف کوشش نہ ہوئی۔ اور کچھ اپنے دل نے ابھارا اس لئے چند ورق ناظرین کے سامنے پیش کرنے کیلئے میں نے سعی کی۔ اور اس تمام کام میں جو میرے نزدیک مشکل تر تھا۔ میرا ہاتھ میرے معزز عزیز دوست لالہ جوالا داس ماسٹر ہائی سکول ڈیرہ غازیخاں نے بٹایا جس کا میں تہ دل سے مشکور ہوں ◆

مجھے خود معلوم ہے کہ میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے۔ وہ مکمل نہیں ہے لیکن محض اس اُمید میں لکھا ہے کہ شاید آئندہ کوئی اس کی تکمیل کرنے کی کوشش کرے۔ ناظرین سے مجھے اُمید ہے کہ میری کوتاہیوں پر نکتہ گیری کرنے کا اگر اُن کو کوئی موقع ملے تو اُس کو اس مہابلی کی تصنیف سے مقابلہ کرکے اُس کا فیصلہ کرلیں۔ لہٰذا جو مجھ سے بن پڑا ہے ہدیہ ناظرین ہے۔

فقط

المرقوم ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

"دولت رائے"

ڈیرہ غازیخاں

مہاں بلی گرو گوبند سنگھ کی سوانحعمری کی فہرست مضامین

شری گورو گوبند سنگھ جی

تمہید

ہندوؤں کی اُس حالت کا بیان جس نے گورو گوبند سنگھ جی کو پیدا کیا

اُن حالات کے لکھنے سے پہلے جو گورو گوبند سنگھ جی کے خالصہ دھرم کی بُنیاد رکھنے اور ہندوؤں کی اخلاقی ۔ قومی، پولیٹیکل اور سوشل حالت بدلنے کے محرک ہوئے کسی قدر ہندوؤں کی اندرونی اور بیرونی حالات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ گورو گوبند سنگھ جی نے ہندو دھرم میں صرف کچھ اصلاح ہی کی ہے ۔ اور ہندوؤں کی حالت کو محض ایک پلٹا دیا ہے نہ کہ کوئی نیا مذہب ایجاد کیا یا کسی جدید فرقہ کی بنیاد رکھی ہے ۔ اِس لئے جن چیزوں نے گورو گوبند سنگھ جی کو پیدا کیا ۔ اُن چیزوں کا کچھ بیان مختصر ضروری معلوم ہوتا ہے اسلئے سب سے پہلے اس امر کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سکھ دھرم کی ابتدائی بنیاد کس طرح رکھی گئی تھی ۔

سکھ فرقہ کی بنیاد گورو نانک دیو جی سے شروع ہوئی گورو نانک دیو جی بابر کے زمانہ میں کام کرتے تھے ۔ بابر کی حکومت کا آغاز سمت ۱۵۸۲ بکرمی مطابق ۱۵۲۶ء ہے ۔ بابر سے پہلے ۵۳۰ سال تک ہندوستان کا تقریباً سارا حصہ حکومتِ اسلام کے تابع چلا آیا تھا ۔

مسلمانوں کو ہندوستان میں آنے کی کن چیزوں نے ترغیب دی ۔ بطور اجمال اُسکا کسی قدر بیان بطور تمہید کتاب ہذا لازمی معلوم ہوتا ہے منو اور مہابھارت کے زمانہ کے

بعد ہندو دھرم نے ایسا پلٹا کھایا کہ تمام ہندوؤں کے اتفاق اور قومیت کی شیرازہ بندی کو ایسا منتشر کر دیا کہ ورق ورق الگ ہو گیا ۔ ذاتوں کی امتیاز ایسی قائم ہوئی کہ نہ فقط ہر ایک فرقہ اور ذات ایک دوسرے سے جُدا ہو کر اڑھائی چاول کی کھچڑی الگ الگ ہی پکانے لگا ۔ بلکہ ایک دوسرے سے مخالف ہو کر آپس کی تخریب میں مصروف ہو گئے ۔ گو کئی وجوہات سے پولیٹیکل حالات ملک و موسم اور سوشل رسوم وغیرہ نے ذاتوں اور فرقوں کے تفریق در تفریق میں اثر کئے ۔ لیکن مذہبی مسائل کی تفریق یعنی دیوتا پرستی ۔ آدم پرستی ۔ بُت پرستی اور بالآخر حیوان پرستی نے بھی ہندوؤں میں ذاتوں کے امتیاز اور فرقہ بندی میں کچھ کم اثر نہیں کیا ۔ بلکہ ہندوؤں کی تفریق اور تقسیم در تقسیم کا محرک عظیم اُن کا مذہبی اختلاف ہے ۔ بہت کچھ مذہبی اختلاف کی بنیاد برہمنی دھرم کے عروج کے زمانہ میں پڑی ۔ جب برہمنوں نے کافی اقتدار حاصل کر لیا ۔ اور چاروں ورنوں کی قید اس طرح سخت ہو گئی کہ شودروں کے بلند ہونے کی اُمید ہمیشہ کے لئے زائل ہو گئی تو سب تعلیم سے محروم کئے جا کر جہالت میں مبتلا ہو گئے ۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ویدک دھرم برہمنی دھرم کی صُورت میں ایک وحشیانہ اور جاہلانہ دھرم نظر آنے لگا ۔ اور دھرم جو ہمیشہ شانتی اطمینانِ دل اور نیک اخلاقی کا مسلّمہ ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے ۔ خود ہندوؤں کی شانتی اور تسکین دِل کا ذریعہ نہ رہا ۔ اس لئے دیگر غیر ویدک دھرموں نے ہندوؤں کو لتاڑنا اور اُن کے دھرم کو برباد کرنا شروع کیا ۔ پہلا حملہ بدھ مذہب کا تھا ۔ چونکہ اس میں ذات کی امتیاز نہ تھی ۔ اور چھوٹوں کو بڑا ہونے کا وسیلہ تبدیل مذہب کے ساتھ ہی مل جاتا تھا ۔ اور اس کے مسائل سہل فہم تھے ۔ آئندہ بہبودی اپنے ہی کرموں کی بنیاد پر

مبنی تھی - اس لئے وہ مذہب نہایت جلدی پھیل گیا اور اُس کے پھیلنے کا میدان سوائے ہندوؤں کے اور کوئی تھا ہی نہیں اس لئے بڑا حصہ ہندوؤں کا خصوصاً جن کو شودر کہا جاتا تھا بُدھ مذہب اختیار کر کے ہمیشہ کے لئے ہندوؤں سے کٹ گیا - اور جُدا ہو گیا - اس نے برہمنی دھرم کو ہلا دیا - بُدھ مذہب نے آخر وہ فروغ پایا اور ایسا عروج حاصل کیا کہ قریباً تمام ہندوستان میں اُن کا راج پھیل گیا - بدھ والوں کے راج نے سورج بنسی خاندانوں - چندر بنسی اولاد کی سلطنتوں کا نام و نشان مٹا دیا - اور رامچندر اور کرشن کی راجدھانیوں کا نام صفحۂ دُنیا سے اُٹھا دیا - مُدت تک برہمنوں نے بُدھ مذہب کے مقابلہ میں ہاتھ پاؤں مارے لیکن چونکہ کھتری دُربل ہو چکے تھے - اور آپس میں نفاق تھا - اس لئے ہمیشہ مُنہ کی کھائی -

آخر اگنی کل کھتریوں نے کھتری دھرم کو پھر ایک دفعہ زندہ کرنے کا ارادہ کر کے کمر ہمت باندھی - شنکر اچارج نے دماغی میدان میں قدم رکھا - مذہب کو زمانہ کی ضرورت کے مطابق نیا لباس دے کر چھتریوں کے زور بازو کے سہارے بدھ مذہب کو ہندوستان کی حدود سے خارج کرنے میں کامیاب ہوا کیونکہ برہمن سوائے دستگیری کھتریوں کے کبھی اِس قابل نہیں ہوئے کہ خود کسی قسم کا اقتدار حاصل کریں - لیکن تاہم قومیت قائم کرنے میں اور ہندوؤں کو ایک زبردست اور طاقتور قوم بنانے میں کامیاب نہ ہوئے - فرقہ بندی اور نفاق اور ایک دوسرے کی تخریب میں بدستور سرگرم رہے اور گذشتہ تاریخ سے کچھ سبق نہ سیکھا اگنی کل کھتریوں کی اولادیں اپنی اپنی نئی شاخیں قائم کر کے ہمیشہ ایک دوسرے کو کمزور کرنے میں اپنا زور صرف کرتی رہیں ادھر شنکر اچارج کے چیلے

جو برہمن ہی تھے وہی قاربھی خود اقتداری حاصل کرنے ذاتوں کی تمیز اور عام ہندوؤں
کو تعلیم سے محروم رکھنے کے مسائل پہلے کے سے سرگرمی کے ساتھ مروج کرنے
میں لگے رہے اور سب کو خدا بنا کر جامہ سے باہر کردیا ایسی صورت میں یک جہتی
نہ قائم ہونی تھی اور نہ ہوئی۔ ہر ایک اپنے رنگ میں ڈوبا ہؤا نظر آتا تھا۔ شنکراچارج
نے برہمنوں کی بزرگی قائم رکھنے میں جتنا ممکن تھا زور لگایا لیکن بت پرستی کو
مٹانے کے لئے بھی سوامی شنکراچارج نے پوری کوشش کی کیونکہ بمقابلہ لامذہبی
چارواک کے اور مادہ پرستی بدھ مذہب کی بت پرستی کے طریق اور تعلیم کو قائم رکھنا
شنکراچارج کے لئے نہ صرف نامناسب تھا بلکہ اُس کے اُودیش اور دھرم کے سدراہ اسلئے
اُس نے ہمہ اوست کے مسئلہ کا نہ صرف خود پرچار کیا۔ بلکہ اپنے چیلوں کا سلسلہ
قائم کرکے خوب پرچار کیا اور کرایا۔ مگر پھر بھی اس سے اشانتی کی نہ تو پیاس بجھی اور
نہ یک جہتی کا خیال ہی پیدا ہؤا۔ یہ نسخہ ہندوؤں کی اصلی مرض کے مناسب حال نہ
تھا۔ شنکراچارج کے نزدیک سب ایشور تھے لیکن تاہم شودر تو آخر شودر ہی رہے
ذات اور ورن کی تقسیم کو شنکر آچارج کی ایسی زبردست فلاسفی مٹا نہ سکی اگرچہ برت
کی طرح بالصورت بظاہر شنکراچارج کے مسائل اشانتی کی گرمی کے لئے مفید تصور
ہوئی لیکن اُس سے بالکیفیت ہندو ضرورت کی پیاس روحانی اور جسمانی دونوں
لحاظوں سے بڑھتی ہی گئی۔ شنکراچارج کے مقلدوں کے پرچار اور اُس کے
ظاہرا دلچسپ اور خوش شکل مسائل نے ہندوؤں کے مخالف بدھ دھرم کو
ہندوستان سے نکالنے میں کامیابی حاصل کی لیکن اس ساری کامیابی کو شنکر
آچارج کے ساتھ منسوب کرنے میں نہ صرف غلطی ہے بلکہ ایک قسم کی بےانصافی
ہے۔ کیونکہ شنکر آچارج اور اُس کے مقلد ہرگز اس قابل نہ ہوتے۔ اگر اگنی کل
خاندانوں کے چھتری مہاجپوت بدھوں کی پولیٹیکل طاقت کو کمزور اور نابود کرنے

میں کامیاب نہ ہوتے اس کامیابی کے تحسین کے مستحق زیادہ تر راجپوتوں کے خاندان ہیں۔ چنانچہ اُس وقت کا زبردست راجپوت راجہ ہی شنکراچارج کا پہلا حامی تھا۔ شنکراچارج کا اشٹ دیو شو تھا۔ یہ سب کچھ ہُوا لیکن شنکراچارج کی تعلیم نہ تو منتشر شدہ ہندوؤں کو یکجا کر سکی اور نہ کل ہندو کسی ایک نقطہ پر ہم خیال ہو سکے جو اختلاف مذہبی چلے آتے تھے جو مذہبی شاخیں اُن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اُن پر اُس کا کچھ اثر نہ ہُوا اور نہ ملک کی پولیٹیکل یا اخلاقی حالت پر کچھ زیادہ اثر ہُوا۔ کیونکہ کسی امر پر وہ ایک نہ ہو سکے اور مذہبی پولیٹیکل اختیارات اُن کے بدستور ہی قائم رہے۔ اس لئے شنکر آچارج کے مقلد ایک اور فرقہ بنکر خرابی میں ایک اور زیادتی ہوگئی۔ اصل مرض نے بجائے گھٹنے کے بڑھنا شروع کیا اُس کے چیلے رامانج نے ہندو دھرم کے صحیفہ کا ایک اور ورق اُلٹا اور وشنو کو اپنا اِشٹ دیو قرار دے کر نئی تعلیم اور تلقین شروع کی۔ ہندوؤں کے مشہور وشنو فرقوں۔ سری وشنو۔ مادھوی۔ وشنو سوامی۔ ولبھاچاری وغیرہ کا وہی اصل بانی ہے۔ اس کے مختلف پیروؤں نے جن میں سے رامانند جی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ وشنو کے مختلف اوتاروں کی پرستش قائم کی اور شانتی حاصل کرنے کے لئے لوگ ان کے چشموں کی طرف بھاگ بھاگ کر گئے۔ جو ظاہرا تو لبالب اور مقطر نظر آتے تھے۔ لیکن جن کی تہ میں غلیظ اور متعفن مادہ موجود تھا۔ اس نے بیماری کو اور بھی بڑھا دیا۔ قوم دُربل تھی اور اپاہج منتشر تھی اور ایک دوسرے کے مخالف خدا سے دُور تھی اس فرقہ کے لوگوں نے عیاشی اور ہر قسم کے آرام اور انواع انواع کی عشرتیں قوم کی بیماری کا علاج بیان کیں۔ لیکن قوم کی بیماری بجائے گھٹنے کے بڑھتی گئی۔ عیاشی اور تن پروری، اوباشی اور تن زیبی نے اس بیماری کے بڑھانے میں بہت ہی اثر کیا کرشن کے مداحوں نے تو وہ دُھند مچادی کہ اخلاقی خون جو قوم

میں کسی قدر باقی تھا متعفن ہو گیا۔ قوم کا جسم پہلے سے کمزور تھا اور دُربل نفاق کی مرض سے لاغر تھا اور نحیف۔ اُس کے ساتھ ہر عضو کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا گیا۔ مگر ویشنو فرقہ نے تو مرض کو مہلک ہی کر دیا۔ لوگ عیاشی کی طرف بڑھنے لگے آرام طلبی نے قومی قوت اور طاقت کو زیادہ سلب کر دیا۔ تن من دھن سب کچھ گورو کے ارپن کر کے قوم لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے لگی۔ بُت پرستی کو ان فرقوں نے بہت بڑا رواج دیا۔ گرو ڈم کی بنیادوں کو اُنہوں نے ہی نہایت مضبوط و مربوط کیا جو آج تک ہلنے میں نہیں آئیں۔ انسانی زندگی کا معراج نجات ہے۔ اُس کے حصُول کا ذریعہ صرف گروؤں پر ایمان لانے پر رکھا۔ سیوکوں کا تن من اور دھن اپنا کرنے کے لئے مایا منتھیا اور سب کچھ برہم ہونے کا جال بچھا کر قوم کو بالکل ناکارہ بنا دیا۔ زمانہ حال کے مدبر جسٹس رانا ڈے بمبئی نے اپنے ایک لیکچر میں بیان کیا تھا کہ ویشنو دھرم سے ہندوؤں کو اپنی حالت سنوارنے کا بڑا موقعہ ملا ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ یہ نتیجہ کس طرح نکالا گیا ہے۔ جو ظاہرا واقعات کے برخلاف ہے۔ ظاہرا تو اس مذہبی فرقہ سے ترقی۔ دھرم یا پولیٹیکل یا سوشل پہلوؤں میں کسی طرح کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوُا۔ بلکہ آرام طلبی۔ بزدلی۔ تن پروری۔ خود غرضی ایک دوسرے سے کھانے پینے کی نفرت البتہ بڑھ گئی ہے۔ اگر یہ مُراد ہو۔ کہ اِس کے مذہب کی ترویج سے شرابخوری کا رواج کم ہوُا۔ اور گوشت خوری کے کم ہونے کے باعث حیوانوں کی تکلیف کا نظارہ کم ہو گیا۔ تو اس کا فخر جینیوں کو زیادہ ہے وہ اُن سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ویشنو فرقے دراصل ہندوؤں کی قومی خصلت بنانے یا قائم رہنے اور سوشل یا پولیٹیکل یا مذہبی ترقی کے ہارج ہی رہے ہیں۔ اُن سے فائدہ مطلق کچھ نہیں پہنچا۔ فی الحقیقت جسمانی بل کے ساتھ قوم کا ایمان بھی زائل ہو گیا۔ اور طریقہ یہ کہ بجائے اس کے کہ اختلاف اور ایک دوسرے

کی تخریب کا ہر ایک مددگار ہوتا اور بھی وسیع ہوگیا۔ ہندو مُدتوں سے دماغی غلامی میں گرفتار تھے۔ اگر کچھ کسر باقی تھی تو ان وشنو گروؤں نے وہ بھی زائل کردی ہندو مکمل طور پر دماغی غلامی میں مبتلا ہو گئے۔ اپنی عقل اور دماغ سے کام لینا چھوڑ دیا اور جن کے بھروسے پر دماغ سے کام لینا چھوڑا اُن کو آخر بمصداق ع

"بچہ دیدم عاقبت تو گرگ بودی"

کا مصداق پایا۔ ایسی کمزوری حالت اور طاقت میں دوسری طرف شاکتک دھرم کے پیرو۔ بیرحمی بداخلاقی ناپاکیزگی پھیلانے میں مصروف تھے۔ شیوی اپنے دیوتا کی عزت کی یادگار میں چرس گانجا بھنگ اور شراب سے مدہوش تھے اور دیگر بیشمار فرقے تھے اور اس باعث آپس میں نفاق اور اختلاف تھا۔ ایسی کمزور حالت میں ہندو قوم کے جب دِل اور دماغ اپنے نہ رہے ہوں۔ ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے میں مصروف ہوں الیشور کو بھول کر آدمیوں جانوروں اور جمادات کو پوجتے ہوں توہمات میں گرفتار ہوں۔ سب کچھ متھیا جانتے ہوں۔ مایا کے جال میں پھنسے ہوئے ہوں۔ دین و دُنیا سے بے پرواہ ہوں۔ مذہبی اور سوشل اختلاف کی وجہ سے پھیر بل جانا اُن کا محال نظر آتا ہو۔ رسُوم اور توہمات میں گھِرے ہوئے بھٹکتے ہوں ایک دوسرے کی بھلائی کا جن میں مطلق خیال اور گمان بھی نہ ہو۔ تو ایسی قوم ایک خداپرست اور زبردست قوم کے حملوں سے کب تک بچ سکتی تھی۔ ہندوؤں کا کوئی ایک معراج نہ رہا تھا۔ المختصر ہندوؤں کے لئے ایسا وقت آگیا تھا۔ کہ ذاتوں میں تقسیم شدہ تھے۔ ایک ذات الیشور کی پرستش سے دُور بھٹکے ہوئے تھے۔ مختلف دیوتاؤں اور اوتاروں اور انسانوں وغیرہ کی عبادت میں مصروف تھے۔ علم سے محروم تھے۔ برہمن قوم کا خون چوسنے میں سرگرم۔ قوم جہالت میں مبتلا تھی۔ نہ مذہب اور دھرم میں۔ نہ سوشل حالات

ہیں نہ کسی دستور یا رسوم میں، نہ طریق معاش میں، نہ کسی پولیٹیکل پہلو پر متفق تھے۔ ایک دوسرے سے کسی قسم کی وابستگی اور محبت نہ تھی۔ غرض ہندو قوم ہر پہلو سے کمزور اور ناتوان تھی۔ اور زبردست تصادم کے مقابلہ کے بالکل ناقابل اور ظاہر ہے کہ لاغر اور کمزور زبردست اور صاحب طاقت کا ہمیشہ محکوم رہتا ہے اسلئے اسلام کے فاتحان کی توجہ ہندوستان کی طرف پھری اور اُس کا نتیجہ یہ ہُوا جیسا کہ ایسی حالت میں اُمید ہو سکتی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ہندوؤں کو آخر غلام بنا کر چھوڑا۔ ہندوؤں کی رہی سہی طاقت سب منتشر کردی اور جس قدر کہ ممکن تھا۔ اُن کو مسلمانوں نے ذلیل اور رسوا کیا اُنکے ننگ اور ناموس کو برباد کیا اُن کی عزت اور دولت کو اپنا بنایا اور طوق غلامی اُنکے گلے میں ایسا ڈالا کہ پھر اُنکے گلے سے نہ نکل سکا اور آخر وہ ہندوستان کے اس طرح کے مالک آقا بن گئے جیسا کہ مویشیوں کے انسان مالک ہوتے ہیں۔ اسلام کے مظالم کے طوفان اور طغیانی میں ہندوستان کو ہوش ہی نہ رہی۔ بہت حصّہ اُن سے جُدا ہو گیا۔ وہ ناعاقبت اندیش اسی میں خوش رہے کہ ناکارہ حصّہ بدن کا جُدا ہُوا تو اچھا ہُوا۔ اور کوتہ اندیش یہ نہ سمجھے کہ جن کو وہ ناکارہ حصّہ بدن کا کہتے ہیں۔ وہ تبدیل آب وہوا مذہبی سے بہادر بن جاتا ہے۔ اور بزدل ہندوؤں کے مال ومتاع اور ملک املاک کا مالک بن جاتا ہے اسلام کی پہلی فتوحات کے ہندوؤں نے سخت ظلم برداشت کئے تھے ہندوؤں کی بُت پرستی اسلام کے لئے ظلم کرنے کا عظیم بہانہ رہا۔ اسی بُت پرستی کے باعث ہندو مجوسان کی نظروں میں کافر تھے۔ اس لئے وہ نہ صرف قابل نفرت اور حقارت تھے بلکہ ہر طرح کی اذیت، عقوبت، ظلم، جوروجبر، بیعزتی اور سرزنش کے مستحق تھے۔ ابتدائی فاتحان اسلام نے مذہبی جوش میں نہایت شرمناک ظلم کئے۔ نہ صرف ہندوؤں کے مذہبی مکان اور مندروغیرہ ناپاک کئے۔ بلکہ اُن کو گرایا مسمار کیا اور انکی جگہ مسجدیں

بنوائیں ۔ ہندوؤں کے نہ صرف زر و سیم، دھن، دولت کو لوٹا کھسوٹا بلکہ اُن کے
گھر اور بستیاں جلا پھونک کر خاکستر کر ڈالیں ۔ نہ صرف ہندو عورتوں کی بیعزتی پر
اکتفا کیا بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کو قتل کیا۔ بیشمار برنا و پیر، جوان، بوڑھے، بچے
اور عورتیں تہ تیغ کئے اور بیحساب عورتوں کو لونڈی اور غلام بنایا اور دو دو دینار کو
غزنی کے بازاروں میں فروخت کیا۔ ہندوؤں کو نہ صرف حقیر اور ذلیل ہی سمجھا گیا۔
بلکہ جبراً اُن کو مسلمان کیا۔ اور اُن کی عورتیں جبراً چھین کر اپنے نکاح میں لائے اور جو
خاندان مسلمانوں کا ایک دوسرے کے بعد آیا۔ سب نے کم و بیش ہندوؤں کے
ساتھ یہی سفاکانہ و ظالمانہ سلوک جاری رکھا۔ اُن حالات میں نتیجہ لازمی تھا کہ مابین
فاتحان اور مفتوح نفرت پیدا ہو۔ چنانچہ مابین اُن کے سخت نفرت پیدا ہوئی اور رہی۔
دونوں ایک دوسرے کو نہایت درجہ تک حقیر جانتے تھے۔ آپس میں کسی قسم کا رشتہ
اتحاد نہ تھا۔ اہلِ اسلام اپنے تئیں فاتح سمجھ کر اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آئے دِن ظلم
کئے جاتے تھے۔ ہندو کبھی کبھی آنکھیں لال پیلی کرتے مگر کمزور اور دُربل ہمیشہ مُنہ کی
کھا کر اپنا سا مُنہ لیکر رہ جاتے تھے۔ مسلمانوں کے جور و ستم اس قدر وسیع تھے کہ اُنکا
مفصل بیان اِس کتاب کے احاطہ مطلب سے باہر ہے۔ خود مسلمان مؤرخوں کی کتابوں
میں اِن کے دردناک خاکے موجود ہیں۔ اگرچہ اس وقت پُرانی قبریں کھودنی زیبا
معلوم نہیں ہوتیں لیکن مذہبی جوش اور طاقت کے خروش میں مسلمانوں نے جور و
ظلم خدا کا حکم یعنی شرعی فرمان سمجھ کر کئے ہیں۔ اور اُن کے ثواب میں رطب اللسان
ہیں ۔ اُن میں سے برنی یعنی صرف چند واقعات کو نہ بطرزِ شکایت بلکہ بر سبیل
حکایت اور روایت بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ناظرین اندازہ لگا سکیں کہ وہ
لوگ جو گورو گوبند سنگھ جی پر ایجاد طرزِ خونخواری کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ معلوم کر
سکیں کہ زمانہ میں کیا ہُوا چل رہی تھی۔ اور اس کا علاج کیا تھا۔

از تاریخ خالصہ حصّہ اوّل :-

محمود نے ہندوؤں کے مندروں کو لوٹا - اُن کے دیوتاؤں کی بے عزتی کی اُن کی مورتیوں کو توڑا ، ہندوؤں کو خوب دِل کھول کر لوٹا ہزاروں خاندانوں کو زر و سیم سے محروم کیا گھاس اور چارہ کے لئے سارا ملک ویران کر دیا - اُن کے مندروں کی چوکھٹیں اور دیگر سامانِ آرائش اُٹھا کر اپنی مسجدیں سجائیں - مورتیوں کو توڑ کر اُن کے ٹکڑوں سے مسجدوں کے پائدان بنائے جہاں اہلِ اسلام جوتیاں اُتار کر مسجدوں میں داخل ہوتے ہیں - لاکھوں عورتوں اور مردوں کو قتل کرایا - اور لاکھوں کو گرفتار کر کے لونڈی اور غلام بنایا - دو دو دینار (دینار ۱۰ اریا ۴ر قیمت کا ہوتا ہے) کو غزنی کے بازاروں میں فروخت کیا متھرا میں بیس روز شہر لوٹا مندروں میں ہندوؤں کے دِل دُکھانے والے کام کئے - جہاں کے راجہ نے آخر اپنی تمام اولاد کو قتل کر کے خودکشی کر لی +

اس سے پہلے محمد قاسم نے ہندوؤں کو تاخت و تاراج کر کے راجہ داہر والئے سندھ کی دو بیٹیوں کو قید کر کے بے شمار دیگر عورتوں کو گرفتار کر کے بغداد میں جہاں وہ تھا وہاں خلیفہ کے حرم سرائے میں داخل ہوئیں +

قطب الدین ایبک نے میرٹھ میں تمام مندروں اور بتوں کو توڑ ڈالا - اور وہاں مسجدیں تعمیر کرائیں جس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اُنکو شربت مرگ پلایا - صرف ایک شہر کالنجر میں ۱۱۲ ہندوؤں کے مندر پائمال کرا کے مسجدیں بنوائیں - ۵۰ ہزاروں ہندو قتل ہوئے اور غلام بنائے - صفحہ ۹ - بحوالہ طبقاتِ ناصری علاقہ بہار کی فتح میں قطب الدین مذکور نے ایک لاکھ کے قریب تو صرف برہمن قتل کرائے تھے - اور ہندوؤں کا مشہور اور قدیمی کتب خانہ جلا دیا - صفحہ ۹ بحوالہ تاریخ علائے امیر خسرو فیروز شاہ نے دکھن کی فتح میں بے شمار بُت لا کر اپنے قلعہ کے

دروازہ پر پھینکوا دیئے اور مدت تک ایک ہزار ہندوؤں کے خون سے اُن بتوں کو غسل کرایا۔ دو مرتبہ ملک مالوہ کی فتح کے وقت اُس کو اس طرح لوٹا کہ روٹیوں تک باشندوں کو محتاج کر دیا۔ صفحہ (۹)

بحوالہ تذکرۃ الامرا امیر عبداللہ خاں و تذکرۃ الاصمد علاؤ الدین خلجی نے کمبات کے گرد و نواح میں اس قدر ہندو قتل کئے کہ خون کی ندیاں بہا دیں۔ ہزارہا بچوں اور بیس ہزار حسین عورتوں کو غلام بنانے کے لئے اپنے ملک کو روانہ کیا تھا۔ اس علاؤ الدین نے حکم جاری کر رکھا تھا کہ ہندوؤں کو سوائے پارچات پوشیدنی اور غلہ حسب مقدار خرچ ششماہی سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس کے سوائے باقی سب مسلمانوں کے حوالہ کیا جاوے کیونکہ ہندو کافر ہیں۔ اور اُن کا مال و متاع حق اسلام ہے۔ اس بادشاہ کی نسبت مرقوم ہے کہ اپنے بھائی اور بھانجی کی بغاوت کے شبہ میں زندہ کھال کھچوائی تھی۔ اور اُن کے گوشت کا پلاؤ پکوا کر اُن کے بال بچوں کو کھلوایا تھا (جو اپنے ہم مذہب اور بھائیوں سے ایسا سلوک کرتا تھا ہندوؤں کے ساتھ ظلموں کا صرف قیاس کرنا ہی بہتر ہے)۔

اس نے شہر دولت آباد کو یہاں تک برباد کرایا کہ کتا بلی تک باقی نہ چھوڑا۔ اندھوں کو گھوڑوں کے دُم سے بندھوا کر مروایا۔ صفحہ ۹-۱۰۔

بحوالہ تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۴۴ - شہر پٹن کو اُس نے خاک میں ملا دیا۔ اور کولا دیوی کو جبراً اپنے حرم سرا میں داخل کیا۔ ۱۰۔

بحوالہ امیر خسرو۔ جلال الدین خلجی نے تمام ملک مالوہ، گجرات کچھ تاخت و تاراج کرایا اور اس حد تک کہ سوائے مٹی کے برتنوں اور پارچات پوشیدنی ہندوؤں کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ بیس ہزار جوان عورتیں اور دم دنیچے مسلمانوں میں بطور انعام تقسیم کئے۔ چودہ ہزار ہندو درشیوں کے سر کٹوا کر قلعہ کی دیواروں پر

رکھوائے۔ ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ چراغ روشن کرایا۔ اور پھر جمنا میں پھینکوا دیا۔

بحوالہ تواریخ فرشتہ۔ فیروز شاہ نے جب نگر کوٹ کانگڑہ فتح کیا تو تمام ہندوؤں کو غارت کر کے بتوں کو تڑوا دیا۔ اور اُن پر گائے کا گوشت لپیٹ کر برہمنوں کے گلے میں بندھوا دیا۔ تیرہ ہزار ہندو بُت پرستوں کو گرفتار کرا کے سب کے مُنہ میں گائے کا گوشت دے کر قتل کرایا۔ صفحہ ۱۲۔

رانا مل بھٹی کی لڑکی غیاث الدین نے جبراً لے کر مسلمان کیا اور اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے فیروز شاہ پیدا ہُوا۔

اسی بادشاہ کے عہد میں جیسلمیر میں ۸ ہزار اور بھنڈا میں ۲۴ ہزار عورتوں نے اپنے تئیں بدنامی اور بے عزتی سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو زندہ جلایا تھا۔ صفحہ ۱۳۔

تیمور نے علاقہ دیال پورہ کے پانچہزار۔ اجودھیا کے ۱۴ ہزار اور بنارس کے ۲۰ ہزار بُت پرست ہندو اور برہمنوں کو قتل کرایا اور اُن کے عیال اور اطفال کو لونڈی اور غلام بنا کر لشکریوں میں تقسیم کیا تھا۔ اُس نے شہر بھٹیر میں ۲۹ ہزار ہندوؤں کو ایک مکان میں بند کرا کے مکان کو آگ لگا دی تھی اور آگ سے بھاگے ہوئے دس ہزار ہندوؤں کو قتل کرایا تھا۔ ایک لاکھ اور پچاس ہزار ترکی سپاہیوں کو اُس نے لوٹ اور تاخت و تاراج پر تعینات کیا تھا۔ دہلی میں فخریہ کہتا تھا کہ میں گو پہلے لاکھوں ہندو قتل کر چکا ہوں۔ مگر پھر بھی آرام سے بیٹھنا محال ہے کیونکہ میں تو ہندوستان میں صرف ہندوؤں کو نیست و نابود کرنے کے لئے آیا ہوں نہ کہ عیش و عشرت کیلئے صفحہ ۱۴۔

بحوالہ تو زک بابری۔ جو ہندو لڑائی میں گرفتار کئے جاتے تھے۔ وہ سب بادشاہ کے روبرو قتل کئے جاتے تھے۔ صفحہ ۱۵۔

شہاب الدین اور محمود نے اس قنوج کو لوٹ مار کر بالکل تباہ اور

برباد کر دیا تھا۔ جس میں صرف بیس ہزار پنواریوں کی دو کانیں تھیں۔ صفحہ ۱۵۔

بحوالہ امیر خسرو شہر بہلسہ کا مندر جو ایک سو پانچ گز بلند اور نصف کے قریب لمبا چوڑا تھا۔ شمس الدین نے مسمار کرا دیا تھا۔ اس کے بچانے میں لکھو کھا ہندو قتل ہوئے اور آخر وہاں مسجد بنوائی گئی۔ فاتحان اسلام (بحوالہ تاریخ میر معصوم) نے ابتدا میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ کوئی ہندو عمدہ کپڑا نہ پہنے نفیس طعام نہ کھائے۔ گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ دو منزلہ مکان نہ بنوائے۔ خوبصورت لڑکا لڑکی نہ رکھے۔ اگر ہوں تو مسلمانوں کے حوالہ کریں۔ پاخانہ کا مُنہ غرب کو نہ رکھیں۔ صفحہ ۱۶۔

بحوالہ تاریخ چچنامہ۔ خلیفہ کا حکم تھا کہ ہندو کافروں کو چین نہ لینے دو۔ جہاں تک ممکن ہو۔ مذہب اسلام میں لاؤ۔ ورنہ قتل کر ڈالو۔ صفحہ ۱۶۔

تیمور شاہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے میرا ہندوستان کے ملک میں اس قدر تکلیف اُٹھا کر آنا صرف دو امروں کیلئے ہے۔ ایک تو ہندو کافروں کو دین اسلام میں لانا یا قتل کرنا۔ دوسرا اُن کا مال و متاع لوٹ کر مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا۔ ترناسک صفحہ ۵۸۔

از دیگر تاریخ ہا، انگریزی وغیرہ وغیرہ۔

اُردو تاریخ ہند الفنسٹن صاحب کے صفحہ ۴۹۱ پر درج ہے سمندر کی راہ سے سندھ پر عرب والوں کا آنا ابتدائی ہی کے زمانہ میں یعنے خلیفہ عمر کے عہد میں ہوا اور غالب یہ ہے کہ سندھ کی حسین عورتوں کے لئے لٹیروں نے ارادہ کیا ہوگا۔ اسلئے کہ ملک عرب میں اس ملک کی حسین عورتوں کی کمال آرزو تھی۔

تواریخ مذکور صفحہ ۴۹۳۔ جب محمد قاسم نے بمقام دیول پہلا مندر اور قلعہ فتح کیا تو اُس نے پہلے پہل یہ خواہش کی کہ برہمنوں کا ختنہ کیا جاوے۔ اُنہوں نے

انکار کیا تو محمد قاسم نے صاف حکم سُنایا کہ ۱۷ برس کی عمر سے زیادہ سب قتل کئے جاویں اور باقی لونڈے غلام بنا کر بغداد میں بھیجے جاویں۔

تاریخ مذکور صفحہ ۴۹۵ بحوالہ تاریخ ٹاڈ صاحب جلد نمبر ا صفحہ ۳۲۷ ترجمہ تاریخ فرشتہ برگز صاحب جلد ۴ صفحہ ۴۰۹۔ راجہ داہر کی بیوہ نے محمد قاسم کا مقابلہ کیا اور محصور ہوئی۔ آخر ذخیرہ کم ہوا تو بال بچے اور عورتیں آگ جلا کر مریں۔ اور مردوں نے دروازہ شہر کا کھول کر مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور سب کے سب مارے گئے جب مسلمان اندر شہر داخل ہوئے۔ تو باقیماندہ مردوں کو قتل کر کے اُن کے بال بچوں کو غلام بنایا۔

تاریخ مذکور صفحہ ۴۹۷۔ جو برتاؤ اہل اسلام اُن لوگوں سے برتتے تھے۔ اُس سے خونریزی عرب کا حال آغاز فتوحات کے مانند ظاہر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب کسی بستی پر حملہ کیا جاتا تھا۔ تو بستی والوں سے پہلے پہل یہ درخواست کی جاتی تھی کہ تم اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ ادا کرو اور انکار کی صورت میں بستی پر حملہ ہوتا تھا۔ اور ہتھیار بند آدمی قتل کئے جاتے تھے۔ اہل و عیال اُن کے لونڈی غلاموں کی طرح بکتے تھے۔

تاریخ مذکور صفحہ ۵۳۰۔ نگرکوٹ کے ایک مندر سے سات لاکھ دینار طلائی اور ۷ سو من سونا اور دو ہزار من چاندی اور بیس من جواہرات لے گیا؛

تاریخ مذکور صفحہ ۵۳۵۔ محمود متھرا کے مندروں کو بیس دن تک گرواتا رہا اور بُت تڑواتا رہا اور شہر کو لُوٹتا رہا۔

تاریخ مذکور صفحہ ۵۳۶۔ محمود نے مہابن کے راجہ کے ساتھ صلح کا وعدہ کر کے پھر دغا کیا۔ کئی ہندو قتل ہوئے۔ اور ہزاروں دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ راجہ نے اپنے جورو بچوں کو قتل کر کے خودکشی کر لی۔ شہر میں

لوگوں نے اپنے آپ کو قلعہ کی فصیلوں سے گرا کر ہلاک کیا یا اپنے جورو بچوں سمیت آگ میں جل کر مر گئے - یہاں تک کہ کوئی زندہ نہ بچا -

تاریخ مذکور صفحہ ۵۴۰ - محمود نے اجمیر کا ملک بے چراغ کر دیا - اور دار السلطنت کو تاخت و تاراج کیا -

صفحہ ۵۴۳ - سومنات کے بُت کے دو ٹکڑے مدینہ بھیجے گئے دو ٹکڑے غزنی کو روانہ کئے گئے - منجملہ ان کے ایک ٹکڑا دیوان عام میں رکھا گیا اور ایک ٹکڑا جامع مسجد کی نذر کیا گیا -

تاریخ مذکور صفحہ ۵۵۷ - شاید کہ اس کے (محمود) جہادوں میں نہایت ناپسندیدہ بات وہ ہے جس کو ایک مسلمان مؤرخ نے لکھا ہے اور پرائیس صاحب نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے - بیان اس کا یہ ہے کہ جو قیدی ہندوستان سے گرفتار ہو کر گئے تھے - وہ اس کثرت سے تھے کہ لونڈی غلاموں کو سوا دو دو روپے بھی کوئی خرید نہ کرتا تھا ٭

تواریخ ٹاڈ صفحہ ۲۶۳ " جوان محمود کے افعال کو دیکھکر آسمان کی آنکھیں تیرہ ہو گئیں "

تاریخ الفنسٹن صفحہ ۵۹۲ - یہ شہاب الدین سلطان محمود کی نسبت بہت زیادہ سفاک تھا - چنانچہ جب اُس نے اس لڑائی سے تھوڑے دنوں کے بعد اجمیر کو فتح کیا تو اس نے کئی ہزار باشندوں کو جو اس کے مقابل ہوئے تھے گردن مارا اور باقی باشندوں کے بچے کچوں کو لونڈی غلام بنانے کے واسطے رکھا "

تواریخ مذکور صفحہ ۵۹۷ " پنجاب کے گکھڑوں اور غزنی کے مشرق میں رہنے والے ہندوؤں کو شہاب الدین نے جبرًا مسلمان کیا -

تاریخ ٹاڈ صفحہ ۲۷۱ - جب قنوج فتح ہوا اور اپنی قوم کا نمک حرام دشمن جے چند

اپنے کئے کی سزا میں گنگا کی لہروں میں ڈوب مرا۔ تو چوہان کی گدی کے لئے تنازعہ کرنے والا بمقابلہ شہاب الدین اب ہندوستان میں کوئی باقی نہ رہا۔ بربادی تاخت وتاراج، اور قتل وقتال کے نظارے شروع ہوئے۔ جو صدیوں تک جاری رہے جس عرصہ میں تقریبًا تمام نشانات، مذہبی تقدسات اور علم و ہنر ہندوؤں کے اس وحشی اور بیدرد ظالم غنیموں کے ہاتھوں تلف اور برباد کئے گئے۔ شریف راجپوتوں نے استقلال اور صابرانہ دلیری سے ہر ایک موقع پر اپنے مخالف کے مُنہ پھیرنے کا مقابلہ کیا۔ اپنی ثابت قدمی اور بہادری سے اُنہوں نے دشمنوں کے تمام خاندانوں کو توڑا پھوڑا لیکن آخرکار تقدیر کے آگے سر جھکایا۔ راجستھان کی کل سڑکیں فاتح اور مفتوح کے خون کی ندیوں سے سیراب ہوئیں۔ لیکن بیفائدہ۔ ہمیشہ نئے نئے سامان فاتحان کے لئے بہم پہنچتے تھے ایک خاندان کے بعد دوسرا خاندان جانشین ہوا۔ جو اُس ایک ہی قوم کے بیدردانہ عادتوں اور خصائل کے وارث تھے جس سے قتل کار ثواب تاخت وتاراج شرعی حکم، فنا اور بربادی حکم خدا متصور ہوتے تھے اُن مایوسانہ لڑائیوں میں راجپوتوں کی تمام قومیں روئے زمین سے اُٹھ گئیں۔ جن کے صرف نام اُن کی گذشتہ وجود اور عظمت کی نشانیاں باقی رہیں۔ تاریخ الفنسٹن صفحہ ۶۱۹ "بیان کیا گیا ہے کہ ایک لاکھ آدمی اُس نے میوات میں قتل کرایا"۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۲۹۔ "دیوگڈھ کو علاؤالدین خلجی نے لوٹا اور روپیہ حاصل کرنے کے لئے باشندوں کو طرح طرح کے عذاب دیئے۔ رتن بھور ایک برس کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ اور تمام محصورین اور راجہ اپنے خاندان سمیت قتل ہوئے علاؤالدین نے دیول دیوی کے لئے راجپوتوں پر کئی حملے کئے اور چتوڑ پر راجہ کی بیوی کو جبرًا لینے کے لئے کئی ظالمانہ حملے کئے اور بیشمار خونریزی کی"۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۵۲ مبارک شاہ خلجی نے دیو گڈھ کے راجہ ہرپال دیول کی زندہ کھال کھچوائی۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۶۰۔ زیادہ ستانے سے کاشتکار اپنے کھیت چھوڑ کر چلے گئے اور جنگلوں میں جا بسے اور بہت لوگ اپنی بستیوں سے بھاگ گئے اور بادشاہ (محمد شاہ تغلق) ان باتوں کے واقع ہونے سے جس کا آپ باعث تھا نہایت برہم ہوا اور ایسی بری تدبیر سے اُن سے انتقام لیا جو تمام ظلموں سے بڑھ کر ہے یعنی اُس نے اپنی فوج کو شکار کی طیاری کا حکم دیا۔ اور بدستور شکار ہندوستان ایک بڑی خطہ کو رمنہ کی طرح سے گھیرا اور بعد اس کے یہ حکم عام کر دیا کہ جو شخص اس گھیرے میں پاؤ شکار کی مانند اُسے قتل کرو۔ اس قسم کا شکار کئی مرتبہ کھیلا گیا۔ اور پچھلا شکار یہ ہوا کہ قنوج کے باشندوں کا قتل عام کیا۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۷۶۔ "تیمور نے تلمبہ کے تمام باشندوں کو قتل کرایا۔"

تاریخ مذکور صفحہ ۶۷۶۔ بعد اس کے تیمور بھٹیر پر گیا اور تمام لوگوں کو قتل کیا۔ بستی جلائی گئی۔ اور تمام باشندے جان سے مارے گئے بعد اُس کے سمانہ کا ارادہ کیا اور جہاں جہاں گذرتا گیا باشندوں کو قتل کرتا گیا۔

تاریخ صفحہ ۶۷۷۔ تیمور نے دہلی میں اُن تمام قیدیوں کو قتل کرایا جن کی عمر پندرہ برس سے اوپر تھی۔ جن کی تعداد بقدر ایک لاکھ تھی۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۷۷۔ تیمور کے دہلی فتح کرنے کے بعد فوج نے یہاں تک خونریزی کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اور لاشوں کے انباروں سے بعض کوچوں میں آنے جانے کی راہ مسدود ہو گئی۔ پانچ دن تک شہر کا لوٹنا۔ جلنا، پھکنا اور قتل عام اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ اور ایسا قتل عام کیا۔ کہ بیان کی نسبت خیال اس کا آسان ہے۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۷۸۔ اور ان ایام میں خود جشن مناتا رہا۔ اور پھر فیروز تغلق کی مسجد میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ہر درجہ کے عورت مردوں کو لونڈی غلام بنایا۔

تاریخ مذکور صفحہ ۶۸۲۔ سکندر لودھی جو شہر اور قلعے ہندوؤں کے فتح کرتا تھا تو اُنکے مندروں کو ڈھا پھوڑ کر برابر کر دیتا تھا۔ تیرتھ یاترا اور جمنا گنگا کے اشنان سے روکتا تھا۔

صفحہ ۶۸۵۔ تاریخ مذکور۔ بابر کی فوج نے لاہور کو جلا پھونک کر خاک سیاہ کیا بعد اس کے دیپالپور پر چڑھائی کی اور محصوروں کو پکڑ پکڑ کر گردن مارا۔

صفحہ ۷۰۸۔ تاریخ مذکور۔ بابر نے میواڑ پر فوج کشی کر کے ہزاروں قتل کئے۔ چندیری کے محاصرہ میں ہزاروں محصوروں نے اپنی عورتوں کو قتل کر کے حملہ کیا۔

صفحہ ۷۴۹۔ تاریخ مذکور۔ شیر شاہ نے رائے سین کے قلعہ میں ہندوؤں سے دغابازی کر کے سب کو قتل کیا۔

صفحہ ۸۱۲۔ تاریخ مذکور۔ قطب کی لاٹھ کے پاس دہلی میں جو مسجد واقع ہے۔ یہ ایک مندر تھا۔ جس کو قطب الدین ایبک نے مندر سے مسجد بنوایا۔

صفحہ ۸۴۲۔ تاریخ مذکور۔ اکبر نے بہارا مل والیئے جے پور کی بیٹی سے نکاح کیا۔ چتوڑ کو برباد کیا۔ جہاں ہزاروں راجپوتوں نے اپنے بال بچوں کو جلا کر مقابلہ کیا اور مارے گئے۔

صفحہ ۸۴۳۔ تاریخ مذکور۔ راجوں سے رشتہ ناطہ کرنے کو اکبر جی جان سے چاہتا تھا اور بڑی بڑی کوشش کرتا تھا۔ اور اُس کے جانشینوں نے بھی اس سلسلے کو جاری رکھا۔ چنانچہ جے پور اور مارواڑ کے خاندان کی دو رانیاں اکبر کے دو محل تھے اور جہانگیر اُس کے بڑے بیٹے کی شادی جے پور کی دوسری رانی سے ہوئی تھی۔ بجائے اسکے کہ تبدیل مذہب اور تغیر ذات سے نفرت کی جائے۔ بادشاہوں کی دامادی کے رشتے کا اعزاز و اکرام اُنکے جیوں میں بیٹھا تھا اور اُس کی خواہش کرنے لگے تھے۔

صفحہ ۸۷۹۔ تاریخ مذکور۔ نرسنگھ دیو اور اُس کی جورو بچوں کے پکڑے جانے

اور اُس کے گھر بار کے لوٹنے گھسوٹنے کے لئے اکبر نے ایک فوج روانہ کی اور ایسی ایسی سختیوں کی اجازت دی کہ بھولے چوکے بھی ویسی سختیوں کی اجازت کبھی نہ دی تھی۔

صفحہ ۹۲۶۔ تاریخ مذکور۔ اگرچہ جہانگیر اب بھی خود پسند اور ستمگار۔ خود پرست اور جفا شعار تھا۔ مگر جیسا کہ وہ پہلے وقتوں میں جفا کار اور ناخدا ترس تھا ویسا اب نہ رہا تھا۔

تاریخ مذکور صفحہ ۱۰۷۔ جب بابر آگرہ کو فتح کر چکا تو اول اُس نے یہ کام کیا کہ جو غنیمت ہاتھ آئی وہ رفیقوں پر بانٹ دی۔ اپنے بیٹے ہمایوں کو ایک ایسا ہیرا عنایت کیا جو دنیا میں نظیر نہیں رکھتا تھا اور ایک ایک شاہ رُخی (قیمتی ۸ ر) بطور تحفہ تمام کابل کے چھوٹے بڑے مرد عورت غلام آزاد کو بھیجی۔ ایسی فیاضی کے باعث لوگ اس کو قلندر کہتے تھے (کیوں نہ ہو مال مُفت دل بیرحم) یوں تو اُن پر کئی اور مثالیں ایزاد ہو سکتی ہیں لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے اس امر کے اظہار کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے واقعی قوم کو نہایت دُکھوں میں مُبتلا اور غایت بیپرت دیکھ اُن کی دستگیری کا خیال کیا۔ ہندوستان کی تاریخ زمانہ اسلام کی کوئی اُٹھالو اور غور سے مطالعہ کرو۔ تو صفحہ صفحہ پر اہل اسلام کے مظالم اور بیدردیوں کے نمونے نظر آتے ہیں ہر ایک بادشاہ نے جس قدر اُس کے امکان میں تھا ہندوؤں پر ظلم کیا المختصر اسلام کا زمانہ ہندوستان میں فناہ بربادی و خونریزی کا زمانہ تھا۔ ہزاروں انسان ہر روز تہ تیغ کئے۔ خون کی ندیاں بہائیں۔ لاکھوں مرد و زن لونڈی غلام بنائے اُنکے ملک اور جائدادیں چھین کر خود مالک بن بیٹھے یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ ہندو کوئی چیز اچھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ حتیٰکہ خوش شکل اولاد کو بھی اُنکی نذر کر دینے کا حکم تھا گھوڑے پر سوار ہونے کی اُنکو اجازت نہ تھی دستار باندھنے کی اُنکو ممانعت تھی۔ خصوصاً سفید اگر باندھیں تو لال رنگ کی اگر کسی ہندو کا عمدہ مکان، باغ اسباب پسند آتا تو مسلمان چھین کر اپنے

تصرف میں کر لیتے تھے۔ کسی کی بہو بیٹی اور عورت خوبصورت سُنتے تھے تو اُس کے لئے فوج کشی ہوا کرتی تھی اور جبراً چھین کر بیاہ ہوتے تھے۔ اگر ہندوؤں کی کوئی کتاب عمدہ سنتے دیکھتے تو اس کو تلف کرا دیتے تھے۔ مندر گرا کے توڑ کر مسجدیں بنوائیں۔ ہر ایک ہندو کے سامنے خواہ وہ قصور وار ہو یا نہ ہو دو سزائیں پیش ہوتی تھیں اسلام یا قتل تب کو وہ پسند کر لے البتہ اتنا اختیار تھا کہ اگر کوئی ہندو حکیم۔ صناع وغیرہ اچھا سنا تو حکم ہوا کہ وہ اسلام کی زینت کا باعث ہونا چاہیے نہ کہ کافروں کی زینت کا اس لئے اس کو جبراً اسلام میں داخل کیا جاتا۔ ایک برہمن نہایت شاطر مشہور تھا۔ ایک نواب نے خواہش بلوا کر اُس کے ساتھ کھیلا۔ آخر نواب شطرنج ہار گیا۔ حکم ہوا کہ اسکو مسلمان کر لو کہ کافروں میں فتح پانے کی کوئی لیاقت نہیں ہونی چاہیے۔ مغرب کی طرف مکان کا دروازہ اور پاخانہ کا مُنہ رکھنے کا حکم نہ تھا۔ کیونکہ پہلی صورت میں پُشت اور دوسری صورت میں مُنہ کرنے سے کعبہ کی بےعزتی ہوگی ایک ہندو پہلوان نے مسلمان پہلوان کو مغلوب کیا۔ ارشاد ہوا کہ فوراً مسلمان کیا جاوے کہ اس نے مسلمان کو مغلوب کیوں کیا ہے۔ ہندو اپنے مندروں میں ناقوس اور گھڑیال نہیں بجا سکتے تھے۔ صرف ہندو رہنے کیلئے انکو سالانہ جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا اور جزیہ ادا نہ کرنے کے جرم میں لاکھوں ہندو مذہب اسلام میں داخل کئے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمام راجے محکوم ہو چکے تھے۔ ملک بے چراغ کر دیئے گئے تھے۔ راجپوتوں کا یہ حال تھا۔ کہ اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دینے میں فخر سمجھتے تھے اور جو ہندو اُن سے نفرت کرے اُنکے ساتھ خود ہندو راجپوت ناواجب سلوک کرتے تھے مذہبی اختلاف تو تھا ہی اور فاتحان اسلام ہندوؤں کو حقیر سمجھتے ہی تھے۔ لیکن سوشل معاملات میں بھی حقارتاً مسلمان ہندوؤں سے نفرت رکھتے تھے۔ اور جو کچھ ہندو کرتے تھے مسلمان اُنکے برخلاف عمل میں لاتے تھے۔ ہندو پیراہن کا گاد دائیں طرف رکھتے تھے تو مسلمان بائیں طرف رکھنے لگے ہندو قبا کے بند دائیں جانب رکھتے تھے۔ مسلمانوں نے بائیں سمت رکھنا

شروع کیا۔ ہندو نیلے رنگ سے نفرت کرنے لگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اُسکو مقدس رنگ
بنالیا۔ ہندو زعفرانی رنگ کو متبرک سمجھتے تھے۔ مسلمان اُس سے نفرت کرنے لگے اُن
واقعات سے تین امور قابل غور پیدا ہوتے ہیں۔

اول مسلمان فاتحان کے دل کس قسم کے سخت مادہ کے بنے ہوئے تھے کہ اُن کو
اپنے ابنا جنس کے اس بے دردی اور سفاکی سے قتل عام کرنے میں کبھی رحم کا خیال بھی
نہیں آتا تھا نہ ضمیر نے کبھی اُنکو بیدار کیا بلکہ وہ ایسے قتل اور خونریزی میں خوش
ہوتے تھے اور خدا کے شکریہ میں مصروف ہوجاتے تھے گویا کہ اُن سے کار ثواب
بن پڑا تھا۔

دوسرا۔ اسلام کی مذہبی تعلیم کے اثر کا اندازہ کرنا چاہئے کہ وہ ایسے بیدردیوں
اور جور وجفا کے لئے کس طرح اُنکو تیار کرتی ہے رحم اور نیک ضمیری کیونکر اُن کے
دلوں سے معدوم ہوجاتی ہے اور سنگدلی کس غضب کی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ وہی
ہندو جن کو ابھی جبراً مسلمان کیا گیا تھا۔ اُن میں جاتے ہی اُن جیسا جفاکش اور
ظلم شعار بن جاتا ہے۔ اور اپنے بھائیوں اور اہلِ وطن کے خون کا پیاسا بن جاتا
ہے۔ واپس آنے کا تو گمان ہی نہیں رہتا واپس آ کر کیا کریں۔ یہی بے اتفاقی اور کمزوری
اور دہی کشت برسر۔ اچھے گئے کہ اپنے بھائیوں کے بھی خون آشام بن گئے۔ بلکہ جو
برہمن مسلمان ہوتے تھے۔ اہلِ اسلام اُس کو سید کے درجہ پر تسلیم کرتے تھے اور
یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سیدوں کی تعداد زیادہ ہے چونکہ اُنکو وہاں بھی برتری
مل جاتی تھی۔ اس لئے وہ بھی مظلوم برہمن ہونے سے ظالم حاکم ہونے کو پسند کرتے
تھے۔ کھتریوں کو مغل بنا لیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ بھی حکومت کے شریک بنکر اپنے اہل
وطن کو چھوڑ کر تلوار کے ذریعہ اپنے بھائیوں کے خون پر گذارہ کرتے تھے۔

سوم۔ ہندوؤں کی بے ہمتی۔ بیغیرتی۔ خودغرضی اور کوتاہ اندیشی کا یہی اندازہ

معلوم ہوتا ہے کہ بار بار ہر روز دیکھتے جاتے تھے کہ ایک ایک کر کے سب تباہ۔ برباد اور
فنا ہوئے جاتے ہیں۔ لاکھوں قتل اور لونڈی غلام بن رہے ہیں۔ مندر اور مورتیاں توڑی
جا رہی ہیں۔ اور اُس پر بھی ایک دوسرے کا تماشہ دیکھنے میں مصروف ہیں کسی کو خیال
نہیں آتا کہ ذرا مل کر دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ ایک مقصد بنا کر دشمن کو زک دیں۔ ہر ایک
اپنے اپنے میں گرفتار رہا۔ اور آخر کار سب فنا ہوئے ہی ہوئے اور اب وہ وقت آ
گیا تھا کہ ہندوؤں کو اپنی عزت بچانے کے لیے سوائے آسمان پر نظر کرنے کے کوئی
چارہ نہ رہا تھا کیونکہ کوئی چیز اُن میں ایسی باقی نہ تھی کہ جس سے ان کو امن حاصل ہو سکتا۔
اب تو نہ دھرم اُنکا اپنا نظر آتا تھا اور نہ زمین۔ کمزور اور بل ہین تھے اور تاب مقاومت باقی نہ
تھی۔ کہیں کہیں صرف چند راجپوتوں کی حکومت تھی۔ مگر وہ بھی پہاڑوں کے کھنڈروں
میں باقی تھی اور اُن کے لئے بھی اسلام کی ٹڈی دل فوجیں ہر وقت جہاد کیلئے آمادہ
اور تیار رہتیں۔ قریب تھا کہ ہندو دھرم کا جہاز بالکل برباد ہو جاوے۔ ویدک دھرم کے سیوک
ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ جاویں کہ اس عالم ناامیدی میں بابر کے عہد سلطنت میں ایک ایسا
جہازران پیدا ہوا کہ اُس نے ویدک دھرم کی کشتی اور ہندوؤں کی ہستی کو ایسا سہارا دیا۔ کہ
آخر اُنکے لائق جانشین نے انکو طوفان میں غرق ہونے سے بچا لیا۔ یہ جہازران کون تھا
گورو نانک دیو جی جس نے ہندوؤں کی اُن تمام سختیوں کو مذہبی خیال کی حلاوت سے
کسی قدر تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اُس نے یہ سوچا کہ وہ صلح کل مسائل کی تلقین
سے اوّل دونوں قوموں میں نفرت کے دائرے کو کسی قدر کم کرے اور جن باتوں سے
مسلمان ہندوؤں سے زیادہ نفرت کرتے ہیں اور اُنکو کافر سمجھ کر اس بہانہ سے
ہندوؤں پر ظلم کرنا روا سمجھتے ہیں اُن اسباب کو ہندوؤں میں سے دور کرے حالانکہ
وہ اسباب مثلاً بُت پرستی وغیرہ ہندوؤں نے دوسری قوموں سے مستعار لئے ہوئے تھے۔
اور دوسرے کے مستعار لباس میں تکلیفیں اُٹھاتے تھے مگر اُنکو چھوڑتے نہیں تھے اسلئے اُس نے بھگتی پر [illegible]

کے مقبول عام طریقے سے ہندوؤں ہیں سے اُن اسباب کو زائل کرنا چاہا گورو نانک دیو جی نہایت
فہیم اور ذہن رسا آدمی تھے ہندوؤں کی اندرونی حالت سے بخوبی واقف تھے ۔ مسلمانوں
کے مظالم اُن کے سامنے تھے اِس لئے اُس نے عمدہ نسخہ ہندوؤں کی مرض کا تلاش
کیا اور وہ نسخہ اِس قسم کا تھا کہ اُن تمام اسباب ہی کو دُور کر دے جن کے باعث وہ مریض
ہو جاتے ہیں مسلمان بتوں کو توڑنے اور بُت پرستوں کو کافر سمجھ کر اُنکو قتل کرنا اپنا ایک
مذہبی پاک فرض سمجھتے تھے اسی حجت سے ہندوؤں کے مندر گراتے اور اُن کو جبراً
مسلمان کرتے تھے ۔ مسلمان شرک کے دشمن تھے اسلئے گورو نانکدیو جی نے ہندوؤں کو
اُپدیش کیا کہ سوا ایک ذات ایشور کے کسی کی پرستش اُنکے لئے جائز نہیں اور بُت پرستی
ایشور کے حکم کے برخلاف ہے ۔ ایشور لاشریک اور اکال ہے اور اُسکی کوئی مورتی نہیں ہے
انکو سمجھایا کہ اُنکے قدیم بزرگ بھی ایشور کو اکال اور لاشریک سمجھتے تھے اور بُت پرستی سے
نفرت کرتے تھے اسلئے گورو نانک دیو جی نے شرک کو اُٹھا کر ایک ذات ایشور کی بھگتی کا
سلسلہ قائم کیا اور ہندوؤں کو اُس طرف نرمی اور سہولیت سے رجوع کیا اور اِس
طریق سے اِس کام کو شروع کیا اور بتایا کہ یہ اُس کا ہی کام تھا ۔ اور یہی وجہ تھی ۔ کہ
مسلمان ایسے ولیہ شخص کے برخلاف نہ بھڑکے جو در اصل ہندوؤں کو اُنکی مدمقابل بنانے
کی بنیاد رکھ رہا تھا اور نہ یہ امر مسلمانوں کو کبھی کھٹکا ۔ گورو نانک دیو جی نے اوتار تیرتھ اور
فقرا کی تردید میں جو بُت پرستی کا بڑا باعث تھے ۔ نرمی سے زبان کو متحرک کیا ۔ گروڈم
کے مسئلہ کی بھی خبر لی اور ایسی صلح کل حکمت عملی کا برتاؤ کیا کہ نہ تو مسلمان بھڑک اُٹھے
اور نہ وہ اِس نتیجہ کو دریافت کرنیکے قابل ہوئے جو اِس تلقین سے پیدا ہو سکتا تھا اور نہ
ہندو اپنے مسائل کے برخلاف گرو کا اُپدیش دیکھ کر چونکے جبکہ اُن مسائل کو چُپکے چُپکے تسلیم
کرنے لگ گئے کیونکہ بھگتی کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور بدگمانی کا جلد خیال پیدا نہیں ہو سکتا تھا ۔
اگرچہ گورو نانک دیو جی کے وقت میں اُس کے سکھوں کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی ۔

لیکن اُس کی تعلیم کا بیج بویا گیا تھا۔ اور پھل لانے لگا تھا۔
واقعی تعجب معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں نے حسب عادت قدیمہ نہ تو گورو نانک دیو جی کی چنداں مخالفت کی اور نہ اُس کے مقابل میں اپنی بُت پرستی شرادھ اور اوتاروں کی حفاظت کرنے کی کوشش کی اور نہ کسی قسم کا شور ہی مچایا۔ اگر کہیں مخالفت میں ہاتھ پاؤں مارے تو اس قدر خفیف کہ اُس کی کوئی آواز ہی پیدا نہ ہوئی۔ لیکن اُنہوں نے گورو نانک دیو جی کی تعلیم کو تسلیم بھی نہیں کیا۔ کیونکہ گورو نانک دیو جی کھتری تھے اور ان کے پیچھے برہمنوں کا چلنا بالکل دشوار۔ ورنہ گورو نانک دیو جی نے جو کام اپنے وقت میں کیا ہے۔ وہ شنکراچارج سے کسی حالت میں کم نہیں۔ اگر مانا جاوے کہ گورو نانک دیو جی شنکراچارج جیسے پنڈت نہ ہوں لیکن جو کام اُنہوں نے کیا ہے وہ شنکراچارج کے مقابلہ میں کم مہتم اور وزن دار نہیں ہے بلکہ کئی صورتوں میں بہت ہی زیادہ وزن دار ہے۔ شنکراچارج کے ساتھ نیچے بجاٹے کھتری تھے اور برہمنوں کا دل بھی ساتھ تھا۔ گورو نانک دیو جی چونکہ برہمنوں کے مسائل کے برخلاف بلکہ اُن مسائل کو ہندوؤں کے لئے ایک مرض مزمن سمجھ کر اُس کے مٹانے کے انتظام میں تھے اس لئے برہمنوں سے ان کو ہرگز امداد کی توقع نہ تھی لیکن چونکہ ضرورت زمانہ ایسی واقع تھی اور حالات وقت اس قسم کے تھے کہ برہمن خود اس قابل نہ تھے۔ کہ اپنی حفاظت خود کسی طرح سے کر سکیں اسلئے اغلب ہے کہ وہ اسی میں مصلحت اور اپنی بہتری سمجھتے گئے اور تغافل سے کام لیا۔ گورو نانک دیو جی کی حسن سعی اور وسیلہ سے جو ہندو بچ رہیں گے وہی غنیمت ہے۔ موقعہ پاکر وہ اپنے مسائل کو پھر ترویج دے لیں گے ورنہ ممکن نہ تھا کہ برہمن اپنی قوت لایموت اور اقتدار کے مسائل پر وار کرنا پسند کرتے۔ اُس کے علاوہ ایک بڑا امرض ہندو جسم میں یہ تھا کہ صرف چھوت چھات سے ہندو اپنا دھرم مکتوب بیٹھتے تھے گورو نانک دیو جی نے عمدہ مصلحت سے کام لیا اور چھوت چھات کے خیالات کو دھرم سے الگ رکھا اور تیرتھ اشنان وغیرہ کو صرف صفائی بدن تک

محدود کیا۔

غرض گورو نانک دیو جی اپنے اودیش میں کسی قدر کامیاب ہوئے اگرچہ اس قدر نہیں جس قدر ضرورت تھی لیکن اس کی صلح کل حکمت عملی کام کر گئی اور ہندوؤں کو اپنے دھرم پر اٹک رہنے کے لئے نئے سامان مل گئے اُس کی اس صُلح کُل حکمت عملی کا باعث ہی تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں اُس کو عزت سے دیکھتے تھے۔

دوسری طرف بنگال میں چیتن نے بھی اپنے موقعہ پر کرشن بھگتی کے سارے نئے خیالات پھیلائے اور ہندو دھرم کو ڈوبنے سے تنکے کا سہارا ملا۔ چنانچہ اُس نے یہاں تک آزادی برتی کہ ایک جنم کے مسلمان کو ہندو بنا کر اپنا چیلا بنا لیا گورو نانک دیو جی سے پہلے کبیرہ وغیرہ بھگتوں نے بھی آپس کے عناد کی تلخی اور تلچھٹ کو کسی قدر حلاوت آمیز کرنے میں سعی کی تھی لیکن رفتہ رفتہ گورو نانک دیو جی کی محنت رائیگاں ہونے لگی۔ ایک طرف مسلمانوں نے اپنے مظالم کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ دُوسری طرف ہندوؤں نے اُن اسباب کو بوجہ حسد تعلیم گورو نانک دیو جی نہ چھوڑا جن کے باعث وہ مسلمانوں کی نظر میں کافر بنے رہتے تھے۔

اکبر نے بھی ظاہراً اس قسم کی کوشش کی تھی کہ ہندو اور مسلمان آپس میں مل کر رہیں۔ اور جو حقارت مابین اُنکے ہے وہ کم ہو جاوے اور برداشت کے عادی ہوں لیکن دراصل ہندوؤں کے لئے اُس کی حکمت عملی نہایت مُضر تھی ہندوؤں نے مسلمانوں کی لڑکیاں بوجہ تعصب مذہبی لینی ہی نہ تھیں اور نہ لینا پسند کیا۔ اگرچہ اکبر نے راجپوتوں کے سامنے یہ تجویز پیش بھی کی لیکن ہندو ایسے مجبور ہوئے کہ راجپوت راجپوتوں تک اپنی لڑکیاں مسلمان کو دینا فخر سمجھنے لگے۔

غرض ہندو دھرم کے لئے اب وہ وقت آ گیا تھا کہ تنزل کے اسباب مکمل ہو گئے راجپوت کھتریوں پر ہندوؤں کی آنکھیں تھیں کہ وہ ملک اور دھرم کی حفاظت کرینگے ملک تو

جا چکا تھا۔ دھرم بھی مٹنے کے آثار دکھانے لگا۔ مانا کہ ہندو راجوں نے مصلحت ملکی کے لحاظ سے مسلمان بادشاہوں کی لڑکیوں کے لینے سے انکار کیا لیکن وہ دبنے کب لگے تھے وہ تو ایک حکمت عملی تھی اور حکومت کا رعب تھا کہ راجپوت لڑکیاں مسلمانوں کو دینے پر مجبور ہوئے اور ہندوؤں کے لئے اس سے بدقسمت زمانہ نہ پہلے آیا تھا اور نہ بعد میں آیا کہ بخوشی خود لڑکیاں مسلمان ہونے کیلئے حوالہ کرتے تھے غرض یہ سب کچھ ہوا لیکن ہندوؤں کی حالت نہ سنبھلی ممکن ہے کہ ہندوؤں کی اندرونی شانتی بڑھ گئی ہو اور ہندوؤں نے مذہبی اور روحانی خود بینیوں میں ترقی کی ہو گی جو ہمیشہ کی سختیوں اور ظلموں اور خانہ جنگیوں میں ناممکن تھی لیکن ان میں وہ مجموعی طاقت نہ تو کسی مذہب کی نئی صورت میں پیدا ہوئی اور نہ کبھی اس قابل ہوئی کہ ہمیشہ آنے والے مصائب کے مقابلہ کرنے کے لئے تیار یا قابل ہوں گورو نانک دیو جی اور اس سے پہلے مذہبی مصلحان کی کوشش سے ممکن ہے کہ ہندوؤں کی مرض میں کچھ افاقہ ہوا ہو لیکن زائل نہیں ہوا اور پھر مخالف اسباب کے پیدا ہونے سے مرض بڑھنے لگا۔

اورنگ زیب کا زمانہ ہندو دھرم کے لئے نہایت کٹھن اور آزمائش کا زمانہ تھا وہ اس قدر متعصب تھا کہ اس نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے سخت جبر کو استعمال کیا جس قدر مسلمان بادشاہ ہندوستان میں ہوئے ہیں سب کی دلی رغبت ہندوؤں کے برخلاف تھی اور رہی ہر ایک کم و بیش ظلم رانی کرتا جس کے لئے تاریخ کا ایک ایک صفحہ شاہد ہے لیکن جس قدر بدنام اس بارے میں اورنگ زیب ہے اور کوئی نہیں۔

سوال یہ ہے کہ آیا اورنگ زیب نے واقعی ہندوؤں پر اس قدر ظلم کئے۔ کہ اس کو اس قدر نفرت سے بدنام کیا جاتا ہے اس بارہ میں ہزاروں مثالوں میں سے ہم صرف ایک مثال دکھا کر اہل بصارت کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔ ٹاڈ صاحب نے اپنی تاریخ راجستھان میں اورنگ زیب کے ملک میواڑ پر فوج کشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اس قدر ہندو قتل ہوئے کہ جس طرح اکبر نے کیٔے تھے مگر اُس نے اس مقام پر راجپوتوں کو قتل کرا کے ۷۴ من مقتولوں کے زناروں کے وزن سے اپنی فتح کی سنگینی کو تولا تھا۔ اسی طرح اورنگ زیب ہندوؤں کے زناروں کے وزن سے اپنی فتح کے وزن کو موازنہ کیا کرتا تھا۔ خواہ من کا کوئی وزن قرار دو۔ اُس سے اورنگ زیب کے بیدردانہ ظلموں کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اورنگ زیب کے خیالات اُن پہلے اسلامی فاتحان کے خیالات کی طرح تنگ اور تعصب سے پُر تھے۔ جو اسلام کا پھیلانا فخر اور موجب عزت کونین اور فرض متبرک سمجھتے تھے۔ ہندوستان کے پہلے مسلمان بادشاہ ہندوؤں پر پولیٹیکل مظالم کی اوٹ میں مذہبی جوش بھی نکال لیتے تھے۔ اگرچہ ہندو اس سے بھی دُکھت ہوتے تھے لیکن پولیٹیکل ہو اکے برداشت کے عادی ہوتے جاتے تھے اس لئے ظلم سہے جاتے تھے اور دن بسر کیٔے جاتے تھے مگر اورنگ زیب کی زبردستی اور بیرحمی مذہبی نظر سے تھی اور اس کی سعی محض یہ تھی کہ ہندوستان سے کفر کا نام مٹا دے اور سب کو مسلمان کر ڈالے۔ اِس لئے کئی وجوہات تھے۔ جس قدر بیرحمی اس بادشاہ نے اپنے خاندان اور بھائیوں کے قتل میں اور باپ کی قید میں ظاہر کی تھی اس کی شرمساری اور بدنامی کا داغ دھونے کے لئے وہ اپنے گرد و پیش کے مسلمانوں کو اپنے اسلام کا جوش دکھا کر دھوکا دینا چاہتا تھا۔ دوسرا اصل حقدار سلطنت کا دارا شکوہ اکبر کی طرح صلح کل پالیسی رکھتا تھا اور اس کے خیالات ہندوؤں کے ویدانتی فرقہ کی طرف زیادہ مائل ہونے کے باعث اورنگ زیب اپنی نظروں میں اس کو کفر پر محمول کرتا تھا۔ اور اُس کے برخلاف جہاد جائز ثابت کرنے کیلئے اسلامی جوش کا ظاہر کرنا اپنا ایک پاک فرض سمجھتا تھا اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر پولیٹیکل ضرورت ان ظلموں کی متقاضی نہ تھی جس قدر اس کی عیاری ذاتی مکاری اور تعصب تھے۔ اب ایسا وقت آپہنچا تھا کہ ہندوؤں کا نام روئے زمیں سے مٹ جائے یہ طوفان تعصب

ہندوؤں کے لئے سب سے زیادہ بلا انگیز اور یہ سب سیلاب اسلام سب سے زیادہ بربادی خیز تھا لیکن اس کے مقابل اس وقت ہندوؤں کی حالت کیا تھی۔ ایسے گذرے ہوئے تھے کہ ناگفتہ بہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام ہندوستان کی وسعت میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجتا تھا۔ ہندوؤں کی کوئی سلطنت باقی نہ رہی تھی سوائے چند راجپوت چھوٹی ریاستوں کے جن میں اکثر لق ودق جنگل تھے یا پہاڑی علاقے اور غاریں اور بس ان کا بھی یہ حال تھا کہ اسلام کی ٹڈی دل فوج ہر وقت ان کے روندنے میں تعینات تھی اور وہ بیچارے پہاڑوں میں چھپے چھپے پھرتے تھے اور ہندوؤں کی حفاظت کسی طرح نہیں کر سکتے تھے۔ چندر بنسی خاندان کا نام ونشان بھارت ورت سے مٹ چکا تھا۔ یادوؤں کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہا تھا کرشن اور یدھشٹر جیسے بلوان کے خاندانوں میں سے دیش کے لئے ایک آنسو بہانے والا بھی نہ رہا تھا سورج بنسی خاندان کی مٹی ہوئی نشانیاں اور بجھے ہوئے چراغ راجگان میواڑ کندروں اور پہاڑوں میں چھپے پھرتے تھے۔ اگنی کل راجپوتوں کے لختِ جگر اپنے دیش اور دھرم کے غارت گروں کو اپنی لڑکیاں نذر کرتے پھرتے تھے چھتری اور کھتری خاندانوں کے نام صفحۂ ہستی سے مٹ چکے تھے اب کوئی ہندوؤں کی حفاظت کرنے والا نہ تھا کچھ طاقت اس میں باقی نہ تھی۔ دُربل کمزور اور اپاہج تھے۔ وہ راجپوت اور کھتری تمام ہندوستان کے مر مٹے تھے جن کی نسبت ٹاڈ صاحب نے لکھا ہے:۔

"دہلی کی فتح اور راجہ دہلی کی گرفتاری۔ اُس کے رفیق راجہ چتوڑ اور اُس کے بہادرانِ فوج کی وفات نے ہند میں تاتاریوں کی فتح کا مزید اور قطعی دروازہ کھول دیا اور جب قنوج فتح ہوگیا اور اپنی قوم کا دغاباز نمک حرام دشمن راجہ جے چند اپنے افعال کی سزا میں دریائے گنگا کی لہروں میں ڈوب مرا۔ تو کوئی شخص ہند میں تختِ چوہان کے لئے تنازعہ کرنے شہاب الدین کے مقابلہ میں باقی

نہ رہا۔ اور بربادی۔ غارت۔ تاخت وتاراج اور جدال وقتال کے نظارے شروع ہوئے
جو عمر اور صدیوں تک جاری اور قائم رہے اس عرصہ میں تقریباً تمام نشان مذہبی
تقدسات اور علم و ہنر ان وحشی، بیدرد، ظالم غنیموں کے ہاتھوں تلف اور برباد
کئے گئے۔ شریف راجپوتوں نے استقلال اور صابرانہ دلیری سے ہر ایک موقعہ
اپنے مخالف کے مُنہ پھیرنے کا مقابلہ کیا۔ اپنی ثابت قدمی اور بہادری سے اُنہوں نے
اپنے دشمن کے تمام خاندانوں کو توڑا پھوڑا لیکن آخر تقدیر کے آگے سر جھکایا۔ راجستھان
کی کل سڑکیں اور شاہراہ فاتح اور مفتوح کے لہو کی ندیوں سے لبالب بھر گئے لیکن بفائدہ
کیونکہ ہمیشہ نئے سامان فاتحان کو بہم پہنچاتے تھے۔ ایک خاندان کے بعد دوسرا
جانشین ہوا جو اس ایک ہی قسم کی بیدردانہ عادتوں اور خصائل کے وارث تھے جن کے لئے
قتل کار ثواب غارت و تاخت حکم شرعی اور بربادی حکم خدا تصور ہوتے تھے ان مایوسانہ لڑائیوں
میں راجپوتوں کی تمام قومیں، روئے زمین اور صفحہ ہستی سے اُٹھ اور مٹ گئیں جن کے
نام صرف ان کے گذشتہ وجود اور عظمت کی نشانیاں باقی ہیں کون قوم تمام روئے زمین پر
اپنی تہذیب کے نشان اپنے آبا و اجداد کے رسم و رواج اور جوہر مِل کو اس قدر صدیوں کے بیشمار
اور لاتعداد غرق اور فنا کرنے والے مظالم میں قائم اور زندہ رکھ سکتی تھی۔ راجپوت اگرچہ
سرگرم مگر بے خبر ہوتا ہے لیکن جب ضرورت ہو تو وہ اپنی عادت برداشت اور ظاہراً بے
پرواہی کی پیدا کر لیتا ہے اور اپنے تئیں موقعہ انتقام کیلئے تیار رکھتا ہے۔ راجستھان ہی
صرف ایک تنہا مثال تاریخ انسان میں ایسے آدمیوں کی پیش کرتا ہے جو ہر ایک مظالم کا
مقابلہ کرتے رہے جو ظالمانہ وحشت سے ہو پڑنا ممکن ہو یا جس کی فطرت انسانی برداشت کر
سکتی ہو اور مقابلہ ایسے دشمن کے جنکے مذہب کا حکم ویرانی عالم بربادیئے جہان فنائے
موجودات زمانہ ہو۔ زمین پر گر کر یعنی عاجز ہو کر ظلموں کے دباؤ میں راجپوت تلوار اُٹھاتا ہے
اور مصیبت کو اپنی دلیری اور شجاعت کے سامان بناتا ہے اہل برطانیہ کی طرح نہیں

کہ ایک ہی دفعہ اہلِ روما کی طغیانی حکومت میں غرق ہو گئے تھے اور اُن کی کوشش
اپنے باغات اپنے راہبوں اور اپنی عبادت گاہوں کو بربادی سے بچانیکے بارہ میں سب بیکار
گئی تھیں سیکس کے مقابلہ میں بھی وہ اسی طرح دیگر پامال ہو گئے تھے پھر اسی طرح بمقابلہ اہل
ڈین کے اور بمقابلہ اپنے مخالف اہلِ نارمن کے سلطنت صرف ایک لڑائی کے ساتھ فتح اور مغلوب
ہوتی تھی اور مفتوحین کا مذہب اور قانون فاتحان کے مذہب اور قانون میں مِل جاتے تھے
اُن کے ساتھ راجپوتوں کا مقابلہ کرو۔ اُنکے مذہب اور رسم و رواج کا ایک فقرہ بھی گم نہیں
ہُوا۔ اگرچہ بہت سے قطعات زمین کے کھو بیٹھے اور اُن کی کئی ریاستیں سلطنت کے مِٹ
گئیں اور قومی نکحرامی کی سزائیں راٹھوروں کا فخر، چاہلک کی عظمت، قنوج کی سربلندی
اور عالیشان انلواڑہ کی شان و شوکت اب حرف مٹے ہوئے نام بجھے ہوئے نشان اور بھولی
ہوئی یادگاریں رہ گئی ہیں۔ پھر الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں تاریخ اُردو صفحہ ۵۸۷ مگر باوجود
اس کے کوئی ریاست ہندوؤں کی سخت لڑائی کے بدوں فتح نہ ہوئی بلکہ بعض بعض ریاستیں پوری
پوری طرح مطیع نہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ وہ آجتک قائم ہیں اور مسلمانوں کی سلطنت برباد ہو
چکی مقابلہ جو شہاب الدین کو ہندوؤں سے پیش آیا تو سارا سبب اس کا یہ تھا کہ ہندو لوگوں
میں راجپوتوں کی قوم قدیم سے سپاہی تھی اور تمام عمر اپنی سپہ گری میں بسر کرتی تھی اور تمام ذاتوں
سے اُن کی ذات بہت معزز اور ممتاز تھی اگرچہ اور لوگ بوجہات مذہب کے اختلاف سے الگ
الگ گروہ ہو گئے تھے مگر معاملوں میں گھلے ملے رہتے تھے۔ راجپوت قوم ایسی تھی کہ وہ ماں
کے پیٹ سے سپاہی ہی پیدا ہوئے تھے اور ہر گروہ اُن کا موروثی سردار رکھتا تھا باوجود اسکے
کہ مؤرخوں نے راجپوتوں کی قوم کی اس قدر تعریف کی ہے لیکن یہی راجپوت اس قدر
کمزور اور ضعیف ہو گئے تھے کہ رفتہ رفتہ تمام ریاستیں کھو بیٹھے تھے اور اکبر جہانگیر
شاہجہان اور عالمگیر کو لڑکیاں دینے پر مجبور ہوئے اور اس سے زیادہ صریح اس قوم
کے تنزل کا باعث دریافت کرنا عبث ہے۔ مانا کہ اکبر نے حکمت عملی کے ذریعے

راجپوت راجاؤں کی لڑکیاں لیں لیکن جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیر نے کیا حکمت عملی کی تھی۔ اُنہوں نے اپنی طاقت اور راجپوتوں کی کمزوری کے باعث اُن کی لڑکیاں لیں۔ یہ صحیح اور قابلِ تسلیم ہے اور راجپوتوں نے چپہ چپہ زمین بدوں خونریزی کے نہیں دی لیکن اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا شک نہیں کہ اکبر اور عالمگیر کے وقت تک ہندوؤں کی قوت ہندوستان میں بالکل ٹوٹ چکی تھی۔ سوائے میواڑ کے راجہ کے تمام خود مختار راجے ہندوستان کے صفحۂ ہستی سے اُٹھ گئے تھے تمام راجپوت اور کھتریوں کی قومیں فنا اور برباد ہو چکی ہیں کسی قسم کی پولیٹیکل طاقت یا تواریخی عظمت راجپوتوں کی بھی باقی نہ تھی راجہ میواڑ نے بھی کئی صدیوں کی بہادرانہ جانفشانی کے بعد اسلام کی اطاعت میں سر جھکا دیا تھا ہندو قوم کا سہارا اب کوئی نہ رہا تھا آخر راجپوتوں کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ جس کو الفنسٹن صاحب کی زبان میں بیان کرتے ہیں:۔

اگر اُن کی صفات مذکورہ بالا پر اُن کی سستی اور کاہلی اضافہ کریں جو قدیم سے چلی آئی ہے گو وہ ایسی نہ تھی کہ حال اُس کا تاریخ میں مذکور ہوتا اور نیز اُن اثروں کی بھی مراعات کریں جو اُس کے عرصہ دراز کے ہو جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے پر مترتب ہوئی۔ تو ایک ایسی خصلت پائی جاویگی۔ جو آج کل کے راجپوتوں میں پائی جاتی ہے اور وہ اپنے بزرگوں سے وہ مشابہت رکھتے ہیں جو اسکے بزرگ مہابھارت کے بہادر راجپوتوں سے رکھتے تھے۔

اورنگ زیب کے زمانہ تک ہندوستان اور ہندوؤں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ تمام ہندوستان پر اسلامی حکومت کا سایہ چھایا ہوا تھا۔ غرب میں گجرات اور دوارکا تک اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ دکن کی تمام ہندو حکومتیں رفتہ رفتہ پردہ فنا میں اپنا مُنہ چھپا رہی تھیں اور رامیشور میں مسجدیں تعمیر ہو کر اللہ اکبر کی بانگیں بلند تھیں۔ اوڑیسہ اور بنگالہ مدتوں سے اسلام کے مظالم کا تختۂ مشق بن رہا تھا شمال کے پہاڑوں میں بھی راجے محکوم اور مغلوب ہو چکے تھے کاشمیر پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا باوجود اس

کے ملک میں امن نہ تھا ہر طرف آئے دنوں بغاوتیں تھیں اور ہندو آٹا میں گھن کی طرح
پس رہے تھے تمام فوج کشیوں میں نقصان ہندو اُٹھاتے تھے تواریخ کے ورق اُلٹ
کر دیکھو۔ کوئی ورق اور دن ہندوستان میں اسلام کے زمانہ کا ایسا نہیں ملے گا۔
جس دن کوئی نہ کوئی لڑائی فوجکشی، بغاوت۔ جنگ اور جدل ہندوستان کے کسی
حصہ میں نہ ہو۔ اس صدیوں کے بدامنی اور تصادم میں ہندوؤں کی کونسی چیز بھی
جو بچ رہی ہو جو کچھ پہلے ہوا تھا اسکو نظر انداز کر کے اگر صرف اورنگزیب کے زمانوں
پر نظر ڈالیں تو وہ وقت آن پہنچا تھا۔ کہ ہندوؤں کا نام سر زمین ہند سے اس طرح
محو ہونے والا تھا۔ جس طرح اہل قریش کا عرب سے قریب تھا کہ مثل فارس، ٹرکی،
ترکستان، افغانستان، بلوچستان اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو تلانجلی دے
بیٹھیں، اور اسلام کی تلوار کے سامنے سر جھکا کر آبائی ملت کی خیرباد کہیں کیونکہ
ہندوؤں میں اب اہل اسلام کی طاقت کا مقابلہ کرنے کی نہ تو صلاحیت تھی نہ طاقت
تھی۔ نہ بھجابل تھا نہ دھرم بل رہا تھا۔ نہ دھن بل تھا۔ ایک منتشر اور دربل ٹکڑے
ٹکڑے ہوئی۔ قوم اب سسکتی تھی اور نزدیک تھا کہ اُس کی زندگی کا نفس آخری نکل
جائے۔ ہندو دھرم بے برگ ونوا تھا۔ بے پر وبال عنقا تھا۔ اُس کی کشتی حیات
طوفان میں ایسی گھری تھی کہ کنارے پر لگنے کی کوئی آس باقی ہو۔ اس کا ناخدا
کوئی نہ تھا۔ نہ میر بحر۔ ہر طرف طلاطم اور لہریں پر وہ نا اُمیدی سے اچانک ایک
شکل نمودار ہوئی۔ جس نے زور سے ہندو دھرم کی طرف سے پکار کر کہا ؎

کہتا حباب ہستی کا دریا رواں ہے
افسوس ہے کہ میں نہ رہوں اور جہاں رہے

اس اجنبی نے ہندو دھرم کی کشتی کو نہ صرف طوفان سے ہی نکالا۔ بلکہ کنارے لا کھڑا
کیا۔ ہندو دھرم کے شکستہ استخوان کے لئے وہ مومیائی تھا۔ سوکھے ہوئے سمیت

کے لئے ابرِ رحمت تھا۔ اُجڑے ہوئے دیار کا یارِ غمگسار تھا۔ آخر تھا وہ کون : گورو گوبند سنگھ تھا۔ جس کے نام سے دُنیا واقف ہے۔ جس درخت کو گورو نانک دیو جی نے لگایا تھا جس درخت کو گورو ارجن دیو اور گورو ہر گوبند نے اپنے خون کا پانی اور ہڈیوں کا کھاد دے کر زمین سے اُٹھایا تھا۔ جس کو گورو تیغ بہادر جی نے اپنے لہو سے سینچ کر ذرا بڑھایا تھا۔ اس کو گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے چار بیٹوں اور پانچ پیاروں اور ہزاروں عقیدتمند سنگھوں کے خون کے لبالب نہروں سے ایسا بلوان چڑھایا کہ آخر وہ پھل لایا۔ وہ پھل کیا تھے : قومیت، اخوت، وحدت اور محبت یعنی ایسا پھل کہ جن کا پوست وحدت الٰہی تھی۔ جس کے ریشے محبت قومی جس کے پردے حب الوطنی، جس کی گٹک اخوت اور جس کا شیریں رس قومیت تھی۔ اُس پرشوتم بیر، اُس مہان اُپکاری، اُس بے مثال حب الوطنی۔ اُس بے نظیر محبت قومی کی زندگی کے کارناموں کو ناظرین کی آگاہی کے لئے آئندہ سطروں میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں ؂

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

فقط
دولت رائے
۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

گورو گوبند سنگھ سے پہلے کے نَو گورو

تمہید میں یہ دکھایا گیا ہے کہ گورو نانک دیو نے ایشور بھگتی کے ذریعہ سے ہندوؤں کی اُس پست حالت کو اُٹھانا چاہا۔ جس میں وہ مدت دراز سے پڑے ہوئے تھے اور جس کے باعث سے وہ مسلمانوں کی نظر میں معیوب سمجھے جاتے تھے اور ہر طرح سے اُن کے ہاتھوں سے اذیت اُٹھاتے تھے۔ در اصل بات یہ تھی۔ کہ ہندوؤں نے بُت پرستی ناگزیر حالات میں غالباً بُدھ مذہب سے مستعار لی تھی۔ اور مسلمانوں کو بُت پرستی سے خاص نفرت تھی۔ شرک کا اسلام دشمن تھا۔ اور اسلام کی ابتدائی فتوحات بلکہ اسلام کی ساری کامیابی خاص محض اس باعث پر مبنی تھی کہ اس کی تعلیم میں بڑا مسئلہ شرک کو رفع کرنے اور بُت پرستی کو ذلیل کرنے کا تھا۔ اِس لئے ہندوستان میں بھی اسلام کی دشمنی ہندوؤں سے زیادہ تر اِس بُت پرستی کے باعث سے تھی اور تا وقتیکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بُت پرستی کو ہٹا کر ایک ایشور بھگتی میں نہ لگایا جاتا۔ اس وقت تک گورو نانک دیو کی پالیسی صلح کُل ہونے میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ اور جو نفرت ہندوؤں سے مسلمان کرتے تھے۔ اُس میں کچھ اصلاح نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ گورو نانک دیو نے ایشور بھگتی کے مسئلہ کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا اور یہ تدبیر اس کی بہت کارگر نکلی۔ اس کی صلح کُل حکمتِ عملی اور ایش بھگتی سے ہندوؤں نے بھی فائدہ اُٹھایا اور مسلمانوں کو بھی کوئی موقعہ شکایت کا پیدا نہ ہوا۔ گورو نانک دیو نے نہایت دانائی سے کام کیا اور جس قدر ممکن تھا۔ ہندو و مسلمانوں کو ایک خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو سخت نفرت مُدت سے چلی آتی تھی

وہ اس طریق سے کم ہو گئی ۔ اور ہندوؤں نے بھی ایشور کی بھگتی کی طرف رجوع کر کے بہت کچھ ذلت سے نکلنے کی طرف قدم بڑھایا ۔ گورو نانک دیو نے نہایت متانت اور سہولت سے ہندوؤں کو دیگر امور میں بھی اصلاح کی ۔ اُس کے قدم بقدم چلنے سے بہت فائدوں کے مترتب ہونے کی اُمید تھی ۔ اور گورو نانک دیو کے بعد دو گورو محض اس کے راہ پر چلتے گئے ۔ لیکن بدقسمتی سے تھوڑی دُور جا کر گورو نانک دیو کی گدی کے بارہ میں تنازعات شروع ہوئے اور گوروؤں کے طریق زندگی میں بھی تبدل پیدا ہوا ۔ رفتہ رفتہ اُن کی حالت مذہبی پیشوا سے ملکی پیشوا میں بدلتی گئی ۔ مسلمانوں کی بدبختی خود ہندوؤں کی ناعاقبت شعاری اور خود غرضی نے گوروؤں کے احاطہ میں وہ اسباب پیدا کئے کہ ان کو خود ناموس اور اپنی حفاظت کی غرض سے تلوار کا سہارا لینا پڑا ۔ اور اس لئے کئی دفعہ قربانیاں بھی ہوئیں لیکن جس قدر وہ شانتی اور ترقی کی طرف بڑھتے تھے ۔ تکالیف خود اُن کے سامنے آ کر اُنکو جنگی طریق کی طرف اُبھارتی تھیں ۔ نو گوروؤں تک بھی ایسا سلسلہ چلا کہ وہ سختیاں کچھ نہ کچھ درمیان میں جھیلتے رہے لیکن گورو گوبند سنگھ نے آخر کار تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق صورت بدلی اور مذہبی فرقہ سے جنگی فرقہ قرار دیا ۔ کس طرح یہ حالت پہنچی ۔ اُس کو گورو نانک دیو کے بعد اور گورو گوبند سنگھ سے پہلے کے گوروؤں کے مختصر واقعاتِ زندگی سے دکھاتے ہیں ۔

گورو انگد } گورو نانک دیو کا جانشین اُس کا ایک سکھ لہنا نام ہوا ۔ جو گورو انگد کے نام سے مشہور ہوا ہے اسکو خود نانک دیو نے منتخب کیا تھا اُس نے پریم بھگتی کا پرچار کیا اور اپنے گورو کے قدم بقدم شانتی صلح جوئی اور پریم بھگتی کا اُپدیش جاری رکھا اور پریما بھگتی اور ایشور بھجن میں لگا رہا ۔

گرد کی زندگی میں اُس کا یہ طریقہ تھا کہ وہ گرو کے حکم کی تعمیل بہر حال بلا چون و چرا لازم جانتا تھا۔ گو وہ کام کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح نانک دیو کے بعد بھی وہ گرو کے بچنوں کا پورا پابند رہا۔ اور ایک قدم بھی اِدھر اُدھر نہ رکھا۔ اُس کا لنگر ہر غریب اور خاص و عام کے لئے کھُلا ہُوا تھا۔ اور جو آتا تھا لنگر سے کھانا کھاتا تھا۔ لیکن خود خشک روٹی پر گذارہ کرتا تھا۔ بڑا ازاہد اور نفس کُش آدمی تھا۔ شیریں زبان تھا۔ اور مُنہ سے کسی کی بُرائی نہ کہتا تھا۔ اور نہ کسی کا بُرا کرتا تھا۔ وہ اوّل میں دیوی کا بڑا پُوجاری تھا۔ لیکن نانک دیو کا سکھ بنکر بعدہ موحّد ہو گیا تھا۔ سوائے ذات ایشور کی سب کی پرستش سے منع کرتا تھا۔ مرتے وقت بیٹوں کو نانک دیو کی گدی سے محروم کر دیا۔ کیونکہ اُن میں لیاقت نہ پائی اور اپنے گورو کی طرح وہ بھی اپنی اولاد میں سلسلۂ گدی نشینی قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے سکھ امرداس کھتری سوڈھی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

کہا جاتا ہے کہ اُس نے حروف گورمکھی کی ایجاد کی بنیاد رکھی۔ لیکن ایک قیاس یہ ہے کہ بموجب ارشاد گرو نانک دیو کی حیات ہی میں اُس نے سنسکرت حروف کو بدل کر گورمکھی حروف کی شکل میں مرتب کیا۔

کچھ ہو اس میں شک نہیں کہ گورمکھی حروف کا موجد یہی گرد تھا۔ افسوس ہے۔ کہ اُس کی اولاد اُس کی سمادھ کی پُوجاری بن کر روٹیاں کماتی اور کھاتی ہے۔

گوروامرداس گورو انگد کے سکھ بننے سے پہلے ان کے خیالات ہندو تعلیم کے بموجب دھرم کی طرف رجوع تھے۔ چنانچہ ۲۱ بار تیرتھ یاترا کی تھی۔ ۶۲ برس کی عمر تھی کہ سچے راستہ کی تلاش کرتے کرتے گورو نانک دیو کی تعلیم سے آگاہی حاصل کی۔ پسند آئی اور اثر کر گئی۔ اس لئے اس بڑھاپے میں اپنے تمام پُرانے پوراننک خیالات کو خیر باد کہہ کر گورو انگد جی کے سکھ بن گئے۔

پیرشو بیا موز کے مصداق ہوتے ہوئے اس امر کا ثبوت دیا کہ وہ سچ کے گرہن کے لئے کیسے تیار اور پیاسے تھے۔ لوگ لجا کا خیال چھوڑ کر فوراً سچے دھرم کو اختیار کر لیا اور اور پُرانے خیالات کو یکلخت چھوڑ دیا۔ زمانہ حال کے آدمیوں کو اُن کی زندگی سے یہ قیمتی نتیجہ حاصل کرنا چاہئے کہ سچ کے تسلیم کرنے کیلئے کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ دیر ہو گئی۔

اِسی بڑھاپے میں بارہ سال تک گرو کی وہ خدمت کی کہ جوانوں سے نہ ہو سکی اپنے عقیدہ کے ورڑھ اور ریاضت کُش تھے۔ عمر کے بُوڑھے تھے مگر کاموں کے جوان تھے۔ ہمیشہ صبح ہر موسم اور کال میں دریائے بیاس سے جو تین چار کوس کے فاصلہ پر تھا، گاگر پانی کی خود لا کر گورُو کو اشنان کراتے تھے۔

گورو نانک دیو کی گدی پر بیٹھ کر گورو نانک دیو کے خیالات کی اچھی طرح سے اشاعت کی۔ جو طریق اُس کے پہلے دو گوروُوں نے رکھا تھا اُسی پر نقش پا کی طرح چلے گئے۔ لنگر عام تھا۔ جو آتا تھا۔ لنگر میں جاتا تھا۔ خود صرف خشک چبینہ پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے وقت میں گورو نانک دیو کی تعلیم بہت اچھی طرح سے پھیلی۔ سکھی بہت بڑھ گئی۔ کئی راجوں نے بھی اُن کی تعلیم سے فیض پایا اور اُنکے سکھ ہو گئے۔ گورو نانک دیو کی سچی تعلیم کے کپتان جہاز پریم بھاؤ اور اُن کی عمر کی بزرگی یہ ایسے امور تھے کہ ان سے گورُو نانک دیو کے خیالات کی اشاعت اچھی طرح سے ہوئی اور گرُو نانک دیو کی تعلیم اپنا گھر کر گئی۔

چونکہ کھتری تھے اس لئے کسی کسی کام میں کھتریت بھی پائی جاتی تھی ایک شونا تھ جوگی موضع کھنڈور میں رہتے تھے عرصہ تک بارش نہ ہوئی۔ زمیندار جوگی سے خواہاں برکت ہوئے۔ جوگی نے کہا کہ جب تک گورو انگد گاؤں سے باہر نہ نکل جائینگے (کیونکہ اُنکی الفت مذہبی تھی) تب تک بارش نہ ہو گی۔ زمینداروں نے گورو انگد کو مجبور کیا وہ چلے گئے لیکن بارش نہ ہوئی کچھ عرصہ گزرنے پر لوگ گورو امرداس سے بارش کے لئے دُعا کے خواہان

ہوئے۔ گورو نے جاٹوں کو کہا۔ کہ جس جس کھیت میں تم جوگی کو گھسیٹو گے۔ وہاں وہاں بارش ہوگی۔ جاٹوں نے ایسا ہی کیا۔

اگرچہ اس میں انتقام کی بُو پائی جاتی ہے۔ اور اگر گورو نانک دیو یا گورو انگد جی ہوتے تو وہ درگذر سے جوگی کو مشکور کرتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جوگی نے بہت مخالفت کا طریق اختیار کر رکھا ہوگا۔ ورنہ اس بڑھاپے میں گورو امرداس سے ایسا سلوک زیبا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ وہ اس وقت کے واقف حال تھے اس قدر دور زمانہ کے بعد ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُنکا یہ فعل زیبا ہے یا نازیبا وہ اُس زمانہ کے نبض شناس تھے اور مرض وقت زیر نظر تھا۔ بقول سے

درشتی و نرمی بہم در بہ است　　چو جراح کہ فصاد و مرہم بر است

جیسا مناسب وقت تھا ویسا کام کیا۔

ایک بڑا کام جو اُن سے بن پڑا ہے۔ اور قابل ہزار تحسین کے ہے وہ یہ ہے کہ گورو نانک دیو کے بڑے بیٹے سری چند نے مذہب اداسی کی بُنیاد رکھ کر ایک نیا فرقہ پیدا کیا تھا اور اُس کو وہ گورو نانک دیو سے منسوب کرتا تھا اور یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ وہ بھی گورو نانک دیو کی تعلیم کا ایک جزو ہے اور وہ اسی طرح قابل تعظیم ہے۔ جس قدر گورو انگد اور اُس کی تعلیم۔ مگر یہ حالت دیکھکر گورو انگد جی بلحاظ ادب اولاد اپنے گورو کے خاموش رہے اور سری چند کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا لیکن گورو امرداس نے اس حالت کو گورو نانک دیو کی سچی تعلیم کے مخالف پایا اور سچی تعلیم کو پھر خطرہ میں دیکھ کر علانیہ اس امر کا اظہار کیا کہ اُداسی فرقہ کو گورو نانک دیو کی سچی تعلیم سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ سکھ دھرم بالکل علیحدہ ہے۔ اور ہندوؤں کے سب فرقوں کے لئے مساوی ہے۔ وہ خالص ہے کسی قید یا مذہب اور ملت سے آزاد ہے۔ فرقہ بندی سے منزہ ہے۔ وہ سچائی پر مبنی ہے اور عالمگیر ہے اس طرح اُس نے اُداسیوں کو

سکھوں کے دھرم سے بالکل علیحدہ کر ڈالا۔ اور گورو نانک دیو کی تعلیم کو خطرہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔ اور گورو کی تعلیم کو جو ابھی کونپلیں نکال رہی تھی۔ بربادی سے بچا لیا۔ ورنہ گورو نانک دیو کی تعلیم بھی ایک فرقہ تصوّر ہو کر دیگر فرقوں کی طرح زمانہ کے ساتھ نیست و نابود ہو جاتی۔

اس گورو نے ستی کی رسم کو بیہودہ قرار دیا اور کہا کہ سچا ستی ہونا یہ ہے کہ پتی کے غم اور درد میں ہمیشہ رہ کر مرنا ستی کہلاتا ہے۔ نہ کہ آگ میں جلنا اور اس کا زمی سے اُپدیش کرتے رہے اور گوندوال گاؤں میں سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ اکبر بھی ان گورو کے اُپدیشوں کو سنتا رہا۔ اور ان کے صُلح کُل طریق کو پسند کرتا تھا۔ یہ گرو سمت ۱۶۳۱ میں فوت ہو گئے اور .... اپنے داماد گورو رامداس کو بمقابلہ اپنے بیٹوں کے ترجیح دے کر گورو نانک دیو کی گدی پر بٹھایا۔

گورو رامداس گورو رامداس اپنے خسر اور گورو کی بڑی پریم بھگتی سے سیوا کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ان کی بیوی بھی اپنے باپ کی بڑی ہی سیوا کرتی تھی۔ گورو رامداس اُن دونوں سے خوش تھے۔ کچھ اس خیال سے کہ اولاد میں سلسلہ گدی نشینی مستقل کرنے سے نقصان عاید ہوتے ہیں۔ کچھ اُنکی غایت درجہ کی محبت اور سیوا سے خوش ہو کر گدی گورو نانک دیو جی کی گورو رامداس کو دی گئی۔ جو قریباً چھ سال گدی پر رہے۔ اکبر نے جاگیر دینی چاہی انہوں نے لینے سے انکار کیا مگر ایک قطعہ زمین کا لے کر تالاب کھدوایا جس کا نام امرت سر رکھا جو اب تک امرتسر کے نام سے مشہور ہے بڑی خوبی اس کے وقت کی یہ ہے کہ یہ بھی گورو نانک کے مشن اور خیالات کے برابر قدم بقدم چلتے رہے یہ گورو ساون سمت ۱۶۳۸ میں جان بحق ہوئے۔

گورو ارجن چوتھے گورو تک تو یہی قاعدہ چلا آیا تھا کہ گدی نشین اولاد کو نہیں کرتے تھے اور اسکے نقصان گورو نانک نے اپنے وسیع تجربہ سے دیکھ کر

اپنے پسران کو محروم کرکے ایک سکھ کو گدی دی تھی۔ گورو انگد اور گورو امرداس نے گورو نانک دیو کا تتبع کیا اور اپنی اولاد کو محروم کرکے گدی نشین دیگر سکھوں کو جو لایق ہوتے تھے کرتے تھے۔ لیکن گورو رامداس نے اس کے برخلاف اپنے بیٹوں میں سے ایک کو گدی نشینی کے لئے منتخب کیا اگرچہ منجملہ تین پسران کے اُس نے بلحاظ لیاقت سب سے چھوٹے بیٹے کو گدی نشین کیا لیکن اس موروثی طریق پر گدی نشینی کے جو نقصان ہوتے ہیں اور جن سے گورو نانک دیو اس گدی کو بچانا چاہتے تھے وہ آخر ظاہر ہوئے۔ اولاد میں سلسلہ وراثت رہنے سے یہ ضروری نہیں کہ جس لیاقت کا آدمی جانشین مطلوب ہے وہ ملے۔ باہر سے لانے میں انتخاب کی صورت واقع ہوتی ہے اور انتخاب میں لایق سے لایق آدمی چنا جا سکتا ہے۔ اور اس سے رشک اور حسد اور اس کے نامرغوب نتایج سے بھی رستگاری رہتی ہے۔ جو بھائیوں میں واقع ہوتی ہے۔ ہند کی خاک میں کچھ تاثیر ہی ایسی ہے۔ اور ہندوستان کی مٹی کا یہی خمیر ہے کہ نفاق۔ حسد۔ رشک اور خود غرضی۔ بھائیوں کو دیکھو تو اس میں غرق۔ دوستوں کو دیکھو۔ اس منزل کے راہرو۔ محبت اور یگانگت کا نام نہیں ہر ایک بات پر تنازعہ اور فساد اور اگرچہ نیک بزرگ کی اولاد تھے۔ بڑے گھرانے کے سپوت تھے۔ لیکن گورو رامداس کے بیٹوں میں بھی چخ چلی۔ بڑے دو بیٹوں کو محروم کرکے سب سے چھوٹے بیٹے کو گدی نشین کیا اگرچہ غالب امر چھوٹے بیٹے کی لیاقت ذاتی اس کی کامیابی کا موجب ہوئی لیکن بڑے بیٹے میں لیاقت نسبی کا فخر تھا۔ اسلئے منجھلے کا جو حال ہوا سو ہوا لیکن بڑے بیٹے نے ہمیشہ مخالفت کا طریق رکھا اور اس خانگی فساد کا نتیجہ بہت ہی برا ہوا۔ گورو ارجن کو خانگی فساد میں کچھ مصروف رہنا پڑا۔ اس کے خیالات اس فساد سے بہت کچھ متاثر ہوئے۔ اس لئے گورو نانک دیو کا مشن اُس پہلو پر ترقی نہ کر سکا۔ جس پر اُمید کی جا سکتی تھی۔ اور اس کا اثر گورو گوبند سنگھ کے وقت تک رہا۔ اور اُس کا مشن اُنکی زندگی میں

اس قدر کامیاب نہ ہُوا جس قدر ضرورت تھی یا جس قدر گرُو صاحب کا منشا تھا کیونکہ سکھ اُس درجہ تک اور اُس حد تک تیار نہ ہوئے تھے جس قدر اُس ضرورت میں ہوتے۔ کہ اس وقت سے گرُو خانہ جنگیوں میں مصروف نہ ہوتے اگرچہ ان خانہ جنگیوں نے بھی زمانہ کو گورو گوبند سنگھ تک اُس کام کے لئے تیار کر دیا جس کے لئے گورو گوبند سنگھ کو کام کرنا پڑا۔ اسلئے کئی اہل الرائے اُن خانہ جنگیوں کو ہی مبارک بنیاد سکھ دھرم کی اولوالعزمی اور پولیٹیکل ترقی کا موجب قرار دیتے ہیں مگر قرار واقعہ یہ ہے کہ خانہ جنگیوں نے اُٹھنے والے پودوں اور کونپلوں کو اُس حد تک نہ بڑھنے دیا جس کی ضرورت تھی۔

پرتھی چند کی مخالفت

گورو ارجن کے گدی نشین ہوتے ہی پرتھی چند بڑے بھائی نے مسلمانوں کے ساتھ سازش کر کے اس کو تکلیف دینی شروع کی۔ امرتسر کے نمونہ پر موضع ہیر میں تالاب اور عمارت بنوانی شروع کی لیکن اس میں بھی ناکامیاب ہُوا چونکہ والد کے وقت ہی کاروبار میں دخل رکھتا تھا آمدنی کا انتظام اس لئے سکھوں کی آمدنی کو اس نے بہت کچھ اپنے پاس روکا اور گورو ارجن کی آمدنی کم ہوتی گئی اور لنگر کے کام میں بہت ہرج واقعہ ہُوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ کبھی کبھی بھُونے ہوئے چنے لنگر میں تقسیم ہوتے تھے۔ بھائی گورو داس کو جو بااعتقاد سکھ تھا۔ ایسی حالت کو دیکھ کر خاص توجہ کرنی پڑی اور اس نے بڑی کوشش کر کے سکھوں کو گورو ارجن کی طرف رجوع کیا۔ اور اسی باعث سے گرو ارجن کی آمدنی کا انتظام کرنے کے لئے پہلے طریقہ سے نیا طریقہ ایجاد کرنا پڑا۔ پہلے سکھوں سے کوئی مقررہ رقم وصُول نہیں ہوتی تھی۔ جو جس کی مرضی آئی سو دے گیا اور جب مرضی آئی دے گیا۔ نہ تعداد مقرر تھی اور نہ وقت اور نہ وصُول کرنے کا انتظام تھا اور بھائی کی مخالفت کے مقابلہ میں بھی خرچ کی زیادہ ضرورت تھی۔ اس لئے گورو ارجن نے یہ طریقہ نکالا کہ چند متعدد منتظم دھرم سالوں کے مقرر کئے۔ جن کے ماتحت

سالانہ چندہ وصول ہو کر گورو کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا۔ اور کئی صورتوں میں ٹھیکے مقرر ہو گئے اور کئی سکھ خود حاضر ہو کر سالانہ بھینٹ نذر کرتے تھے۔

اس آمدنی کے انتظام کے ساتھ آمدنی کے ذرائع بڑھانے کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے جا بجا جدید دھرم سالیں بنائی گئیں۔ اور اس ذریعہ سے گورو نانک دیو کی تعلیم کا پرچار بھی زیادہ ہوا۔ دور دور تک لوگ مرید یعنی سکھ ہو گئے۔ پشاور اور قندھار تک سکھوں کی وسعت کا احاطہ وسیع ہو گیا اور سکھ مشن اس طرح ایک باقاعدہ انتظام کے ماتحت ہو گیا۔ ایک روایت ہے کہ دولت حاصل کرنے کے لئے گورو نے تجارت کا کام بھی شروع کیا اور ترکستان تک گھوڑوں کی تجارت پھیلائی تھی۔

گرنتھ کا مدون کرنا علاوہ اس کے گورو ارجن نے اپنے گذشتہ گوروؤں کے بھجن اور اپدیشوں کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ کیونکہ اپدیشوں کا سلسلہ پھیلتا جاتا تھا اور کتاب کی صورت میں لانے کی بہت ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے بڑی محنت سے مصالحہ جمع کیا۔ اور کتاب کی صورت میں بھائی گورداس سے مرتب کرا لیا۔ لیکن سوائے اپنے پیشوا گوروؤں کے باقی چند فقیروں کے بھجن وغیرہ بھی اس میں شامل کر لئے۔ غالباً گرنتھ صاحب کو مقبول عام بنانے کی غرض سے یا اسکو زیادہ ضخیم بنانے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ ورنہ کئی صورتوں میں ان بھجنوں کا آپس میں اختلاف ہے اور کئی صورتوں میں گورو نانک دیو کے مشن کے برخلاف بھی پائے جاتے ہیں۔ ان امور کا لحاظ غالباً اس وقت اسلئے نہیں ہوا کہ گورو ارجن کو اپنے گرد ہر قسم کے خیالات کے لوگوں کو جمع کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ پرتھی چند بڑا بھائی مسلمان حکام وقت سے سازشیں کر کے ان کی تخریب اور ذلت کے لئے ہمیشہ جد وجہد کرتا تھا اور انکو بھی اپنا جتھا بنانے کیلئے یہی طریقہ اختیار کرنا پڑا ہو گا۔ غرض جو کچھ ہوا اسمیں شک نہیں کہ گرنتھ صاحب مرتب ہو گیا اور یہ بڑی ضرورت رفع ہو گئی اور گورو نانک دیو

کے سکھوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کا سامان ملا۔ بدوں اس کے ایک اور خرابی کا احتمال
تھا کہ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ لوگ کئی قسم کے بھجن بنا کر گرو نانک دیو کے نام منسوب
کرنے اور اس طرح گرو نانک دیو کی تعلیم کا خالص رہنا مشکل ہو جاتا بلکہ اُس سے گورو نانک
دیو کی تعلیم کے مٹ جانے کا بھی احتمال تھا۔ کچھ زمانہ کے بعد یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا کہ
گورو نانک دیو کا کتھن کونسا اور دوسرے لوگوں کا کونسا ہے اسلیئے اس گرنتھ صاحب
کے بنانے میں گورو ارجن دیو نے گورو نانک کی تعلیم کو نہ صرف ہمیشہ کیلیئے محفوظ کرلیا۔
بلکہ اس میں تحریف اور تصحیح کا موقعہ ہمیشہ کیلیئے مخالفوں کیلیئے بند کر دیا اور اس کیلیئے قوم
کو گورو ارجن دیو کا احسانمند ہونا چاہیئے اور یہ کام انکا نہایت پاکیزہ متبرک اور دھرم
کی حفاظت کا تھا اور اُس کے لئے ہی اُنہوں نے اپنی زندگی کا بلیدان کیا اور اپنی زندگی
کے قومی یگ میں ایک اور آہوتی ڈالی۔ جس کا ذکر آگے ہوگا اور اُس نے ہی نہایت دور
اندیشی سے آئندہ کے لئے اس گرنتھ میں آئندہ ایزادی منع کر دی اور اُس کی متبرک
عظمت اور خوبی کو خراب ہونے سے بچا لیا۔ ورنہ وقت کے تغیر و تبدل کے ساتھ خیالات کا
اختلاف لازمی امر ہے اور ہر ایک آدمی کے اپنے اپنے خیالات ہوتے ہیں اگر مختلف خیالات اس
میں راہ پاتے تو گورو نانک دیو کی تعلیم عبث ہو جاتی بہت دانشمندی کی کہ مزید ایزادی کا اختیار
بند کر دیا اور آئندہ ملاوٹ کیلیئے اُس پر خاتمہ کی مُہر کر دی اور بجائے خود یہ گرنتھ صاحب ایک
عمدہ کتاب زمانہ کی ضروریات پورا کرنے کے لئے مکمل ہو گیا اور اس کا نام کتاب یعنی گرنتھ صاحب
رکھا گیا۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اس گرنتھ صاحب کا ہندوؤں کی دیگر کتابوں اور تحریروں
سے مقابلہ کریں اور ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے قلم اُٹھائیں بلکہ ہمارا مطلب صرف
اتنا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کیلیئے یہ کتاب نہایت مفید نسخہ ہے اور اسکی اُس وقت
ضرورت تھی اور اس سے گورو نانک دیو کی تعلیم ایسی محفوظ ہو گئی کہ دستبرد زمانہ کا زیادہ
خطرہ نہیں رہا۔ بھائی گوروداس نے کچھ بھجن بنائے تھے اور اُس کی خواہش تھی کہ اُنکو

گرنتھ صاحب میں شامل کیا جاوے۔ مگر چونکہ اُن میں ذرا تیز مصالحہ استعمال کیا گیا تھا اور صلح کل اور شانتی کی حد سے کسی قدر وہ متجاوز تھے۔ اس لئے گورو ارجن دیو نے ان کو شامل کرنے سے انکار کیا مگر بھائی گورو داس کی ہٹ پریم اور بھگتی دیکھ کر شامل کرنے کی طرف مائل ہوئے لیکن آخر خود بھائی نے اپنی تحریر کو اس لائق نہ پایا کہ وہ گرو کے بھجنوں کے ساتھ شامل ہوں۔ شامل تو نہ ہوئے لیکن سکھ ان کو بہت محبت اور عزت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ گورو ارجن دیو بوجہ فطرتی ذہن اور ذکا کے گرو نانک دیو کی تعلیم کی وسعت کو بخوبی سمجھنے والا یہی پہلا شخص تھا۔ چنانچہ اُس نے محسوس کیا کہ گورو نانک دیو کی تعلیم ہر زمانہ اور ہر حالت کے مطابق ہے اور اسی خیال کو لئے ہوئے اُس نے گورو نانک دیو کی تعلیم کو وسیع کیا۔ خوب پرچار کیا۔ گرنتھ صاحب کو مدون کر کے ایک کتاب کی صورت میں بنا دیا۔

تالاب اور امرت سر کی بنیاد

امرت سر کے تالاب میں عمارت کی بنیاد رکھ کر آبادی اور امرت سر کی بنیاد رکھی اور سکھوں کے لئے ایک مرکز مقرر کر کے ایک عالم تکیہ گاہ بنایا تاکہ وہ مرکز وہاں گرد و نواح کے سکھوں کو کھینچ کر اتفاق اور برادرانہ محبت میں ایک عبادت گاہ میں اکٹھا کرے۔ وہی کم حیثیت جھونپڑیاں اب ایک عالیشان زیارت گاہ بن گئی ہیں جہاں سکھوں کی تمام جماعتیں زیارت کرنا اپنا متبرک فرض سمجھتی ہیں اور گورو نانک دیو کی تعلیم کا وہ عالیشان مرکز بن گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے بھائی پجاری برہمنوں کی راہ چل کر گورو نانک دیو اور گورو ارجن دیو کے مشن کو نقش بر آب کر رہے ہیں اور جو پودا بڑی محنت اور تن من سے لہو دے دے کر لگایا گیا تھا اس کو اپنی نفس پرستی کی دیمک سے ایسا کھوکھلا کر رہے ہیں کہ اس پودے کے مرجھا جانے کا احتمال ہے زمانہ کی فرسودہ کرتے رہنے کی عادت بجائے خود ہر ایک چیز کو گھسانے کی طرف مائل ہے اگر علاوہ ان کے خاص اور اسباب فرسودگی کے پیدا ہو جاویں تو بہت ہی قابل افسوس اور ارمان کا موقعہ ہے

اس گرُو کا ایک لطیفہ بہت دلچسپ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں گورُو امرداس کے پسر سوہن جی زندہ تھے یہ ملنے گئے۔ سوہن نے کہا کہ ارجن آپ نے داہڑی اتنی لمبی کیوں کرلی ہے اُس نے جواب دیا کہ آپ کے قدموں کی خاک جھاڑنے کیلئے۔

پرتھی چند کا عناد اور گرُو ارجن کی وفات } ہر چند سکھوں نے قولاً و فعلاً گرو ارجن دیو کو اپنا گرو تسلیم کرلیا۔ اور گورُو ارجن دیو نے اپنے سکھوں کو باقاعدہ بھی بنالیا اور انتظام درست ٹھیک ٹھاک کرلیا۔ لیکن پرتھی چند کے دِل میں حسد کی چنگاری ہمیشہ سُلگتی رہی اور آخر کار اس ہون کنڈ میں جو زمانہ تیار کر رہا تھا کافور بھتی اور ہون کنڈ کو ایسا بھڑکا دیا کہ پہلی آہوتی اس کی محسود اور چھوٹے بھائی سکھوں کے بڑے ہادی اور ہندوؤں کے بڑے محسن کا شریر بنا۔

پرتھی چند۔ کے روزمرّہ عناد اور فساد کے باعث گورو ارجن دیو امرت سر سے چلے گئے اور ترنتارن میں کچھ عرصہ جاکر رہے وہاں بھی تالاب کھدوایا اور آبادی کر رونق دی وہاں سے ضلع جالندھر میں جاکر ایک گاؤں کرتار پور آباد کیا۔ وہاں سے اِدھر اُدھر کچھ عرصہ گھومتے رہے۔ موضع وڈالی میں کچھ دن رہے۔ وہاں ہرگوبند پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے تنازعہ رفع کرنے کیلئے گرو ارجن نے پرتھی چند کے پسر مہربان کو متبنّٰے بنایا ہوا تھا۔ اور اس سے پرتھی چند کی اُمیدیں زندہ تھیں۔ لیکن ہرگوبند کے پیدا ہونے سے وہ اُمید مُرجھا گئی۔ اسلیئے آتش رشک و حسد اور بھی بھڑک اُٹھی پرتھی چند نے مسلمانوں سے ساز باز کرکے گورو ارجن کو تکلیف دینی شروع کردی۔ اکبر تک تنازعہ گیا لیکن اُس نے کہا کہ چونکہ والد اور گورو گدی ارجن کو دے گئے ہیں وہ اس میں دست اندازی کرنی پسند نہیں کرتا۔ پرتھی چند نے ایک دفعہ زہر خورانی معرفت نندلعل برہمن رسویا کی اور دیگر کئی طریقوں سے گورو ارجن دیو اور اُس کے بیٹے ہرگوبند کا نقش صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہا لیکن رائیگاں ہوا اور سکھ پرتھی چند کے اس کام سے

سخت ناراض ہوئے۔ آخر رفع فساد کے لئے صلح کرائی گئی۔ گرو گدی ارجن دیو کے حصّہ میں آئی اور تمام جائداد زرعی معہ جاگیر پرتھی چند کے حصّہ میں گئی۔ لیکن پرتھی چند کے دانت تو گدی پر تھے تنازعہ رفع نہ ہوا۔ چندو شاہ دیوان لاہور کی گرو ارجن سے موافقت نہ تھی کیونکہ گرو ارجن دیو نے چندو شاہ کی بیٹی اپنے بیٹے کے لئے لینے سے انکار کیا تھا اسلئے پرتھی چند نے موقعہ دیکھ کر چندو شاہ کو مخالفت پر آمادہ کیا۔ چندو شاہ نے بہت زور لگایا کہ گورو ارجن دیو اس کا سمبندھی بنے اور اس کی بیٹی قبول کرے لیکن گرو نے نہ مانا اور ایک دفعہ وہ اُسے ایک فقیر حقارتاً کہہ چکا تھا۔ آخر ایک ایسا موقعہ پیش آیا کہ جہانگیر کو چندو شاہ نے گرو سے سخت مخالف کر دیا۔ جہانگیر سے اُس کا حقیقی بیٹا خسرو بغاوت کرنے پنجاب کی طرف آیا اور یہاں بے عزتی سے شکست کھائی۔ بقول ایک روایت خسرو کے حق میں گورو نے دُعائے فتح کی تھی اور روپیہ سے امداد دی تھی اور بقول دیگر روایت خسرو کے ساتھ سازش میں شامل رہا۔ ممکن ہے کہ چندو شاہ کی مخالفت اور پرتھی چند کی عقوبت کا علاج گرو نے یہ سوچا ہو کہ وہ آئندہ ولیعہد سلطنت ہند کے ساتھ رفاقت پیدا کر کے اپنا پہلو مضبوط کرے خواہ کچھ ہی ہوا ہو۔ چندو شاہ کو انتقام کا موقعہ مل گیا۔ اور اُس نے جہانگیر کو گرو سے برگشتہ کر دیا۔ جہانگیر نے گورو ارجن دیو کو قید کر کے چندو شاہ کے حوالہ کر دیا اور چندو شاہ نے گورو کے پاک اور پوتر اور خیر مجسّم جسم کو دریائے راوی کے پانی کے ذریعہ اُس اگنی کنڈ کی اگنی میں پہلی آہوتی ڈالی۔ جس اگنی کنڈ کی اگنی سے ہندوستان کے چاروں کونوں میں آگ لگی تھی۔ یہ آہوتی سمت ۱۶۶۳ میں پُورن ہوئی۔

گورو ہرگوبند جب سمت ۱۶۶۳ میں گورو ہرگوبند گدی نشین ہوئے۔ تو آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی لیکن بمقابلہ عمر کے زیادہ سنجیدہ اور فہمیدہ تھے۔ اپنے باپ کی آہوتی کو اُس کنڈ میں جو قومی اگنی کنڈ پیدا ہو رہا تھا۔ دیکھ چکے تھے عجب اتفاق ہے کہ مخالف جو تدبیر اس اگنی کو بجھانے کی کرتے تھے ۱۵ گنی اور بھی زیادہ

بھڑک اُٹھی تھی۔ اگرچہ گورو ارجن کی اس بیدردانہ اور بے وجہ ہلاکت سے ظاہراً ایک قسم کا ذاتی کینہ اور بغض پورا کیا گیا۔ لیکن اُن کا گرنتھ صاحب کا جمع کرنا اور سکھوں کا باقاعدہ انتظام اور آمدنی کا تدارک وغیرہ ایسے امور تھے کہ جو دُور بین آنکھوں میں کھٹکنے لگے تھے اس لئے اس کو مارنے سے وہ اگنی جو قومیت کے کُنڈ کو سُلگانے کیلئے سُلگ رہی تھی۔ زیادہ بھڑک اُٹھی۔ گورو ہرگوبند کی گدی نشینی کی مخالفت کرکے پرتھی چند وغیرہ نے آئندہ خود گورو بننا چاہا اور کوشش بھی کی لیکن اس کوشش کا نتیجہ بھی وہی ہُوا کہ قومیت کی آگ اور بھی جوش سے شعلہ زن ہونے لگی اور پرتھی چند جو گدی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ وہ کامیاب نہ ہُوا کیونکہ گورو ارجن دیو کی ہلاکت اور گورو نانک دیو کی تعلیم کی مخالفت وغیرہ کے الزام اس کی نسبت عائد ہو گئے تھے اور اس لئے کب ممکن تھا کہ سکھ ایسے شخص کو اپنا رہبر تسلیم کریں۔

گورو ہرگوبند جس قدر جوانی کی طرف بڑھتا رہا اور سکھ دھرم کی مذہبی اور روحانی لیڈر ہونے کی لیاقت جمع کرتا رہا۔ اُسی قدر اُس کے دل میں باپ کی بے گناہ موت کا بدلہ لینے کی قوت بھی ترقی کرتی گئی۔ یہ نوجوان گورو نانک دیو کی تعلیم سے پورا ماہر تھا اور ہر وقت الشور بھجن اور اُپدیش میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اسکی طبیعت شہ زوری سواری نیزہ بازی اور مروجہ فنون جنگ سیکھنے کی طرف بھی راغب تھی۔ اس وقت تک گورو نانک دیو کی تعلیم خالص مذہبی اور روحانی چلی آتی تھی اور صرف روحانی اور مذہبی ترقی کرنا ہی پچھلے گوروؤں کا معراج رہا۔ لیکن گورو ہرگوبند نے جسمانی اور دنیاوی ترقی بھی اپنا معراج بنا لیا۔ کچھ شک نہیں کہ گورو نانک دیو کی تعلیم زمین میں دنیاوی ترقی اور پولیٹیکل عظمت حاصل کرنے کے بیج موجود تھے۔ جنھوں نے زمانہ گے وقت مناسب کا پانی لے کر اُگنا تھا۔ اس لئے اس بارہ میں جو گورو نانک دیو کی تعلیم تھی۔ اس کو گورو ارجن دیو تحریک میں لائے۔ اور گورو ہرگوبند سنگھ نے اس کو وسیع کر دیا۔

اور پولیٹیکل ترقی کا آغاز سکھ دھرم میں شروع ہوا۔ گورو ہر گوبند بلحاظ قدرتی طبیعت کے بہادر اور صاحب ہمت تھے۔ جوان۔ بلند بالا اور مردانہ شغلوں شکار اور سواری کا مشتاق کچھ اپنے باپ کے قتل کا رنج دل میں ہر وقت جوش انتقام کو بھڑکاتا تھا۔ اور ہمت اور حوصلہ اُبھارتے تھے کہ اُٹھو۔ کھتری دھرم کے چھوڑنے سے جو مصیبتیں ہندوؤں اور ہندو دھرم پر آئی ہیں۔ اُس دھرم کو پھر قبول کر کے اپنے دھرم اور دیش بھائیوں کی حفاظت کرو کیونکہ ہندوؤں کے دھرم شاستر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے اپنے دیش اور اپنے دھرم کی حفاظت کیلئے کھتریوں کا دھرم ہے کہ تلوار اُٹھائیں لیکن اس دھرم کو ہندو مُدت سے اہل اسلام کے مقابلہ میں بھول گئے تھے اور اس لئے دکھ بھی اُٹھاتے تھے کو ہندوؤں میں اپنے مخالفین دھرم اور دیش کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانا ایک متبرک خیال کیا جاتا تھا لیکن اسلام کے زبردست ہاتھوں نے ہندوؤں کے آپس کے تفرقہ و اتفاق نے اس کھشاتر دھرم کو انکی قوت حافظہ سے خارج کر دیا تھا اور یہ تعلیم لب فراموشی میں بند تھی کہ پھر اُن کو یاد کرانے کا کام گورو ہرگوبند نے اس طرح اپنے ذمہ لیا۔ جس طرح صرف ایک ایشور کی بھگتی میں لگا کر ویدک تعلیم کے برخلاف پھیلی ہوئی جہالت کو اُٹھانے کا کام گرو نانک دیو نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ غرض ضرورتِ وقت اور زمانہ اور فطرتی طبیعت نے اس کو اُبھارا اور آخر کار گورو ہرگوبند دونوں رُوحانی اور دُنیاوی طریقوں کا پیشوا بن گیا۔

گورو ہرگوبند کا شکار کھیلنا اگرچہ گورو نانک دیو کھتریوں کے شکار وغیرہ کے مؤید تھے لیکن وہ ایشور بھجن میں ایسے لگے ہوئے تھے کہ اسکو خود کبھی استعمال نہ کیا اور ان کے بعد کے چار دیگر جانشین بھی گورو نانک دیو کے قدم بقدم چلتے آئے لیکن گورو ہرگوبند نے کھتری سپرٹ ساتھ شامل کر کے شکار کھیلنا اور مانس کھانا اختیار کر لیا اور شکار کو اپنا ایک شغل بنا لیا اور اس کے پیرو سکھ بھی مانس کھانے اور شکار میں دلچسپی لینے لگ گئے۔ اسکی طبیعت سیر و شکار اور مردانہ کھیلوں میں زیادہ مائل تھی اور اس میں وہ دلچسپی بھی لیتا تھا

کوئی مؤرخ یہ لکھتے ہیں کہ نوجوان اور اولوالعزم گورو ہرگوبند کے دل میں مذہبی پیشوا ہونے کے ساتھ ہی شاہی خیالات دل میں سمائے ہوئے تھے اور وہ خود مختار حکومت حاصل کرنیکے خیالات رکھتا تھا ممکن ہے کہ ایسا ہوا اور ہم اس قدر دراز زمانہ کے گذرنے پر کیا کہہ سکتے ہیں کہ واقعات کیا تھے لیکن عقل تسلیم نہیں کرتی کہ گورو ہرگوبند کو اس قدر قلیل اور کم اسباب کے ساتھ کبھی یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ خود اختیاری کی دھن میں ہو جائے۔ ایسے نوجوان دل میں جس کے والد کو ظالموں نے بے رحمی سے اور بے گناہ قتل کیا ہو جس کے دل میں انتقام کا شعلہ ہر وقت بھڑک رہا ہو۔ اور جس کے دل میں قدرتاً جوانی اور اولوالعزمی کا خون اُبلتا ہوا اگر یہ خیال ہو کہ وہ موقعہ اور طاقت حاصل کر کے انتقام حاصل کرے یا اپنے دشمنوں سے حفاظت کیلئے اپنے گرد سپاہی وضع لوگوں کو جمع کرے تو کچھ تعجب نہیں ہے اگر بادشاہی کے خیالات کا پیدا ہونا قرین قیاس نہیں ہے کہ اگر بالفرض محال اُنکے دل میں یہ اُمنگ بھی ہو کہ وہ خود مختار حکومت حاصل کریں تو اس میں کونسی قباحت تھی اور کیوں نکتہ چینی کی جاوے اس مشکل بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے سلسلہ واقعات کو شروع کرتے ہیں گورو ہرگوبند خواہ اپنی حفاظت کی غرض سے اکوئی بھی باعث ہوا اپنے گرد سپاہی اور سوار جمع کرنے لگا۔ اور یہاں اُس پر یہ نکتہ چینی کی جاتی ہے کہ لٹیرے اور بد وضع اور مجرم و مفرور لوگ اُس کے پاس پناہ لیتے تھے لیکن ذرا تواریخ کے ورق اُلٹ کر دیکھو۔ اس وقت کا کونسا نواب یا رئیس یا صوبہ سپہ سالار ایسا تھا۔ جس کے ماتحت لٹیروں بدمعاشوں اور بد وضع رہزنوں اور مجرمان مفرور کی جماعت موجود نہ رہتی ہو۔ اور یہی جماعت فوجی کام نہ دیتی ہو۔ اس وقت ایسے ہی آدمی ملتے تھے اور اگر گورو گوبند کے پاس ایسے شخص ملازمت میں داخل ہوئے ہوں تو اُس کو کیوں قابل نکتہ چینی سمجھا جاوے جو مصالحہ اس وقت مل سکتا تھا۔ وہی کام میں لگایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگی خیالات سکھوں میں پیدا ہونے کی ابتدا گورو ارجن دیو کا قتل اور اس کے انتقام کی خواہش ہے چونکہ مسلمان بادشاہ اور حاکم وقت چندو لعل کے

ساتھ شامل تھے اور چندو لعل نے اُن کی امداد سے اور اُن کے حکم سے گورو ارجن دیو کو
قتل کرایا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کے ساتھ بھی ایک گونہ گورو ہر گوبند کا دل صاف نہ تھا۔
اور اُن کو نیز وہ ظالم خیال کرتا تھا۔ اس لئے اُس نے دونوں کے مقابلہ میں اپنی طاقت
پیدا کرنی چاہی اور سکھوں کو ہندوؤں کی اس وقت کی مروج سپرٹ سے نکال کر جنگی سپرٹ
میں بھی ساتھ ہی شامل کار کیا اور صحیفہ زمانہ کا ایک ورق اُلٹ کر اسی مسئلہ کو رواج دیا۔ کہ
راج میں جوگ کماؤ ہندوؤں کا وظیفہ تو تھا کہ راج چھوڑ جوگی بن جاؤ۔ گورو ہر گوبند نے کہا کہ
نہیں، راج میں جوگ کماؤ۔ اس کے لئے کسی طرح گورو ہر گوبند کا فعل قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔
بدھ کی تعلیم کیا تھی۔ نیک افعال اور بے آزاری چہ جائیکہ جنگ و جدل لیکن بدھ کے بعد بدھوؤں
نے کیا کیا تلوار سے ملک کے ملک اور دل کے دل آدمی روند ڈالے۔ عیسیٰ نے کیا پرچار کیا
اگر تمہاری گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال سامنے کر دو۔ لیکن اس کے پیروؤں نے کیا کیا۔
ہر روز آتش فشاں اور بربادی خیز اسلحہ ایجاد کر کے ساری دُنیا کو پامال اور بالشت بالشت
زمین خون سے آلودہ کر دی۔ اگر گورو نانک دیو کی بے آزار تعلیم سے گورو ہر گوبند نے حفاظت
خود اختیاری اور اپنے باپ کے قتل کے بدلے لینے کے لئے راج میں جوگ کماؤ کا ورق اُلٹ
دیا تو کیوں اُس پر نکتہ چینی کی جاوے حالانکہ جس کے مذہب میں اپنی حفاظت کے لئے تلوار
اُٹھانا یعنی کھتری دھرم کا پالن کرنا مہادھرم اور ثواب ہو کیونکہ ہندو دھرم میں کھتری دھرم
کو سب سے بڑا کہا گیا ہے۔ جس دھرم کے پورا کرنے سے ہی مکتی مل سکتی ہے۔ چندو لعل
آخر کار اپنے کیفرِ اعمال کو پہنچا اور بادشاہ کے حکم سے اُس کا گھر لوٹا اور اسکو تلوار کے
رستے پار اوتارا گیا بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ گورو نے اسکو مروا دیا۔ کیونکہ بادشاہ نے
اس کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور کئی اس کے برخلاف ہیں۔ خیر کچھ ہی ہو اس میں شک نہیں کہ
چندو لعل بھی بے عزتی سے قتل کیا گیا۔

اسکے بعد گورو ہر گوبند ایشور کے بھجن اور ایشور کے گن گانے اور گورو نانک دیو کی پوتر تعلیم پھیلانے میں

مصروف رہنے کے سوا دُنیاوی کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔
دو تلواریں کمر میں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک پیری کی ہے اور دوسری امیری کی تند
اور تیغ دونو ہمارا حق ہے ۔ دربار کرتے تھے ۔ عدالت کرتے تھے شکار کھیلتے تھے گھوڑے اور
سپاہی بہم پہنچائے اسلحہ جمع کرنے لگا ۔ لوہ گڑھ کا قلعہ بنوایا جو اب امرت سر شہر کے ایک حصّہ میں
داخل ہے ۔ اکال بنگہ چبوترہ بنوا کر اُس پر تخت لگا کر دربار کیا کرتے گذشتہ زمانہ کے بھارت کے
بہادروں کے گیت سنایا کرتے تھے لباس سپاہیانہ وضع کا رکھنے لگ گئے تھے ۔ بادشاہ جہانگیر
کی توجہ اس طرف مخالفین نے دلائی آخر جہانگیر نے انکو اپنے دربار میں طلب کیا اور گوروہر گوبند کو
اپنے حلقۂ اُمرا میں رکھنے لگا گوروہر گوبند کچھ عرصہ گویا بادشاہ کے زیر نظر رہا کاشمیر تک بادشاہ
کے ساتھ گیا لیکن اُس وقت بھی اپنے شغلوں کو نہ چھوڑا اکثر شکار میں مصروف رہتا تھا ۔
ممکن ہے کہ اس عرصہ میں گوروہر گوبند کو چندو لال کے برخلاف بادشاہ کو ناراض کرنے
میں کامیابی حاصل کی ہو اگرچہ بہت عرصہ تک جہانگیر کے مصاحبوں میں رہے لیکن اپنے
خیالات میں پختہ رہے اور وہ اپنے تئیں قدرتی پیشوا انسانوں کا سمجھتا تھا اور کئی دفعہ خلاف
مرضی بادشاہ کئی امور ایسے واقعہ ہوتے تھے کہ جن سے بادشاہ ناراض ہو جاتا تھا ۔ آزادی
کے خیال دماغ میں کام کر رہے تھے ۔ اس لئے کئی دفعہ اسلامیہ مذہب کو وحشیانہ اور جنگلی
اور ظالمانہ مذہب کہنے سے درگذر نہ کرتا تھا ۔ بادشاہ مسلمان اہل دربار سب کے سب
متعصب مسلمان یہ کس طرح گوارا ہوسکتا تھا کہ وہ گوروہر گوبند کی ایسی بے باکانہ نکتہ چینی برخلاف
تعلیم اسلام برداشت یا گوارا کرتے ۔ اس لئے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اُن سے متنفر کرا دیا ۔
اور بادشاہ نے اس بہانہ سے اس کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا کہ گورو ارجن دیو پر جو
جرمانہ دو لاکھ ہوا تھا وہ ادا نہیں ہوا ۔ ادا کرے ورنہ قید ۔ ان کے پاس روپیہ کہاں تھا قید
میں چلے گئے ۔ سکھوں کے پاس اس قدر روپیہ جمع کرنا بھی مشکل تھا اور کچھ گوروہر گوبند روپیہ
جمع کرنے کی اعانت میں تامل کرتے تھے ۔ اس لئے عرصہ تک وہ قلعہ گوالیار میں قید رہے۔

لیکن اندر اُس نے اپنے خیالات کو ایسا مضبوط رکھا کہ جیسا چاہئے تھا۔ ہر سکھوں نے اپنے گورُو کی محبت اور عزت کا وہ ثبوت دیا کہ اسکی نظیر دُنیا میں نہیں ملتی جس قلعہ گوالیار میں گورو قید تھے سکھوں نے اس کو اپنی زیارت گاہ بنالیا۔ اندر اگرچہ نہیں جاسکتے تھے لیکن دیوار کے ساتھ اپنی پیشانی رگڑ کر واپس آتے تھے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بعض کی رائے ہے کہ گورو ہرگوبند اس طرح بارہ سال قلعہ گوالیار میں مقید رہے۔ لیکن زمانہ قید کا تعین کرنا مشکل ہے۔ گورو ہرگوبند جی نے قید رہ کر بھی اپنا کام نہ چھوڑا۔ آخر جہانگیر نے گورُو کو رہا کیا غالباً اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پنجاب میں آخری وقت میں اسکو آصف خاں وغیرہ سے تکالیف پہنچیں اور ہر طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں اور سکھوں نے بھی اپنے حسن عقیدت کا پورا ثبوت دیا تھا اسکو یہ ضرور ہراس ہوگا کہ سکھ گورو کا بدلہ لینے کے لئے کسی بغاوت میں شامل نہ ہو جاویں۔ اسلیئے اس نے اپنی جہت کو مضبوط کرنے کے لئے اور خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے گورو کو چھوڑ دیا ہوگا۔ گورو رہا ہو کر پھر اپنے وطن مالوہ میں واپس آئے لیکن پہلے سے زیادہ اولوالعزم تھے۔ زمانہ نے واقعات کا سلسلہ ایسا پیش کیا کہ گورو ہرگوبند اپنی فوج سلطانی لشکر کے مقابلہ میں لے جانے پر مجبور ہوا۔ ذرا اس نوجوان کی ہمت دیکھنا۔ ایک فقیر گوشہ نشین اور افواج سلطانی کا مقابلہ ذرا اس سپوت کھتری کا حوصلہ ملاحظہ کرنا۔ جن افواج نے تمام ہندوستان کی حدود کو روند کر راجپوت اور کھتریوں کا نشان مٹا دیا تھا۔ جن کی تلوار کے سامنے بھارت کے سورج بنسی اور چندر بنسی سُورماؤں کی اولاد نے گردن جھکا دی تھی۔ جن کی صمصام کے سامنے بھارت باشی سپر انداز رہے تھے۔ اُن کے مقابلہ میں ایک بےسروسامان مگر دل کا جوان کنج گمنامی سے نکل کر نہ صرف مقابلہ کرتا ہے۔ بلکہ اُن کو شکست دیتا ہے۔

ایک سکھ ترکستان سے چند قیمتی گھوڑے گرو کے نذرانہ کے لئے لاتا ہے۔ لیکن صوبیدار لاہور اُن کو جبراً سلطان ہند کے پاس بھیجنے کے بہانہ سے اپنے طویلہ میں داخل کرتا ہے اور ایک اپنے قاضی لاہور کو دے دیتا ہے۔ گورو ہرگوبند گھوڑے کو قاضی سے کب دیکھنے

یا خریدنے کے لئے منگوائے ہیں مگر واپس نہیں کرتے تنازعہ بڑھتا ہے اور اس تنازعہ پر ایک طرفہ امر یہ واقعہ ہوتا ہے کہ بقول ہندو روایت کے قاضی مذکور کی دختر کو لاں اور بقول مسلمان روایت کے قاضی کی کنیزک محبوبہ چونکہ گورو ہرگوبند کی طرف حسن عقیدت رکھتی تھی اور قاضی اس باعث سے اُس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا وہ بھاگ کر گورو کی پناہ میں آئی اور گرو نے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس کی یادگار میں تالاب کول سر کھدوایا گیا تھا۔ یہ تمام اُمور ایسے تھے کہ قاضی نے اسلام کی عزت کو اپنی مدد میں بلایا اور آخر کار مخلص خاں کے ماتحت فوج گورو کے مقابلہ میں بھیجی گئی۔ گورو نے فوج شاہی کا مقابلہ کیا اور قریب امرت سر شکست دی۔ کیا کوئی اُمید کر سکتا ہے کہ شاہی لشکر و بمقابلہ ایک فقیر گوشہ نشین کے شکست ہو گرو ہرگوبند کے اس حوصلہ اور ہمت پر قربان اور بلہار ہونا چاہیئے۔

کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دو گھوڑے ایک سکھ ہا کوئی ملازم گورو ہرگوبند کا شاہی طویلہ سے نکال لایا اور کہا جاتا ہے کہ یہ وُہی گھوڑے تھے جن کو حاکمان اسلام نے جبراً ایک سکھ سے چھین لیا تھا۔ جو گورو کی نذر کے لئے لائے گئے تھے اس پر پھر فوج شاہی غضبناک ہو کر لاہور سے گورو ہرگوبند پر حملہ آور ہوئی۔ گورو ہرگوبند نے پھر بہادری سے مقابلہ کیا اور لشکر شاہی کو شکست دی اور افسران شاہی کو میدان میں قتل کیا۔ اس کے بعد ہرگوبند پور چلے گئے۔ وہاں چندو لال کا رشتہ دار مقابل ہوا مگر مارا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سری چند خلف الرشید گورو نانک دیو زندہ تھے۔ وہاں اُن سے ملے۔ مگر یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے اور ادھر اُدھر پھرتے اور سیر کرتے رہے۔ آخر موقعہ پا کر پھر امرت سر واپس آئے اور یہاں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ پائندہ خاں ترک مغل کی ماں گورو ہرگوبند کی دایہ تھی۔ گورو ہرگوبند پائندہ خاں سے اُنس رکھتے تھے۔ اور پائندہ خاں بھی گورو کا حق نمک پورا ادا کرتا تھا۔ اور افواج شاہی کے مقابلہ میں گرو کے پہلو بہ پہلو لڑا اور حق ملازمت خوب ادا کیا۔ لیکن گورو ہرگوبند کے بڑے پسر کا باز اُڑ کر پائندہ خاں کے

گھر چلا گیا۔ پائندہ خاں نے دینے سے انکار کیا۔ گرو نے اُسے سرزنش کی۔ اُس نے نمک حرامی کی
اور گورو سے الگ ہو کر صوبہ جالندھر کے ساتھ جا شامل ہوا اور گرو کا دشمن جان بن گیا۔ اور
سلطان اسلام کے افسران اور صوبہ داران پنجاب کو گورو ہر گوبند کی موجودگی اور بڑھتی ہوئی
طاقت آنکھ میں کانٹا چبھتی تھی۔ اس لئے پائندہ خاں گرو کے مقابلہ کیلئے تیار کیا گیا مگر اُس کی
فوج نے بھی شکست کھائی۔ شان خدا کی مٹھی بھر آدمیوں کو فوجِ شاہی پر فتح عنایت فرمائی
پائندہ خاں اس لڑائی میں مارا گیا۔ صوبہ دار جالندھر کا بیٹا بھی اِس لڑائی میں کام آیا۔
صوبہ دار نے خود فوج کشی کی۔ لیکن پھر شکست کھائی۔ اس لڑائی میں کسی جاہل چیلے سپاہی
نے مخالف صف سے گورو پر ایک تند اور غضبناک وار کیا۔ لیکن گورو ہر گوبند نے وار بچا کر
یہ کہتا ہوا ایسا ہاتھ مارا کہ یوں نہیں بلکہ یُوں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میدان رزم میں
بھی گویا بطور گورو کے تعلیم دیتے ہیں کہ یُوں نہیں بلکہ یُوں۔

اس طرح گورو ہر گوبند کو کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اب کہ دشمنی اور عناد کی آگ
بھڑک اُٹھی تھی۔ باپ کے قتل اور اپنی قید کا رنج دل میں کھٹکتا تھا اسلئے گورو ہر گوبند
کی حالت ایسی تھی کہ وہ اپنی حفاظت اور اپنے دھرم کی حفاظت کے لئے زبان کی تلوار
کے ساتھ تیغ درخشاں کا بھی جوہر ساتھ ہی ساتھ دکھائے! اور اُس نے جو کچھ کیا بحالت
مجبوری کیا۔ اگر اپنے بادشاہ وقت کا مقابلہ کیا تو عزت بچانے کے لئے اگر اُس نے
تلوار اُٹھائی تو اپنے دشمنوں سے اپنی حفاظت کیلئے جب اُس نے اپنے باپ کو بلا وجہ اور
بلا قصور دشمن کے ہاتھوں اذیت اور شربت مرگ پیتے دیکھا تو اس کے پاس کونسی دلیل
تھی کہ جس سے وہ مطمئن رہتا کہ اُسکو بھی باپ کی طرح اذیت نہ دیں گے سچ تو یہ ہے
کہ گورو ہر گوبند کو جو صرف روحانی تعلیم میں مصروف اور ایشور بھجن میں ہر وقت مشغول تھے
اِن کوتہ اندیش مسلمانوں نے ہی روحانی رہبر سے دُنیاوی رہبر بھی ساتھ ہی پیدا کیا۔
وہ چونکہ جوہر قابل تھا۔ اُس نے ہمت اور اپنی قوتِ بازو سے تاراج میں

جگ کماؤ" کا اپنا مقولہ حرف حرف ثابت کر دیا لشکر شاہی کو ایک سے زیادہ دفعہ شکست دے کر بھی اپنے ایشور بھجن کو نہ چھوڑا اور اپنے مشن پر لگا رہا۔ ان تمام معرکوں میں حق بجانب گرُو ہر گوبند تھا اور وہ راستی کیلئے لڑتے تھے بچپن سے لے کر آخر عمر تک دونوں دیغ اور تیغ کا کام کرتے ہوئے آخر عمر دریائے ستلج کے کنارے کیرت پور جا رہے اور وہاں ایشور میں لو لگائے ہوئے شانتی کے ساتھ سمت ۱۷۰۱ میں ۴۸ سال ۹ ماہ کی عمر میں حق پیوست ہو گئے اور جو اگنی کُنڈ قومیت کا گرُو نانک دیو نے کھودا تھا جس کو چار گروؤں نے صاف اور ہموار کیا تھا اور جس میں پہلی آہوتی گرُو ارجن دیو نے اپنے شریر کی ڈالی تھی اسکو گرُو ہر گوبند سنگھ نے سکھوں کے لہوؤں سے اور اپنی ہمت سے زندہ رکھتے رہے اور آخر اسکو سلگتا ہوا چھوڑ کر خود واصل بحق ہو گئے اُنکی مرتک سنسکار کے وقت گرُو کی چتا جلتی ہوئی آگ میں اُن کے راجپوت اور دیگر سکھوں نے زندہ کود کر اور گرُو ہر گوبند کے قدموں میں اپنی جان دی اور یہ حسن عقیدت اور اپنے گرُو کی محبت کا اظہار اُس آہوتی کو ظاہر کرنے کے لئے تھا جو قومیت کی اگنی کُنڈ میں پڑنے والی تھی۔ جن کے پیرو ایسے جان نثار ہوں۔ وہ اگر کامیاب نہ ہوں تو حیف ہونا چاہیئے۔

ایش بھگتی کے ساتھ دیش بھگتی نے اس گرُو کے وقت سکھوں کی تعداد بہت ہی زیادہ کر دی اور آمدنی کا انتظام گرُو ارجن دیو کے اصولوں پر رہا۔ اس لئے سکھوں کی گویا ایک قسم کی ریاست بن گئی تھی اس گرُو کے خیالات کا کبھی قدر ویدانت کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے لیکن کئی واقعات ایسے بھی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ویدانتی نہ تھے ایک دفعہ ان کے سامنے یہ سوال پیش آیا کہ ایک بھائی اپنی ہمشیرہ سے بیاہ کرنا چاہتا تھا لیکن جب گرُو سے یہ امر پوچھا گیا تو اُس نے اجازت نہ دی اور کہا ایشور نے اس کی آگیا نہیں دی اس سے نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ویدانتی نہ تھے۔ چونکہ ایشور بھجن میں بھی ویسے ہی مصروف رہتے تھے۔ اور ہر وقت معرفت الٰہی کا شغل تھا۔

شاید اس سے ویدانتی ہونے کا گمان ہُوا ہو گا۔

گورو ہر رائے مرنے سے پہلے گدی گورو ہرگوبند نے اپنے پوتے بھائی گوردتہ اپنے بڑے بیٹے کے بیٹے کو دی۔ جس کی عمر اس وقت چودہ سال تھی۔ بھائی گوردتہ باپ کے سامنے مر چکا تھا۔ اگرچہ ہر رائے کے علاوہ اور بھی چند آدمی خاندان میں تھے۔ لیکن آثارِ بزرگی ہر رائے کی پیشانی سے ہویدا تھا اسلیئے اُن کو ہی منتخب کیا۔ اور مرنے سے چند ماہ پہلے گدی نشین کر دیا اور خود تارک ہو گئے۔ اس میں بھی راز تھا۔ جو زمانہ کے صحیفہ خوانوں کو معلوم ہو سکتا ہے۔ گورو ہر رائے صلح پسند اور صاحب شانتی تھے۔ وہ ایشور کے بھجن حق شناسی اور معرفت اور عرفان کے حاصل کرنے کی طرف راغب تھے۔ چونکہ شاہجہان کے چار بیٹوں میں خانہ جنگی تھی اسلیئے اُس خانہ جنگی میں مسلمانوں کو گرو کے برخلاف پرخاش کا کوئی موقعہ نہ رہا۔ تاہم ایک دفعہ مسلمانوں نے اُس پر حملہ وغیرہ کیا لیکن کچھ نتیجہ قابلِ ذکر برآمد نہ ہوا۔ اس کی لگاتار امن اور صلح کل زندگی میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ اُس سے کچھ امن میں خلل پڑ گیا۔ جب دارا شکوہ اپنے بھائی اورنگ زیب سے شکست کھا کر پنجاب کی طرف بھاگا تو گورو ہر رائے نے کسی قدر امداد دی۔ نتیجہ دارا شکوہ کے حق میں آخر ہلاکت ہُوا اور اورنگ زیب نے گورو کو تنگ کر کے اس کا بڑا بیٹا رام رائے اپنے پاس بطور یرغمال رکھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُسکو واپس بھیج دیا۔

یہ گورو اس قدر نرم دِل اور شانت سبھاؤ تھے کہ پھول کا توڑنا بھی معیوب سمجھتے تھے چنانچہ جب باغ میں جاتے تو اپنے جامہ کا دامن اُٹھا کر چلتے تھے۔ کہ کوئی پھول کی پنکھڑی گر نہ جائے ۔ رسمِ شادی میں فضول خرچی ہونے ۔

گورو ہر کشن گورو ہر رائے کے بعد ہر کشن گدی پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر پانچ سال تین ماہ کی تھی۔ گرو ہر رائے کا بیٹا رام رائے موجود تھا لیکن چونکہ وہ ہمپایہ کھترانی کے بطن سے نہیں تھا اور علاوہ ازیں اس کے خیالات باپ دیکھ تعلیم کے

برخلاف تھے اس لئے اُسکو محروم کر کے گدی چھوٹے نابالغ بیٹے کو دی گئی ۔ رام رائے نے
تنازعہ آخر کار سلطان دہلی کے پاس پہنچایا ۔ اور اورنگ زیب نے گورو ہرکرشن کو دربار میں بلوایا
وہ اپنی والدہ کی حفاظت میں وہاں گیا ۔ جو اُس کے ایام نابالغی میں کاروبار سنبھالے
ہوئے تھی ۔ اورنگ زیب نے گورو ہرکرشن کو گدی نشین تسلیم کیا ۔ مگر قبل اس کے کہ وہ دہلی
سے روانہ ہوں ۔ مرض چیچک میں مبتلا ہو کر ۷ سال کی عمر میں گورو ہرکرشن فوت ہو گئے اس
لئے کوئی امر قابل ذکر ان ایام میں واقع نہ ہُوا ؎

گورو تیغ بہادر

گورو ہرکرشن کے مرنے پر رام رائے اس کے بڑے بھائی نے پھر دعویٰ
پیش کیا ۔ اس طرح گورو ہر رائے کے بھائی دھیرمل نے بھی اور
بھی کئی گورو ہرگوبند کے خاندان کے ممبر وغیرہ گدی کے دعویدار تھے ۔ بلکہ ہر ایک نے
اپنے تئیں گورو گدی کا جانشین بنا کر کام کرنا شروع کیا ۔ لیکن عوام سکھوں نے گورو تیغ
بہادر پسر گورو ہرگوبند کو منتخب کیا کیونکہ اُسی میں اس رتبہ کی صلاحیت اور قابلیت زیادہ
پائی جاتی تھی ۔ اس وقت سکھ ایسے قابل ہو گئے تھے کہ وہ اپنے لئے اپنا لیڈر حسب
ضروریاتِ وقت خود پسند کریں ۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ گورو ہرکرشن نے خود اُن کو منتخب کیا
تھا لیکن ایک سات سالہ لڑکا کس طرح اس قابل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا جانشین مقرر
کرے ۔ غالب یہ ہے کہ اُس کے تمام سکھوں نے یہ مشہور کیا تاکہ عوام سکھ گورو تیغ بہادر
کو ہی اپنا گورو تسلیم کر لیں چنانچہ یہ حکمت عملی کام کر گئی ۔ عام سکھوں نے گورو تیغ بہادر کو
ہی جائز جانشین سمجھا ۔ اور دوسرے دعویداروں کو جھوٹا گرو قرار دیا ۔ اگرچہ گورو تیغ بہادر
نے پہلے بوجہ اس کے کہ گوشہ نشینی کے معتاد تھے ۔ گدی کے بوجھ کو قبول کرنا نہ چاہا
لیکن آخر کار وہ سکھ گورو بن گئے ۔ رام رائے اور دھیرمل وغیرہ نے مخالفانہ رویہ
اختیار کر لیا ۔ اور ہمیشہ گورو تیغ بہادر کو تکلیف دیتے رہے ۔ چنانچہ ایک دفعہ حملہ
کر کے گورو تیغ بہادر کا مال و متاع بھی لوٹ لیا چونکہ گورو تیغ بہادر گورو ہرگوبند

کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اور وہ اس سے محبت کرتے تھے۔ اور آخر لڑائی بھڑائیوں میں بھی ساتھ رہتا تھا۔ اس لئے یہ جوہر قابل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن گوشہ نشینی کی عادت نے کچھ تو نرم کر دیا تھا۔ اور کچھ مخالفوں کا جتھا مضبوط تھا۔ اس لئے وہ اُن سے تنگ آ گئے اور اورنگ زیب بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ یہ فرقہ طاقت حاصل کرے۔ اس لئے ہر جہاں طرف مخالفت اور عداوت کے نشان پا کر امرت سر کی طرف چلے گئے۔ وہاں کے پوجاریوں نے دروازہ بند کر لیا۔ اور گرو کو اندر داخل ہونے سے روکا۔ وہ مایوس ہو کر وہاں سے پھرا اور اپنی زندگی کو اپنے رشتہ داروں سے جو گدی کے دعوے دار تھے۔ خطرہ میں دیکھ کر ترک وطن کے ارادے سے سیاحت کا ارادہ کر لیا تاکہ وہ پنجاب سے نکل کر دوسرے علاقہ میں اپنی تعلیم پھیلائیں۔ کہتے ہیں چونکہ گورو تیغ بہادر نے طاقت حاصل کرنی شروع کر دی۔ اس لئے اورنگ زیب نے انکو دربار میں سختی کیلئے بلوایا مگر راجہ جے پور کی سفارش سے وہ اُن کے ساتھ مہم بنگالہ و آسام پر روانہ کئے گئے۔ کچھ ہی باعث ہو گرو تیغ بہادر بہت عرصہ بنگالہ و آسام کی طرف گرو نانک دیو کی تعلیم کا پرچار کرتا رہا۔ راجہ جے پور کے ساتھ آسام تک گیا۔ اور اُن کی لڑائیوں میں شامل رہا۔ اسی سیاحت کے عرصہ میں گرو گوبند سنگھ پٹنہ میں پیدا ہوا۔ آخر کار سمت ١٧٢٤ میں گورو تیغ بہادر پنجاب میں واپس چلا آیا۔ اور ایک قطعہ اراضی لب دریائے ستلج خرید کر کے گاؤں بسایا۔ جس کا نام آنندپور رکھا لیکن اب وہ لکھووال کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں گورو تیغ بہادر نے اپنے باپ کا رویہ اختیار کیا کیونکہ اپنے اور غیر ابھی تک گھات میں تھے اور اُن کی طاقت حاصل کرنے میں روڑا اٹکاتے تھے گورو تیغ بہادر نے تجربہ کی آنکھ سے دیکھا کہ اب شانتی اور نرمی کا کام نہیں رہا۔ اس لئے باپ کی طرح ساتھ ہی سپاہیانہ وضع اختیار کی اور تلوار کو سنبھالا۔ سکھ مستعد تو تھے ہی اور موقعہ کے منتظر تھے اس لئے پھر طاقت پکڑنے لگے دوسری طرف اورنگ زیب ایک تو متعصب مسلمان تھا اور جبراً گاؤں کے گاؤں اور ہزاروں لاکھوں ہندوؤں کو

مسلمان کر رہا تھا۔ دوسرا سکھوں کی طاقت کو بڑھنے دینا گویا مار آستین پالنا تھا۔ تیسرا گورو تیغ بہادر کی تبدیلی حالت نے۔ چوتھا نہایت غالب یہ ہے کہ اُس کا خیال ہوگا۔ کہ اگر گورو تیغ بہادر جبراً مسلمان کئے گئے تو شاید سکھ بھی یہی راہ اختیار کریں۔ چنانچہ ایک روایت بھی اس کے متعلق چلی آتی ہے کہ کاشمیر وغیرہ کے برہمنوں نے اورنگ زیب کو کہا کہ اگر اُن کا پیشوا گورو تیغ بہادر مسلمان ہو جاوے تو وہ سب خوشی سے مسلمان ہو جاویں گے کہتے ہیں کہ برہمنوں کی یہ دورُخی چال تھی کیونکہ برہمن گرُو کو اپنا پیشوا تسلیم نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ برہمن دھرم کے مخالف اُپدیش کرتے تھے۔ چال یہ تھی کہ اگر اورنگ زیب نے گورو کو مسلمان کر دیا تو برہمنوں کے دین کا ایک دشمن اُٹھ گیا اگر گرو تیغ بہادر نے جوہر دکھایا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں عہدہ برآ ہوُا تا ہم اُن کا سخت دشمن جانی دفع ہوُا۔ خواہ کچھ ہی باعث ہو۔ اورنگ زیب نے گرو تیغ بہادر کی طاقت کو بمجوائے سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل۔ چو پر شد نباید گرفتن بہ پیل ؎۔ شروع ہی میں روکنا چاہا۔ چنانچہ آخر کار اورنگ زیب نے گرُو تیغ بہادر کو دہلی میں طلب کیا لیکن گورو تیغ بہادر نے جانے سے پہلے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ دھرم کیلئے دیش بھگتی کے اگنی کنڈ میں اپنے سر کی آہوتی ڈال کر اُس آگ کو روشن کرنے کے لئے بیٹے گورو گوبند سنگھ کو جس کی عمر اُس وقت نو سال کی تھی گورو گوبند اپنے پتا کی تلوار بندھوائی اور سکھوں کے گرو ہونے کا ٹیکا اس کی پیشانی پر لگوایا اور اُپدیش کیا کہ میں تو موت کے مُنہ میں چلا ہوں کیونکہ مجھے دیش کیلئے بلیدان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا کہ کھتری دھرم میرا اپنے باپ کے دشمن کا انتقام لینا بڑا دھرم ہے۔ اور کہ میری نعش کو اپنے پاس منگوانے کی کوشش کرنا یہ حالت اور وقت دیکھنے کے قابل ہوگا گورو گوبند سنگھ نے ان الفاظ کو جوش سے سُنا ہوگا اُس وقت اُس کے دل میں کیا کیا خیال لہریں مارتے ہونگے۔ اپنے پیارے پتا کے الفاظ اُس کے دل پر نقش بر سنگ سے زیادہ مضبوطی سے منقش ہوئے۔ گورو گوبند سنگھ کے کومل، نرم لہر اُن کا اثر ایسا بیٹھا کہ اُس اثر نے تمام

ہندوؤں کی حالت کو مؤثر کر دیا۔ اور ہندوؤں کی کایا پلٹ دی۔

جب گورو تیغ بہادر دہلی پہنچے تو اورنگ زیب نے اپنے سامنے بُلا کر حقارتاً کہا کہ یا تو اپنی بزرگی کی کوئی کرامات دکھاؤ یا اسلام قبول کرو۔ گرو نے بجواب کہا کہ ہندو اور مسلمان دونو خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ اگر خدا کو اسلام پسند ہوتا تو دوسرے مذہب میں کسی کو پیدا ہی کیوں کرتا اسلام میں کوئی فضیلت نہیں ہے کرامات کے بارے میں کہا کہ اگرچہ کرامات دکھانا خدا کے حکم اور قانون میں دست اندازی کرنا ہے اور فقرا کا کام ہے۔ کہ اس کی رضا پر شاکر اور صابر رہیں۔ فقیروں کا یہ کام نہیں کہ خدا کی قدرت میں دخل دیں اسکے فرمان کی تعمیل میں اُس کی سچائی اور اپنی پیشوائی ظاہر کرنے کیلئے آئے ہیں نہ کہ کرامات دکھا کر اُسکا مقابلہ کرنے کیلئے تاہم ایک کرامات آپ کی تسلی کے لئے دکھا دی جاتی ہے یہ پرچہ کاغذ کا میری گردن پر رکھ کر زور سے تلوار ماری جائے تو مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچیگا۔ چنانچہ اسی کرامات کی آزمائش کی گئی۔ تلوار پڑتے ہی گورو تیغ بہادر کا سر گردن سے جُدا ہو گیا۔ اور اُس مردہ تن کے خون کا فوارہ زمین پر گرنے لگا جس نے ہندو دھرم اور دیش کو زندہ کر کے پھر زمین سے اُٹھا دیا۔ اور دیش بھگتی اور دھرم رکھشا کے اگنی کنڈ میں یہ ایک اور آہوتی بھی پورن ہوئی۔ سکھوں نے اس مرگ کو دل پر سہارا اور گورو گوبند سنگھ نے اس موت سے قوم کو اُبھارا۔

جیتو خاکروب سر اُٹھا کر پوشیدہ گورو گوبند سنگھ کے سامنے لایا۔ اور بے سر کی لاش اورنگ زیب نے بازار کی چاندنی چوک میں ڈلوا دی جس کو رات کو ایک معتقد سکھ گھر لے گیا اور اپنے گھر میں رکھ گھر کو آگ لگا دی۔ یہ واقعہ سمت ۱۷۳۲ ماہ منگھر میں واقعہ ہوا۔

اورنگ زیب نے آپ کو مسلمان کرنے کے لئے پورا زور لگایا تھا اور ہر طرح کی کوشش کی تھی۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے بھائی ستی رام کو آرہ سے چروایا اور بھائی دیالا کو گرم پانی میں اُبلوایا مگر اُن بھیانک موتوں نے آپ کو خوف زدہ نہیں کیا بلکہ

دھرم پر بلیدان ہونے کے لئے ہر ا رجان سے مستعد کر دیا۔ اس گورو کو سکھ اپنا سچا پادشاہ کہتے تھے اور اس سے پہلے بھی گروؤں کو بادشاہ اول دوم وغیرہ کہتے تھے اور اس کی تعبیر کئی طرح کی جاتی ہے یعنی کہ سچا بادشاہ سے مراد ہے کہ دُنیاوی بادشاہ کے مقابلہ میں دینی بادشاہ گورو تھا اور دینی بادشاہت بمقابلہ دُنیاوی کے چونکہ سچی ہوتی ہے اسلئے وہ سچا بادشاہ سمجھا جاتا تھا کئی کہتے ہیں کہ اس سے پولیٹیکل حکمت عملی مقصود تھی اور اس طریق سے بادشاہ بننا مقصود تھا۔ غرض کچھ ہی مطلب ہو مسلمان بادشاہ اور امراء کے دل میں یہ نام کھٹکتا تھا اور اس کے مٹانے کے لئے کوشش کی جارہی تھی۔

گورو گوبند سنگھ

جن ایام میں گورو تیغ بہادر راجہ بشن سنگھ والئی جودھپور کے ساتھ بنگالہ کی طرف اپنی مرضی سے یا اورنگ زیب کے اشارے سے گئے ہوئے تھے۔ گورو گوبند سنگھ کی والدہ اور گورو تیغ بہادر کی ماں نانکی دیوی اور خسر لوپرہ کرپال چند ہمراہ تھے۔ گورو تیغ بہادر نے اپنے قبائل پٹنہ میں چھوڑے۔ کیونکہ اس کی بیوی ماتا گوجری حاملہ تھی۔ اور خود راجہ کے ہمراہ آسام کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام اور وقت پیدائش } سمت ۱۷۲۳ بکرم میں سنیچر اور اتوار کے درمیان والی رات کو ۱/۲ ۱ پہر یعنی ڈیڑھ پہر رات رہی ماتا گوجری کے بطن سے ایک لڑکا بمقام پٹنہ پیدا ہوا جس کا نام گوبند رکھا گیا۔ گورو تیغ بہادر خود کہہ گئے تھے کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام گوبند رکھا جاوے۔

کرامتیں } ان کے جنم کی حالت کے متعلق سکھوں نے کئی کرامتیں لکھی ہیں جیسا کہ دیگر مذاہب اپنے موجدان دین کے بارے میں لکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کا وجود محض مریدوں اور سکھوں کا حسن عقیدت ہے اور اصلی وجود معدوم اسلئے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایام طفولیت } جب گوبند جی ذرا بڑے ہوئے اور لڑکوں میں کھیلنے لگے تو اُن کی مرغوب

کھیل یہ تھی کہ لڑکوں کی آپس میں فوجیں بنا کر لڑاتے تھے اور تیر و کمان اور گلیل کھیلتے تھے۔ چونکہ اکثر بچے ماں باپ اور گرد و پیش کے واقعات کی نقل کیا کرتے ہیں مثلاً ملاح کے بچے چھوٹی کشتیاں بنا کر نالوں میں چلاتے اور دہقان زادے ہل کی نقل سے خوش ہوتے ہیں چونکہ گورو تیغ بہادر تلوار باندھتے اور تیر و کمان سے شکار کھیلتے تھے بیٹے نے بھی اُن کی نقل اُتارنی شروع کی چونکہ گھر میں ہر وقت فوجوں اور اُن کے حملوں کے فکر رہتے تھے اسلئے گوبند سنگھ کے خیالات بھی اسی طرف مائل تھے۔ گورو کا بیٹا سمجھ کر لوگ اُن کی بڑی عزت کرتے تھے اور اس لئے لڑکے بھی کھیل کود میں اُس کا لحاظ رکھتے تھے چنانچہ کھیل میں جب فوجوں کی نقلیں اُتارتے تھے تو گوبند سنگھ کے حصہ میں اکثر سپاہی اور بادشاہ کا پارٹ آتا تھا کبھی عدالت کی نقل کر کے لڑکوں کا انصاف کرتے تھے غلیل مارنے کی خود بھی مشق کی تھی اور اپنے ہمراہی لڑکوں کو بھی اُس کا عادی کیا تھا کبھی کبھی جو عورتیں پانی کے گھڑے سر پر رکھ کر کنوئیں یا تالاب وغیرہ کی طرف جاتی تھیں تو یہ اُن کو نشانہ بنا کر گھڑوں کے توڑنے کی کوشش کرتے تھے عورتیں تنگ آ کر اُن کی دادی ماتا نانکی سے شکایت کرتی تھیں۔ نانکی گوبند سنگھ کو دھمکاتی تھی۔

نڈر بچپن سے ہی تھے۔ چنانچہ اُن کی بابت ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک دن گوبند سنگھ جی لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حاکم پٹنہ اُن کے پاس سے گذرا چوبدار نے لڑکوں کو راستہ میں دیکھ کر کہا کہ لڑکو نواب صاحب آتے ہیں انکو سلام کرو۔ گوبند سنگھ نے لڑکوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ نہیں سلام نہیں منہ چڑاؤ چنانچہ لڑکوں نے ویسا ہی کیا اور بھاگ گئے بچپن میں ہی سبھاؤ چنچل تھا اور گلیل بازی کے بہت ہی مشتاق تھے۔

جب گورو تیغ بہادر پنجاب کی طرف واپس ہوئے تو عیال و اطفال کو پٹنہ ہی میں چھوڑ آئے اور پنجاب میں آ کر آنندپور گاؤں بسایا اور چند روز بعد عیال و اطفال کو بھی پٹنہ سے آنندپور میں بلوا لیا۔

گوبند سنگھ کی تعلیم

باپ کو زمانہ کی حالت کا نقشہ سامنے نظر آ رہا تھا اور گدی نشینی کا سلسلہ بھی ایک قسم کے تنازعہ کو ساتھ لئے ہوئے تھا اسلئے باپ نے بیٹے کو علوم دینی کے علاوہ کسی قدر فنونِ جنگ اور شہ سواری کی تعلیم بھی دلوائی۔ فارسی پڑھانے کا بھی انتظام کیا اور جس قدر تعلیم اس قسم کی اُس کے باپ نے بہ نظرِ دُور اندیشی کی اُس کا نتیجہ گورو گوبند سنگھ کی زندگی میں مرتب ہُوا۔

پہلی شادی

پہلی شادی گورو گوبند سنگھ کے والدین کے حیات میں ہوئی۔ جو ۱۰ جلیٹھ سمت ۱۷۳۰ میں مائی جیتو دختر ہرجی مل کھتری کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے کی گئی تھی گویا گوبند سنگھ کی عمر سات سال کی تھی۔ اگرچہ گورو نانک دیو اور اس کے بعد کے جانشینوں نے ہر پہلو پر اصلاح کی لیکن صغیر سنی کی شادی کے برخلاف کچھ بھی نہیں کیا اور عجب معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے یا تو اس امر کو معیوب خیال نہیں کیا۔ اور اس کے نتائج کا موازنہ نہیں کر سکے یا اس کے برخلاف کوشش کرنا نامناسب سمجھا کیونکہ سوائے گورو گوبند سنگھ کے پہلے بھی گروؤں کے خاندان میں صغیر سنی کی شادیاں عمل میں آئیں۔ غالب یہ ہے کہ اس امر کی طرف اُن کا کافی دھیان نہیں گیا۔

باپ کی وفات

گورو گوبند سنگھ تو تعلیم میں معروف تھے اور سیر و شکار میں مشغول اور اُن کے پتا گورو تیغ بہادر ایک ایسی قربانی کی طیاری کر رہے تھے جس کا زمانہ مدت سے منتظر تھا۔ اورنگ زیب کا زمانہ تھا۔ اورنگ زیب کی بڑی کوشش یہ تھی کہ جس طرح ہو سکے وہ تمام ہندوؤں کو مسلمان کر کے ایک مذہب کر دے چنانچہ اسکے لئے وہ نہایت سختی جبر اور جور و ستم

استعمال کر رہا تھا اُس نے گاؤں کے گاؤں مسلمان کر ڈالے اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت ادنیٰ
اور عام ہندو ہر روز کے مسلمانوں کے ظلموں سے تھکے ہوئے تھے اور ہندو دھرم میں نفاق اور
دُبلتا اس قدر رہتی کہ وہاں انکو آرام اور تسکین نہیں ملتی تھی بڑی قومیں اُنکو حقیر سمجھتی تھیں۔
مجموعی طاقت قوم میں ایسی نہ تھی کہ وہ امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں یا اپنی حفاظت
کیلئے کوئی انتظام کر سکیں لیکن اسلام میں جانے سے وہ فاتح اور حکمران قوم کے ممبر بنجاتے
تھے اور ہندو دھرم کے نفاق کے اثروں سے محفوظ ہو جاتے تھے رعیت سے نکل کر حکومت
کے شریک بن جاتے تھے۔ ہندو سوشل اور دُربل شُدھ دھرم کی آزادی مل جاتی تھی۔ اسلیئے
ادنےٰ ذاتوں نے اسلام کو ہندو برہمنی دھرم کے مقابلہ میں نہ صرف بہتر سمجھا بلکہ غنیمت
سمجھا اور وہ خوشی خوشی دائرۂ اسلام میں جانے لگے تھے اور اسلیئے اورنگ زیب کی ان
ادنےٰ گروہوں کی طرف توجہ نہ تھی۔ وہ بڑی ذاتوں مثلاً کھتری اور اس سے بڑھ
کر برہمنوں کو جبراً مسلمان کرنے کی طرف جُھکا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اُس نے
کاشمیر میں مسلمان کرنے میں بہت زور خرچ کیا۔ اور چونکہ کئی برہمنوں نے کاشمیر میں
مسلمان ہونے سے انکار کیا اسلیئے اورنگ زیب نے انکو اپنے دربار دہلی میں طلب کیا۔ اُن
ایام میں سکھوں کی حالت کچھ سنبھل رہی تھی اور اُن کے دھرم کا چرچا اور غوغا تھا اور گورو
ہرگوبند وغیرہ نے ذرا سر بھی اُٹھایا تھا اسلیئے کاشمیری برہمن گرو تیغ بہادر کے پاس آئے جیسا
کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جب وہ گورو تیغ بہادر کے پاس آئے اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ تو
گورو تیغ بہادر اُن کا حال سُن کر فکر میں آ گئے اور کچھ سوچنے لگے اور چہرہ پر تفکر اور غم
کے ملے ہوئے آثار نمودار ہو گئے۔ کیونکہ برہمنوں کی حالت اور اورنگ زیب کی طاقت
دونو ایسے امر تھے کہ پہلے کی حالت کہتی تھی کہ ان کی دستگیری پاک اور پوتر فرض ہے
اور کھتری خون کا جوش دھرم رکھشا کرنے کا تقاضا کرتا تھا۔ لیکن دوسری طرف شاہ اسلام
کی طاقت کہتی تھی۔ کہ مقابلہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ اسی سوچ وچار میں متفکر اور متشوش

بیٹھے تھے کہ گورو گوبند سنگھ باپ کے پاس آگئے اور اُنکو مغموم پاکر باعث پوچھا۔ باپ کے مُنہ سے نکلا کہ اب ہندو دھرم اور بھارت دیش کی ایسی دشا ہے کہ کسی نیک مرد منش کے سر کے بلیدان ہونے کی ضرورت ہے۔ تو گرو گوبند سنگھ کے مُنہ سے نکل گیا کہ آپ سے زیادہ نیک مرد منش کون ہے جو کھتری دھرم کیلئے اپنا سر بلیدان کرے آپ ہی اسکو پورا کریں۔ تو اچھا ہے۔ گرو تیغ بہادر نے کہا کہ اچھا جو ایشور کی اچھا ہوگی وہی پوری ہوگی۔ اورنگ زیب کو سکھوں کے آئے دن کا عروج آنکھوں میں کانٹا سا کھٹکتا تھا کاشمیری برہمنوں کی امداد کی خبر نے اسکو اور بھی بھڑکایا اور آخر گورو تیغ بہادر کی اورنگزیب نے دہلی میں طلبی کی۔ گورو تیغ بہادر نے گورو گوبند سنگھ کو اپنا جانشین بنایا۔ اور گدی نشینی کی رسوم ادا کرکے اس کو نصیحت کی کہ میں تو اکال پرکھ کی آگیا سے دھرم کے لئے اپنا سر دینے چلا ہوں۔ تم میری نعش کو بے عزتی سے بچانا اور اسکو حاصل کرکے مرتک سنسکار دینا اور میرے خون کا انتقام اور ہندو دھرم کی حفاظت کا کام یہ آپ کے سپرد ہے اسکو پرانوں تک نچھاور کرکے تمام کرنا اور آخر وہی ہوا جس کو گورو تیغ بہادر بنظر دور اندیشی پہلے سمجھے ہوئے تھے۔ اورنگ زیب کے حکم سے دہلی میں مارے گئے اور ایک دلی سکھ جیون سنگھ نام نے گورو کا سر گورو گوبند سنگھ کے پاس پہنچا دیا۔ گورو گوبند سنگھ نے اپنے باپ کا سر دیکھ کر یہ دوہا پڑھا

سادھن ہیت اتی جن کرے سیس دیا پر سیس نہ اچری دھرم ہیت سے ساکا جن کیا پر سیس دیا پر سر نہ دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جو پرچہ کاغذ کا گورو تیغ بہادر نے اورنگ زیب کو دکھا کر کہا تھا کہ اُن کی گردن پر رکھنے سے تلوار اسکو نہیں کاٹ سکیگی جب وہ کھولکر دیکھا گیا تو اُس پر یہی مضمون درج تھا۔ جو اوپر کے دوہا میں درج ہے یعنی یہی دوہا درج تھا۔ آخر اس سر کا داہ کیا گیا اور اس سے فراغت حاصل کرکے گورو گوبند سنگھ پریم سندیسہ کو پورا کرنے کی فکر میں ہوا کہتے ہیں کہ گورو تیغ بہادر کے دھڑ کو اسکے ایک معتقد سکھ نے رات کو اُٹھا کر اپنے گھر میں رکھ کر جلایا۔ اور اپنے گھر کو بھی ساتھ ہی

پھونک دیا کہ مبادا اس کا راز گھر میں جلانے کا فاش ہو جائے۔ اور باہر کسی جگہ جلانا بہت مشکل تھا۔

گورو گوبند سنگھ کے اودیش کے راہ میں مشکلات

ہر چند گورو گوبند سنگھ کے دل میں اس امر کا جوش تھا کہ وہ اپنے پتا کی بھیانک موت سے سبق حاصل کر کے اپنے اودیش کو کامیاب کرنے کے لئے سعی کرے لیکن اُسکے اودیش کے راہ میں کئی مشکلات حائل تھیں قبل اسکے کہ اسکے اودیش کی کامیابی کے طریقوں کو بیان کیا جاوے کسی قدر اس امر کے ذکر کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ مشکلات کیا تھیں۔

جب گورو تیغ بہادر نے دھرم کی رکھشا۔ دھرم دشمنوں کی بیخکنی، دیش بھگتی کی اگنی سلگانے کی وصیت گورو گوبند سنگھ کے دل میں ودیعت کی۔ تو اس کی عمر صرف نو برس کی تھی۔ تجربہ کا ذخیرہ صرف اسی قدر تھا کہ آپنے دھرم کیلئے جان دی تھی۔ اس عمر میں ہی اس نے چھوٹے سے دل میں قومیت کے زندہ کرنے حب الوطنی کی اگنی بھڑکانے نہایت عظیم اور بے حد وسیع و سخت مشکل محنت اور صعوبت سے پُر اودیش اپنے سامنے رکھا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بابر نے بارہ سال کی عمر میں اپنے پدری ورثہ کیلئے تلوار اُٹھائی تھی۔ اکبر نے بھی قریباً اس عمر میں اپنے جوہر لیاقت ظاہر کئے تھے مگر اس کا کام اتنا بھاری لیکن سامان ندارد اُس کے پیرو صرف معدودے چند سکھ نہ کوئی جاگیر نہ کوئی جتھا دار نہ آدمی نہ روپیہ جو کچھ خوش اعتقاد سکھ نذرانہ پیش کرتے تھے صرف اس پر گذارہ چلتا تھا اور مقابلہ میں اسلام کی نہایت زبردست طاقت جو ایک طرف سمندروں سے لہراتی اور دوسری طرف ہمالیہ پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکراتی تھی۔ برہماکی حدود تک اسلام کی شوکت اور سطوت کا نقارہ بج رہا تھا۔ اور ایسے وقت میں گرو گوبند سنگھ کے حصہ میں کام کا شروع کرنا آیا تھا گویا زمانے نے اسلام کی ایسی زبردست طاقت کا مقابلہ ایک ایسے بے سر و سامان فقیر گوشہ

نشین کے سپرد کیا گیا تھا جس کو اس نے جوہر قابل پایا تھا۔ باپ کے پریم سندیسہ کا پورا کرنا گورو
گوبند سنگھ جیسے کھتری پتر کے لئے ضروری تھا لیکن کیا کرے اُسکے لئے اس وقت اُس کو
یارانہ تھا۔ نہ سامان نہ وسایل۔ کوہ اور کاہ کے مقابلہ کی مثال تھی۔ اس وقت ہند کی حکومت
کی عناں اورنگ زیب جیسے بیرحم۔ سفاک۔ خونخوار ستمگار کے ہاتھ میں تھی وہ بھی باشوکت
واقبال بدرجہ کمال اس کے مقابلہ میں ایک نو برس کے سن کا بالک وہ بھی بے پر و بال۔ تاہم
اُس نے ارادہ کیا اور یہ اودیش بنایا کہ مسلمانوں کی حکومت کو ہندوستان سے خارج
کیا جائے اور اسلامی غلامی کا طوق ہندوؤں کے گلے سے نکالا جاوے وہ مذہب اسلام
کا نہ دشمن تھا اور نہ اس کے برخلاف دشمنی سے اسکو کچھ فائدہ کی اُمید تھی وہ اُن مسلمانوں
کا دشمن تھا جو مذہب کے لباس میں ظلم اور جور و ستم کے عادی بنتے جو خود اسلام کے ننگ تھے
اور نام کے مسلمان وہ اُن وحشیوں اور ظالموں اور سفاکوں کا دشمن تھا۔ جو اسلام کی تعلیم
کے سایہ میں ہر قسم کی خونریزی اور ہر مذہب کی توہین ہر انسان کی ہلاکت کو کار ثواب سمجھتے
تھے اُنکو ہندوستان کی حدود سے باہر کرنے کا اودیش گرو گوبند سنگھ نے بنایا بنانے کو تو یہ
اودیش بنا ڈالا مگر اس کا پورا کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر تھا۔ وہ سوچتا تھا لیکن کوئی راہ نہ ملتا تھا
مرض معلوم تھا سو دوائی معلوم لیکن دوائی کا ملنا محال۔ آخر اس نے دوائی تلاش کر لی اور
وہ بیماری کے لئے تیر بہدف ہوئی۔ لیکن وہ دوائی کیا تھی۔ اور مرض کیا تھا تاوقتیکہ اس کا
بیان نہ کیا جائے معالج کی دانائی اور زیرکی علاج کی کامیابی، دوائی کی تاثیر، مرض کے درجہ
صحت کی خوبی اور اثر کی لذت کو الفت معلوم ہونے ایک گونہ دشوار ہیں۔

گورو گوبند سنگھ کے نئے کام شروع کرنے میں بہت دشواریاں اور پیچیدگیاں سد راہ
تھیں وہ خود ایک نوجوان مشکل لڑکپن کے سن سے نکلا تھا گدی نشینی کے تنازعہ کے باعث
خود اس کے اپنے بھائی بند اُسکے مخالف تھے سکھوں کے برخلاف گورنمنٹ مشتبہ تھی۔ لیکن اس کو
ایک ایسا دل دیا گیا تھا کہ جو تمام تکالیف کو ہیچ سمجھتا تھا جو کسی سختی اور دشواری سے ڈرنے

والا نہیں تھا جو کبھی مصیبت میں گھبرانے والا اور کبھی دُکھ میں رنجیدہ ہونے والا نہیں تھا وہ ایسا دِل تھا ہندوؤں میں ہزاروں سال سے ناپدید تھا اُسے اُس دِل نے اُبھارا لیکن مصالحہ کام کرنے کا موجود نہ تھا۔ دِل نے اُکسایا مگر کن مشکلات کا سامنا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ اپنے باپ کے خون کا انتقام اور اپنی قوم کے مظالم کا قصاص لے اسکی عین خواہش تھی کہ اپنی قوم کو اورنگ زیب کے دستِ تطاول سے بچائے اُس کی آرزو تھی کہ اپنے دیش اور دھرم کو اس وقت کے جفا کیش اور بد اندیش حکام سے آزاد کرائے لیکن اہل ملک کی حالت کو ہر طرف نکما پاتا تھا اہلِ وطن، اپاہج، الپست ہمت آپس کے نفاق اور نقصان میں مشغول، توہمات میں مبتلا، اتفاق اور یگانگت سے کوسوں دُور بلکہ غیرت اور حمیت سے محروم، اولوالعزمی میں عاجز کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی کہ جسکے ذریعہ سے وہ اپنے اہلِ وطن کو ایک سطح پر لائے ایک مشترک غرض میں شامل کرے ہر طرف پستی اور ذلت کے آثار دکھائی دیتے تھے تمام ہندو خود غرضی کے نشہ میں مخمور، اُنکی سُنتا کون اور اُسکے ساتھ کھڑا ہوتا کون چھتری چھتری نہ رہے تھے برہمن اوروں کو مِٹا کر خود بھی مِٹ چکے تھے کسی کی نہ آبرو تھی اور نہ عزت کسی کی نہ دولت اپنی تھی اور نہ جائداد اپنی اور ہر وقت نہ کا خطرہ اُدھر تو یہ حالت اِدھر گورو گوبند سنگھ کے نوجوان دِل میں حب الوطنی کا طوفان، جوشِ دھرم کی طغیانی انتقام اہلِ وطن کا غصہ، قومی حمیت کا تقاضا اہلِ مذہب کو مصیبتوں سے رہائی دلانے کی اُمنگیں دیش کو ملیچھوں سے آزاد کرانیکا ولولہ لیکن اُسکے ساتھ ہی کمسنی، بے بضاعتی، نا اُمیدی بے سروسامانی، ناتجربہ کاری ہر طرف سے امداد و اعانت کی مایوسی، ناظرین ذرا سوچیئے اُس نوجوان کے دل میں محبت قومی کا جوش اُبل اُبل کر کس طرح ٹھنڈا ہو جاتا ہوگا جب اُس کو قوم کی کم ہمتی کمرِ ہمت باندھنے سے روکتی ہو گی اُس کی اُمنگوں کی لہریں اُٹھ اُٹھ کر کس طرح حباب آسا فنا ہو جاتی ہونگی۔ جب اسکو خود اپنے اہلِ وطن سے نا اُمیدی نظر آتی ہوگی۔ لیکن اس کو ایسا دل نہ دیا گیا تھا کہ مصیبتوں سے ڈرے، نا اُمیدیوں سے گھبرائے مشکلوں

کے خیال سے پیچھے ہٹے تکالیف کا سامنا کرنے سے گریز کرے ناامیدی میں لپٹ ہو جائے صعوبت اور محنت سے جی چرائے اپنے مقابل کی عظیم طاقت سے خوف کھائے اس لئے اُس نے ہندو دھرم اور ملکی حالت کو نظر غائر سے بچارا ہر پہلو پر گہری نگاہ ڈالی تو اُس کو ہندو ہر پہلو پر گرے ہوئے نظر آئے۔ چنانچہ امور ذیل ایسے تھے کہ جس پر اسکی توجہ مطلوب تھی اور یہ ایسے سوال تھے کہ انکے حل کرنے پر ہی ہندوؤں کی گرہ کشائی منحصر تھی۔ پس

وہ سوال کیا تھے جن پر ہندوؤں کی اصلاح کا مدار تھا

وہ سوال اہم حسب ذیل تھے:۔

اوّل۔ ایک ذات واحد ایشور کی بھگتی چھوڑ کر جو بے شمار دیوتے، مورتیاں، اوتار انسان، جانور، نباتات، معدنیات قابل پرستش قرار پا گئے ہیں اور جن کے باعث قوم کی قومیت کا سلسلہ ٹوٹ کر ہندو بالکل منتشر ہو گئے ہیں اور جسمانی اور روحانی غلامی میں مبتلا ہو کر اپنی ہستی مٹانے کے آثار ظاہر کر رہے ہیں اُنکو کس طریق سے غیر از خدا یعنی دیگر مخلوق کی پرستش اور دیوؤں کی کوشش سے ہٹا کر ایک ایشور کی بھگتی کے راہ پر لاوے۔

دوم۔ ہندو جسمانی، روحانی، ذہنی، اخلاقی، تعلیمی، بدنی پہلوؤں پر آئے دن تنزل کر رہے تھے۔ اُن کے تنزل کی رفتار کو روک کر کس طریق سے انکو ترقی کے میدان میں کھڑا کیا جاوے۔

سوم۔ وہ کیا اسباب تھے جو ہندوؤں کے نفاق، تفرق انفصال، کمزوری ایک دوسرے کی مخالفت کا ایسا باعث تھے کہ جن کو دور کر کے انکو اس قابل بنایا جاوے کہ ان میں ایک اخوت کا رشتہ قائم ہو کر ہندو ایک قوم بن جاویں اور اُن میں ایک غرض مشترک قرار پا جاوے۔

چہارم۔ اسلام کی طاقت کو کس طریق سے کمزور کیا جاوے اور انکی حکومت سے کس طرح ہندوؤں کو آزاد کیا جاوے۔

یعنی ہندوؤں میں وحدت خدا، اخوت قومی اور قومیت کس طرح پیدا کی جاوے اور اسلام کا طوق غلامی کس طرح ہندوؤں کے گلے سے نکالا جاوے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ان سوالوں پر پہلے کچھ نہ کچھ بچارا گیا۔ لیکن ایسے طریقے پر کہ اُس سے کچھ فائدہ نہ ہُوا۔

جو کچھ پہلے سوال حل کرنے میں کوششیں ہوئیں اُن سے آپس کے نفاق کا دائرہ وسیع ہوتا گیا کم ہرگز نہیں ہُوا۔ جو آیا اس نے نیا طریقہ چلایا۔ نئی راہ بتائی اور پہلوں سے الگ کر دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ فرقہ در فرقہ ہو گئے اور پھر ایک دوسرے کے تماشہ دیکھنے میں مصروف رہے۔ یہ خیال کبھی نہ آیا کہ مل کر کام کریں مذہبی اختلاف رکھتے ہوئے یا پولیٹیکل اختلاف میں پڑے ہوئے بھی ایسے دشمن کا پہلو بہ پہلو ہو کر مقابلہ کریں جو ان میں سے سب کا خونخوار ہے۔ ذہنی غلامی میں ہندو ویدک مذہب کے مرکز سے دُور چلے گئے تھے اور مختلف سمتوں میں اسلیئے مسلمانوں نے ایک ایک کر کے سب کو لتاڑا مارا۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ جو تماشا دیکھنے میں مصروف تھے۔ ان کی باری ذلیل ہونے کی ذرا دیر سے آئی۔ کسی ایک نکتہ مذہبی میں سب شامل نہ تھے۔ سب اپنے اپنے دھرم کو ویدوں سے ماخوذ کہتے تھے لیکن تس پر بھی ایک دوسرے سے عناد اس عناد اور آپس کے بغض اور نفاق نے جو ذہنی غلامی کا نتیجہ تھے۔ آگے بڑھا کر دوسری مشکل تر پولیٹیکل غلامی میں گرفتار کرا دیا پولیٹیکل غلامی کا ہی نتیجہ تھا کہ آخر اس درجہ تک قوم کی حالت آن پہنچی تھی کہ اب ہندو دھرم اور قوم کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹنے والا تھا۔ نہ دھرم میں طاقت رہی تھی کہ مختلف فرقوں کو جمع کرے نہ بل تھا کہ مقابلہ کریں نہ روپیہ تھا اور نہ آدمی۔ اسلیئے اخلاقاً، مذہباً، رسماً بھی اصلاح کے محتاج تھے اور گورو گوبند سنگھ کے سامنے چوتھے سوال کے حل کرنے کے لئے ہندوؤں میں مصالحہ نہیں تھا اور اسی مصالحہ کی تلاش میں وہ حیران تھا کہ کیا کرے۔

مذہب کی طرف اُس نے نگاہ غائر ڈالی تو روکاوٹیں سامنے موجود۔ سوشل اصلاح

پر نظر کی تو خطرہ سے پُر پولیٹیکل میدان میں قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کے اسباب اور ستدِ راہیں لیکن تاہم اُس نے اُن تمام تکالیف کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے تئیں تیار کیا۔ ہندو قوم کا جو خون غیرت، حمیت اور ہمت کا ٹھنڈا ہُوا جاتا تھا اُس میں پھر گرمی پیدا کرنے کا اُدیش اُس نے بنایا گورو گوبند سنگھ مرد میدان بن کر اکیلا تمام جی کچل ڈالنے والی مخالف طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو نکلا۔

کس چیز نے گورو گوبند سنگھ کو اُبھارا

واقعاتِ وقت پر نظر کرو۔ ایک معمولی انسان یا یُوں کہو ایک فقیر گوشہ نشین جس کے پاس نہ زر نہ بل نہ آدمی نہ سامان نہ ایک بیگھہ زمین لیکن اُس کے پاس ایک چیز تھی کہ جو باوجود بے برگی اور بے سامانی بھی اسکو کامیابی کی طرف بُلاتی تھی اُسکے حوصلہ کو اُبھارتی تھی اسکی ہمت میں گرم خون ڈالتی تھی۔ وہ کیا چیز تھی۔ دیش بھگتی (حب الوطنی) کی چنگاری اور کھتری دھرم کی ذمہ واری۔ رامچند کے کارنامے بڑی عزت اور فخر کے ساتھ آج تک یاد کئے جاتے ہیں لیکن اُس نے جو کچھ کیا ایسے زمانہ میں کیا کہ تمام ہند میں ہندو راجدھانیاں تھیں دھرم یا ملک کسی طرح خطرہ میں نہ تھا۔ وہ خود راجہ تھا اور ہر قسم کا سامان رکھتا تھا۔ گردونواح کے راجے اُسکے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے۔ باوجود اس کے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی فوج کشی راجہ لنکا پر دیش بھگتی پر مبنی تھی اور نہ حب الوطنی کا اس میں کچھ لگاؤ تھا۔ شک نہیں کہ اُس نے کھتری دھرم کو البتہ پُورا کیا اور ظالم راون کو جو اُن کی بیوی کو جبر اُٹھا لے گیا تھا۔ اُس کے کیفر کردار میں میدانِ جنگ میں مارا۔ یہ بھی بڑا کام تھا لیکن گورو گوبند سنگھ اپنی قوم اور دیش کی لاکھوں بیویوں کے چھین جانے کے ماتم میں دوسروں کی بھلائی کے لئے میدان میں آیا اور نہایت مشکل وقت میں اس مشکل میں ہاتھ ڈالا۔ کرشن کے تمام کارنامے ظاہرا ذاتی انتقام پر مبنی تھے۔ کرشن کی دانائی کے سوال کو علیحدہ رکھ کے ملکی کارناموں کو اگر دیکھا جاوے تو اُس کے تمام کام انتقام پر مبنی پائے جاتے ہیں۔ کنس کو اس

لئے مارا کہ وہ اسکے خاندان کو نابود کرنا چاہتا تھا اور خود کرشن کی ہستی کو مٹانا چاہتا تھا۔
حفاظت خود اختیاری میں اُس نے تلوار پر ہاتھ بڑھایا اور خوب کیا۔ راجہ جراسندھ سے
پانڈوؤں کے ساتھ سازش کر کے اُن کی امداد سے اُس کو پچھاڑا کیونکہ جراسندھ نے
کرشن کے خاندان یادوان پر کنس کے قتل کے انتقام میں ۱۵ دفعہ فوج کشی کی تھی۔ اور
کرشن کو جلاوطنی پر مجبور کیا تھا کہ جس جلاوطنی کا نتیجہ کرشن کا گجرات دیش میں دوارکا کا آباد
کرنا اور آخرکار وہاں یادو خاندان کی راجدھانی قائم کرنا تھا۔ یہ تمام کارنامے فی الحقیقت
دھرم پالن کا پورا نمونہ ہیں۔ تاہم اُنکی تہ میں صرف ذاتی پاداش کا انتقام تھا مانا جراسندھ
بڑا ظالم تھا اور کنس بھی۔ اور ظالموں کی گوشمالی کے لئے کھتری کا ہتھیار اُٹھانا عین دھرم
تھا لیکن اُس میں حب الوطنی کا سوال شامل نہ تھا۔ اگر بفرض محال کرشن کے کارنامے دیش
بھگتی پر مبنی سمجھے جاویں تاہم اُسکے وسائل کی وسعت پر نگاہ کرو۔ وہ خود راجہ تھا۔ راجہ خاندان
سے تھا۔ گجرات میں اُس کی مستقل راجدھانی تھی کئی کھتری راجے اُن کے معاون اور مددگار
تھے۔ پانڈوؤں کی بڑی سلطنت اُسکی حامی تھی بایں وسعت جو کچھ کرشن نے کیا۔ وہ ایک
معمولی راجہ کے کارناموں سے بڑا کام نہ تھا۔ کیونکہ دیش اپنا تھا۔ ملک کھتریوں کے
زیرِ حکومت تھا۔ آسودہ حالی تھی۔ بیشک اُس نے اپنی دانائی سے اُس وقت کے نہایت
خوفناک وبا، تیاگ اور راگ کی مرض کو زبان اور دہن کی طاقت سے مٹا دیا۔ ورنہ کھتری
دھرم مدت کا مٹ گیا ہوتا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کا کام اُس سے زیادہ اہم اور زیادہ نازک
اور زیادہ مشکل تھا۔ حب الوطنی کے سوال کو طے کر کے گورو گوبند سنگھ کرشن کو پیچھے چھوڑ گیا
یہی حال شنکر اچارج کا ہے۔ اُس کے معاون بھی کھتری راجے تھے۔ کھتری راجوں کے
بل کے سہارے جو بمقابلہ بدھ دھرم کے رلیجوں کے پھر سنبھلنے لگے تھے شنکر نے دیا کر کے
بل سے بُدھ کے عالموں کو مغلوب کرنا شروع کیا تھا۔ اگر راجے اُس کے ممد اور معاون
نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ شنکر لوگوں کے خیال کو پلٹا دے سکتا۔ شنکر دیا کے بل سے لوگوں

کو بُدھ دھرم سے ہٹا کر ہندو دھرم کی طرف لگا تا تھا۔ اور ہندو راجے اس کی پشت پناہ تھے لیکن گورو گوبند سنگھ بے مونس اور بے یار و مددگار تھا۔ اور خود شاہ اُس کے مخالف تھے۔ عرب کے پیغمبر کے سامنے قوم قریش کے چند متفرق قبیلے تھے لیکن گورو گوبند سنگھ کی حالت اُن سب سے مختلف اور نازک تھی۔ بہت زیادہ طاقت کی محتاج تھی۔ ایک طرف اس کے اپنے ہندو بھائی اُس کے مخالف تھے اور دوسری طرف وہ محض ایک فقیر گوشہ نشین۔ نہ راجہ نہ صاحب جائداد ...... اگرچہ باپ کے قتل کے انتقام کا سوال اُس کے سامنے بھی موجود تھا۔ لیکن گورو تیغ بہادر سے پہلے اسلامی بادشاہوں نے لاکھوں اور کروڑوں ہندو قتل کئے تھے۔ کسی کے دل میں انتقام کا خیال کیوں پیدا نہ ہوا۔ اور صدیوں تک اور پھر گورو گوبند سنگھ کے دل میں کیوں پیدا ہوا کہ ہندوستان میں حکومت اسلام کو متزلزل کرنے کی ضرورت ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جن ہندوؤں کی بھلائی کے لئے وہ سارے دُکھ اُٹھا رہا تھا وہی اس کی امداد سے نہ صرف پہلو تہی کرتے تھے بلکہ اس کو ستاتے تھے کیونکہ ہندو نفسا نفسی میں ایسے مبتلا تھے کہ اُس کے قومیت کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونے کی کچھ بھی آس نہ تھی۔ لیکن تاہم اُس کے دل میں وہ چنگاری دیش بھگتی کی پوشیدہ تھی کہ جس سے گورو گوبند سنگھ سے پہلے آنے والے ہندو مصلحان محروم تھے۔ کیا کرشن، کیا رام چندر، کیا شنکر، کیا رامانج۔ وہ چنگاری سلگتی تھی۔ لیکن بھڑکنے کا مصالحہ موجود نہ تھا۔ گورو گوبند سنگھ کی عمر ابھی پندرہ سال کی تھی۔ اور اتنا بڑا اہم کام اُس کے سامنے، مگر کسی خوف و ہراس کے طوفان، کسی بے ہمتی اور بزدلی کے باد و باران۔ کسی خود غرضی اور کاہلی کے جھونکے، کسی بے پروائی اور بے احتیاطی کے پانی سے وہ چنگاری نہ بجھی اور نہ بجھائی جا سکتی تھی۔ پر تاہم اتنے بڑے کام کے لئے وقت کی نبض شناسی ضروری تھی اور موقع کا انتظار خردمندی۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ دیش بھگتی کی آگ بنانے اور سلگانے کے لئے ایک پہاڑی میں جا رہا اور ہر پہلو پر سوچنے اور بچار

کرنے لگا۔ اس کنارہ کشی کا جو عارضی تھی ایک اور سبب یہ تھا کہ رام رائے اُس کا رشتہ دار گدی کے لئے اُس کا مخالف ہو رہا تھا اور گوریائی کی گدی کا دعویدار بن کر گورو گوبند سنگھ کے سخت مخالف تھا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ کی عارضی گوشہ نشینی رام رائے کی مخالفت سرد کرنے کے لئے بھی مناسب تھی۔ قریباً ۲۰ سال تک کہا جاتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ پہاڑی علاقہ میں آرام سے بیٹھا رہا اگرچہ پہاڑی راجوں نے اس عرصہ میں گورو گوبند سنگھ کو تکلیف دی۔ جس کا بیان آئندہ بابوں میں مفصل بیان کریں گے۔

ان ایام گوشہ نشینی میں اول گورو گوبند سنگھ نے اپنی معلومات بڑھانے کی کوشش کی۔ اس عرصہ میں اُس نے فارسی زبان میں کافی تحصیل حاصل کی اور عربی میں کچھ دستگاہ بہم پہنچائی۔ سنسکرت میں بھی قدرے مہارت پیدا کی اپنے دیش کے اولوالعزم راجوں اور بہادروں کی تواریخیں سنیں اور پڑھیں اور مختلف اکابران و مصلحان دین کی زندگی کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ اپنے دیش کی ترقی اور تنزل کے اسباب کو بچارا اس اثنا میں اپنے وطن کی بیروں کی درد انگیز اور ولولہ خیز منقلیں بھاٹوں سے سنیں اور جو سکھ اُس کے گرد جمع ہوتے اُن کو سُنائیں اور سُنوائیں اس زمانہ قیام پہاڑ کا اکثر حصّہ ریچھ، سور اور شیر و چیتے کے شکار میں بسر کیا۔ اور ساتھ ہی آئندہ کام کے لئے تجاویز سوچتا اور اُن کو پختہ کرتا رہا۔ اس عرصہ میں رام رائے کے دعاوی نسبت گدی زائل اور باطل ہو گئے۔ بہت سکھ رفتہ رفتہ اپنے گرو کے گرد جمع ہونے لگے آئے دنوں وہ اورنگ زیب کے مظالم اور بیدردیوں کے ذکر اذکار سُنا کرتا تھا اس سے اس کی حب الوطنی سے بھرپور دل میں ہر وقت جوش تازہ ہوا کرتا تھا مسلمانوں کی زبردست طاقت پوشیدہ نہیں تھی اور ہندوؤں کی بے چارگی اور درماندگی ظاہر اور باطن تھی اسلئے گورو گوبند سنگھ کو پھر ہندوؤں میں جوش مستی کی روح پھونکنے کے لئے اُس کو ہر پہلو پر سوچنے کا موقعہ ملا۔ اُس نے بڑی سوچ اور بچار کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اوّل اُن اسباب کو دور کیا جاوے جو ہندوؤں

ہیں نفاق کا موجب ہیں۔ اُن کی کمزوری کا باعث ہیں۔ اُن کی پست ہمتی کی علت غائی ہیں اُن کی بے ہستی کا کارن ہیں۔ اُس کا پہلا یہ خیال تھا کہ ہندوؤں کی مذہبی اِصلاح سب سے مقدم ہے اُس کے سوشل اصلاح اور اُس میں ذلت پات اور ورن کی قید کا اُٹھانا اور شودروں میں اونچے ہونے کی صلاحیت پیدا کرنا بھی داخل تھا۔ اور آخر کار پولیٹیکل اصلاح کرنا۔ لیکن ہر طرف مشکلات کا سامنا تھا۔ جن کو ہم کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا ازبس ضروری سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے اُس نے مذہبی اصلاح کو ہاتھ میں لیا۔

کس طریق سے ہندوؤں کے مرّجہ مذہب میں اصلاح کی

اُس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ ہندوؤں میں ابتدا سے دھرم ایک نہایت ضروری اور مقدم اور لوتر فرض اور ہر چیز سے زیادہ عزیز چلا آیا ہے ہندوؤں کا کوئی زمانہ زندگی کا ایسا نہیں گزرا جس میں دھرم اور اُس کی محبت اُن کی نظروں سے کبھی دُور رہے ہوں۔ بدھ مذہب کی سختیوں اور سات صدیوں کے مسلمانوں کی بیدردیوں میں بھی وہ اپنے دھرم کو زندہ رکھ سکے اُن کے مِلک اور مُلک، سرمایہ اور دولت، جائداد اور خاندان سب کچھ اُن کے سامنے اُن کے دیکھتے دیکھتے غارت ہوئے چھینے گئے۔ اُن کی کتابیں اور کتب خانے جلائے گئے۔ اُن کی زندگیاں قربان ہوئیں۔ سب کچھ فنا ہوتے دیکھا۔ لیکن دھرم کو اخیر تک قائم رکھا اور دھرم کے نکتہ نکتہ کو ایسی جگہ دل میں پوشیدہ کیا کہ جہاں کسی ظالم کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ہر قسم کے عذاب اٹھائے۔ قسم قسم کی سختیاں جھیلیں انواع الواع کے دُکھ برداشت کئے لیکن دھرم کو کسی قدر زندہ ہی رکھا۔ کیوں اس لئے کہ ہر چیز سے اُن کو دھرم سب سے پیارا تھا۔ ملک املاک سب سے زیادہ عزیز تھا۔ دین دولت سے زیادہ مرغوب تھا اسلئے اُس کے اپنے لہو کی ندیوں اور زندگیوں

کے انباروں سے حفاظت کی۔ یہ دیکھئے ایران نے دو چار حملوں میں اسلام کی تلوار کے سامنے سر جھکایا اور صرف چند سالوں میں سارا ملک مسلمان ہوا۔ یہی حال ترکستان، خراسان افغانستان، بلوچستان اور روم اور ایشیائے کوچک کا تھا۔ بمشکل چند سالوں تک اپنے دھرم کو محفوظ رکھ سکے اور ایسے نامود بنے کہ عرب کے جنگلوں سے نکلے ہوئے مذہب کے سامنے نہ صرف سجدہ کیا بلکہ سب کے سب اُس میں ایسے داخل ہو گئے کہ اپنے آبا و اجداد کے مذاہب کا کوئی نشان بھی باقی نہ چھوڑا لیکن ہندو آخر کار مرد نکلے اور سات سو سال تک مار کھا کھا کر بھی اُس کو اس طرح رکھنا ممکن تھا ہر چند آپس میں متفرق ہو گئے تھے مختلف فرقے ایک دوسرے کے مخالف تھے اور اس مذہبی اختلاف کے باعث وہ آپس میں چھوٹے چھوٹے فرقوں میں ایسے شاخ در شاخ منقسم ہو گئے تھے کہ اُن کا قومی بل برباد ہو چکا تھا۔ اور اخوت کا سلسلہ ٹوٹ کر منتشر ہو گئے تھے اور اُن کی ہستی ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی روشنی تھی مگر اورنگ زیب کی بیدردیوں اور جابرانہ تلوار کے طوفان سے وہ ٹمٹماتا چراغ قریب تھا کہ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے کہ گورو گوبند سنگھ نے اپنا ہاتھ اُس پر رکھا اور اُن کو بجھنے سے بچا لیا۔ اس وقت ہندوؤں کی یہ حالت تھی کہ ایک خاندان میں دس مذہبوں کا رواج تھا۔ ایک گنیش کا پوجاری تھا تو دوسرا بھائی سورج کا، تیسرا شو کا چوتھا وشنو کا پانچواں رام سنبھی تھا تو چھٹا بھیرو کا معتقد، ساتواں ہنومان کا پوجاری تھا اور آٹھواں کرشن کی جوانی پرست اور نواں کرشن کی بال لیلا پر قربان، دسواں رام کا پوجاری، گیارہواں لچھمن کا پیرو، بارہواں ویدانتی اور تیرہواں کرم کانڈی وغیرہ وغیرہ اور اُس پر آپس میں کردھ اور کینہ انہیں باعثوں سے حاک کی زبان ایک نہیں تھی۔ دھرم پستکیں ایک نہ تھیں۔ کوئی زبان نہ تھی جو تمام ہندوؤں کی مادری ہو۔ کوئی دھرم کا سلسلہ ایسا نہ تھا جس میں تمام ہندوستانی ہوں کوئی کام نہ تھا جس میں سب کا مجموعی اتفاق ہو کوئی ارادہ یا پیرو نہ تھی جس میں سب ہندوؤں کا ساجھا ہو پھر یگانگت، یکجہتی، اتفاق، قومی ہمدردی اور حب الوطنی کا نام کہاں۔ اس باعث سے ہندوؤں کا سوشل

رشتہ منقطع تھا۔ اس میں ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد اتفاق کا سلسلہ شکستہ مذہب
کا پیوند ڈھیلا اہل جنوب کو شمال سے محبت نہ تھی اور شمالی ہندوؤں کو اہل جنوب سے
واسطہ نہ تھا پر سبھی ہندو یورپ والوں سے بے تعلق تھے سب کا ہر پہلو فرق بُعد
المشرقین تھا۔ کسی کا ایک دوسرے پر اعتماد نہ تھا۔ کوئی ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتا تھا
نائک دغاباز اور حکمرانوں سے پُر تھا۔ جن لوگوں کا مذہب ایک نہ ہو قانون ایک نہ ہو۔
زبان ایک نہ ہو، نہ اخلاق ایک ہو، نہ غرض ایک ہو، نہ مآل نہ انجام ایک ہو، نہ دُنیا
ایک ہو اور نہ عاقبت ایک ہو، نہ معاش ایک ہو نہ معاد ایک ہو نہ عبادت ایک ہو نہ جائے
ریاضت ایک ہو نہ طریق زندگی ایک ہوں نہ طریق عبادت ایک ہوں نہ لباس ایک
ہو نہ خوشی ایک ہو نہ غم ایک ہو نہ اُمید ایک ہو اور نہ یاس ایک ہو۔ نہ غذا ایک ہو۔
اور نہ کھانے کے رسوم ایک ہوں نہ مطلب ایک ہو اور نہ مزاج ایک ہو نہ عادت ایک ہو
نہ بہشت ایک ہو نہ دوزخ ایک ہو نہ رسم ایک نہ دیوتا ایک، نہ فعل مشترک نہ خیال مشترک
نہ رنج مشترک نہ راحت مشترک، نہ سعی مشترک نہ ہمت مشترک نہیں نہیں۔ اُن کی نجات
مختلف تھی۔ ان کے اغراض مشترک ان کے مایحتاج زندگی مختلف اُنکے سورگ اور نرگ
مختلف، ان کے اعتقاد مختلف۔ صرف یہی نہیں کہ سب کچھ مختلف ہو مگر اکثر حالتوں میں متضاد
متضاد ہی نہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ عناد اس لئے ان میں آپس میں محبت نہ تھی اور
نہ اُنس نہ اتفاق اور نہ یگانگت ایک دوسرے کی امداد کا کسی کو خیال نہ تھا۔ راجے تھے تو
ایک دوسرے کے مخالف۔ رعیت تھی تو ایک دوسرے کی تخریب میں کوشاں۔ مذہبی فرقے
تھے تو اُن کا آپس میں بغض اور حسد تو پھر اُن کی ترقی کس طرح موہوم نہ ہو۔ اُن کی تنزلی اور
بربادی کیوں مقسوم نہ ہو۔ اُن کی ذلت اور خواری کیوں معلوم نہ ہو، اُن کی عزت اور
حمیت کیوں معدوم نہ ہو وہ قوم بخت اور شوکت سے کیوں محروم نہ ہو وہ وحشی نیم وحشی،
بزدل اور رذیل ناموں سے کیوں موسوم نہ ہو۔

مذہبی فرقوں کی حالت یہاں تک پہنچی تھی کہ اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔ اُن کے بانی عموماً برہمن ہی بنتے لیکن علاوہ اُسکے بھگتوں اور مختلف قسم کے فقرا کے اس قدر فرقے بڑھ گئے تھے کہ ہر قصبہ اور ہر گاؤں کی علیحدہ رسوم علیحدہ دیوتے اور علیحدہ مذہب ہو گیا تھا۔ ہندوؤں سے گذر کر اُن اسلام کے فرقوں کو اور مرشدوں کو اپنا پیشوا مان بیٹھے تھے جو انکو کافر سمجھتے تھے اور لائق گردن زدنی خیال کرتے تھے کہیں سب خدا بنے ہوئے تھے۔ کہیں سب کچھ خدا سے نکلا ہوا کہنے لگے تھے۔ کہیں مایا جال بچھایا ہوا تھا اور کہیں ویراگ اور سب کچھ متھیا کی گونج اُٹھی ہوئی تھی۔ مذہب کی گویا دکانیں لگی ہوئی تھیں۔ ہر ایک اپنے سودا کو اچھا اچھا پکارنے کے سود میں مبتلا تھا۔ مُکتی سستے داموں بک رہی تھی اور ٹکے سیر تُل رہی تھی۔ صرف ایک روزہ یا برت یا ایک اکادشی برت یا ایک دفعہ گنگا اشنان۔ صرف چند پیسوں کے دان دو چار اکشروں کے جاپ اور چند قسم کے نام کے بار بار دُہرانے مختلف نشانوں کے استعمال کرنے سے نہ صرف اس جنم کے پاپ بلکہ ہزاروں جنموں کے پاپ نہ صرف اپنے پاپ بلکہ آبا و اجداد کے پاپ دفع ہو جاتے تھے اور نہ صرف اتنا بلکہ مکتی کا مستحق بھی ساتھ بتاتے تھے اور سورگ میں جا پہنچاتے تھے اور اس میں بھی اختلاف کا یہ حال کہ ہر ایک کا تلک علیحدہ تلک کی شکل علیحدہ۔ تلک کا رنگ علیحدہ، وضع علیحدہ تاکہ مرنے کے بعد دیوتا کی پولیس کو اپنے پجاری شناخت میں دھوکا نہ لگے۔ مالا اور منکے جدا جدا۔ وضع اور شناخت کے کسی کی لکڑی کی مالا کسی کی رودراش کی۔ کسی کی مرجان کی۔ کسی کی صندل کی کسی کی تلسی کی۔ کسی کی پتھر کی۔ کسی کی بلور کی۔ پھر کسی کی زرد۔ کسی کی سرخ۔ کسی کی سبز۔ کسی کی سفید، کسی کی سیاہ، غرض کس کس چیز کا ذکر کریں۔ سب کچھ مختلف اور متضاد۔ پھر سب کے کرم نیم اور رسوم دھرم جدا جدا اور یہ مذہبی دنیا میں تجارت کا بازار گرم عوضانہ کا آئین مروج، خرید و فروخت اور ہبہ اور رہن کا قاعدہ نافذ

عبادت اور دان ایک شخص کرے اُس کا نتیجہ یعنی ثمرہ دوسرا بذریعہ ہبہ یا عوضانہ اُٹھا سکتا تھا ایک آدمی کو چند پیسے دے دو۔ اور اُس کی پُوجا پاٹھ۔ جب عبادت کا ثمرہ اُٹھاؤ، گناہ اور پاپ کم کرو۔ کسی پیشہ ور کو دو تین آنہ دیکر کوئی کتاب پڑھوا لو سو دو چار منتروں کی بار بار مالا پھیروا لو۔ گناہ کا کفارہ حاصل۔ جو پاپ کرو اپنے دیوتا کو دو چار پھول۔ گری۔ بتاشہ وغیرہ دلا کر راضی نامہ کر لو۔ جب صُورتیں یہ ہیں۔ تو کسی کو کیا پڑی تھی۔ کہ اخلاق حاصل کرے۔ عبادتوں کی محنت اُٹھائے، ریاضتوں سے شاریرک اور آتمک اُنتی کرے۔ ساماجک بہبودی کا دھیان کرے۔ یا اتفاق کی اُنکو سُوجھ پڑے ایشور کی طرف کسی کو دھیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اس مذہبی سوداگری کے زمانہ میں ایشور بھگتی اور پریم بھجنوں کی کیا ضرورت تھی۔ دونوں عالم کا ثواب صرف چند ٹکوں میں حاصل ہو سکتا تھا۔ یا کسی رقم کی بجا آوری پر تو نیک اعمال کی کسی کو ضرورت نہ تھی۔ بھلے کرموں کی کیا حاجت۔ یہاں تک کہ نہ صرف اس دُنیا میں ہر ایک کی علیحدہ رسم اور ریت اور علیحدہ مذہب اور اعتقاد تھے بلکہ آخرت میں بھی ایک اخوت قائم رہنی مشکل تھی۔ ہر ایک دیوتا کا نرک اور سورگ اپنا مقرر تھا۔ جب خود دیوتاؤں میں جنگ تھی تو اُن کے پس رو لوگوں میں صلح کیونکر رہ سکتی تھی۔ خود ایشور کی ایسی درگتی کی۔ کہ اُس کو اول وشنو وغیرہ دیوتاؤں میں تقسیم کیا۔ اور پھر اس کو نہ صرف آدمیوں میں اُتارا بلکہ جانوروں مچھ۔ کچھ۔ سؤر میں بھی نازل کیا۔ اور اس سے بدتر نہ آدمی اور نہ حیوان بلکہ نرسنگھ کر دکھایا۔ بت پرستی کو رواج دے کر اوتاروں وغیرہ کی مورتیاں بنا ڈالیں۔ مورتوں میں بھی اختلاف کسی کا سر ندارد، کسی کا پاؤں گاؤ خورد کوئی کڑی کوئی پتھر کی مورتیں۔ پتھر بھی ایک قسم نہیں۔ کوئی گول؛ کوئی گھڑت ایک ایک قسم پتھر کا خدا خدا۔ کنہیا کی تصویر یعنی مورتی اور کام کے بتوں کی پُوجا تو عام ہوتی تھی، مگر تعجب ہوتا ہے کہ اُسکے خوک اور مچھ کچھ کی مورتی کیوں بنا کر پوجا نہیں کی جاتی۔ مذاہب

کے نام پر انواع انواع کے دکھ جسمانی اور اقسام اقسام کی تکالیف بدنی برداشت کیے جاتے تھے۔ کوئی کانشی کے کنویں میں آرہ پر چر کر مرنا بڑا ثواب تصور کرتا تھا۔ کوئی جگن ناتھ کے رتھ کے نیچے کچل مرنا ثواب سمجھتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ کان اور ناک کٹوانے کی رسم ابھی تک جاری نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ ان میں سوراخ کرنا شبھ یعنی متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ کوئی بازو سوکھاتا تھا۔ کوئی ایک ٹانگ پر کھڑا رہ کر رنگ مذہبی کا امتحان دیتا تھا۔ کوئی کھڑا ہونے کی مشق میں جانور بنا جاتا تھا۔ کوئی الٹا لٹکے تھا۔ مذہبی لباسوں کے رنگ مختلف تھے۔ وضع قطع مختلف تھی۔ داڑھی، موچھ اور سر کے بالوں کے انداز اور طرز مختلف تھے۔ اس طوفان بے تمیزی کو دیکھ کر بدھ دھرم نے جنم لیا تھا وہ تلوار کے ساتھ پھیلا اور تلوار کے ساتھ حدود ہند سے خارج ہوا مگر جو اچھا پہلو تھا وہ ساتھ لیتے گئے۔ اور برا پہلو ہندوؤں کے حوالے کرتے گئے۔ دیوی دیوتا پر نہ صرف حیوانوں کی قربانی جائز عبادت سمجھتے تھے بلکہ انسانی قربانی اور بھی مستحسن تعیین کی جاتی تھی۔ بندر باشی کے مندر کے پوجاری فخریہ دعوے کیا کرتے تھے کہ دیوی پر اس کثرت سے جانور چڑھائے جاتے ہیں کہ کبھی خون خشک نہیں ہونے پاتا۔ گندہ خوری بھی ایک فرقہ کی خوبی سمجھی جاتی تھی۔ بھیرو کی عزت میں شراب، شوجی کی عزت میں بھنگ، چرس، افیون، دیوی کی عزت میں کباب کھانا پینا فرض سمجھے جاتے تھے۔ کئی ایسا کرتے تھے کہ کتے کے ساتھ مل کر کھانا فخر سمجھتے تھے۔ کام دیوتا پر پھول چڑھاتے تھے۔ گورو کے درشن بھینٹ اور سادھ سنتوں کی صرف سیوا سے مکتی مانی جاتی تھی۔

ان تمام مذہبی خرابیوں کے ماخذ صرف برہمن تھے کیونکہ انہوں نے وید شاستر کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت غیر از برہمنوں کو منع کردی تھی اور چونکہ ودیا انکے ہاں رفتہ رفتہ آ گئی تھی اور کسی کو یہ پڑھاتے ہی نہ تھے اور دعوے کرتے تھے کہ سنسکرت دیو بانی ہے اسکا مستحق سوائے برہمنوں کے روئے دنیا پر اور کوئی نہیں ہے۔ یہی تمام شاستروں کے وضع کرنے والے تھے

یہی پورانوں کے بنانے والے تھے اور ان تمام فرقوں کے پیدا کرنے والے بھی برہمن تھے اسلیئے
باوجودیکہ مار کھاتے جاتے تھے ذلیل اور رسوا ہوئے جاتے تھے مگر اپنا اقتدار حاصل کیا ہوا
نہ چھوڑتے تھے۔ جس چیز کو اپنا ازلی حق سمجھ بیٹھے تھے اس سے ذرا بھی تجاوز کرنا گوارا نہیں
کرتے تھے۔ اسلیئے برہمنوں کے کسی حق یا مسئلہ میں دست اندازی نہایت مشکل کام تھا۔
ذرا سی مداخلت اُن کو بے خود کردینے پر مائل تھی اور برہمن اس مداخلت کو جو گھر کے سلسلہ
سے پیدا ہو مسلمانوں کے ظلموں سے بڑھ کر زیاں کار سمجھتے تھے۔ اس امر کا قیاس اُن
وسائل سے بخوبی ہو سکے گا۔ جو انہوں نے اپنے اقتدار اور تسلط اور ہمہ گیر اختیار
حاصل کرنے میں دھرم شاستروں میں لکھ رکھے ہیں۔ یوں تو اُن کی تعداد بیشمار
ہے لیکن ہم بطور نمونہ منو دھرم شاستر سے چند فقرے پیش کرتے ہیں:- تمام دنیا اور جو
کچھ اُس میں ہے سب اُس کا (یعنی برہمن کا) مال ہے اور اُسکے لیئے ہی یہ تمام کائنات
پیدا کیئے گئے۔ منو $\frac{۱}{۹۶\text{-}۱۰۰\text{-}۱۰۱}$ - برہمن اپنے منتروں کے زور سے راجہ کو معہ اُسکی فوج ہاتھی
گھوڑے وغیرہ ناش کرسکتا ہے $\frac{۹}{۳۱۳}$ منو۔

برہمن دنیا کی مثل بہت سے عالم اور نائب السلطنت اور نئے دیوتا اور نئے آدمی
اور دیگر فانی چیزیں پیدا کرسکتا ہے $\frac{۹}{۳۱۵}$ منو۔

مؤلف۔ اس میں کسی قدر سچائی بھی ہے آپس میں راجپوت بھائیوں کو لڑا کر کئی چھوٹی چھوٹی
راجدھانیاں پیدا کیں اور نئے دیوتا تو بیشمار پیدا کردیئے اور آئے دنوں یہی کام کرتے رہتے ہیں۔

راجہ کی انسبت برہمن زیادہ ادب کا مستحق ہے۔ $\frac{۲}{۱۳۹}$ منو۔

برہمن کے جسم اور جان کے محفوظ رہنے کے لئے نہایت سخت جرموں میں بھی سخت سزا
پانے سے برہمن آزاد ہے $\frac{۹}{۲۰۳\text{-}۲۰۸\text{-}۲۴۲}$ $\frac{۴}{۱۶۵\text{-}۱۹۹}$ $\frac{۸}{۲۸۱ \text{ تا } ۲۸۳}$ منو۔

اگر کوئی جرم برہمن کی ذات یا جائداد کے برخلاف کیا جاوے تو دس گنا زیادہ سزا
کا مستحق ہے $\frac{۸}{۲۷۶}$ $\frac{۸}{۳۷۸\text{-}۳۷۹}$ منو۔

راجہ کو لازم ہے کہ اپنا معتبر وزیر اور مشیر برہمن کو بنائے۔ ۷/۵۸ منو

عدالت کا کل کام برہمنوں کے اختیار میں ہو ۸/۱-۹ ۸/۱۰-۱۱-۹ منو

برہمنوں کو یگ میں بھوجن دیا جاوے اور بہت دچھنا (مشہور دکھنا) اگر کم دی جاوے گی تو تمام جسم اور جان اور اولاد مویشی اور نیکنامی اور آئندہ عالم کی خوشی برباد جاتی ہیں ۳/۱۳۳ تا ۱۴۶ ۱۱/۳۹-۴۰ منو۔

عبادت جاترا۔ تیرتھ کا کفارہ برہمنوں کو بہت روپیہ دان دینے سے ہو سکتا ہے ۱۱/۱۱۷ تا ۱۳۹ منو۔

برہمن سے کبھی قسم کا محصول نہ لیا جاوے ۷/۱۳۳ و ۱۳۲ منو۔

اگر برہمن کا کوئی مویشی چرائے تو ٹخنے تک پاؤں کاٹ ڈالا جاوے ۸/۳۲۵ منو

شودر صرف برہمن کی ملازمت کرے اگر یہ میسر نہ ہو تب کھتری کی ملازمت کرے ۸/۴۳۲

ان حوالوں پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ برہمنوں کے اقتدار کی حد ان سے بھی بخوبی ذہن نشین ہوتی ہے۔ ہر ایک چیز ان کے تابع تھی۔ اُنکے دیوتا پیدا کرنیکا اختیار تسلیم کیا گیا تھا مطلب براری کیلئے جس جس حالت کا تقاضا ہوا اسی طرح دھرم شاستر کے مسائل کے معنے اور مطلب نکالے اور جو رسم اور طریق اپنی بھلائی کو مقدم رکھ کر ضروری معلوم ہوا ان کو قائم کیا ہندوؤں کو سنسکرت ودیا سے تو محروم کیا ہی تھا۔ عربی اور فارسی کی تحصیل علم سے بھی ہندوؤں کو منع کر دیا کہ ملیچھ بھاشا کا پڑھنا دھرم شاستر کے خلاف ہے بلکہ جس نے فارسی زبان کی تحصیل کی اُسکو شودر قرار دیکر ذات سے علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ کائستھ ابتک ایک حصہ ہندوستان میں شودر خیال کئے جاتے ہیں جنہوں نے فارسی زبان کی تحصیل میں ابتدائی تھی۔ اس جہالت کا ہی نتیجہ تھا کہ ہندو مکمل طور پر برہمنوں کے دماغی غلامی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جسمانی غلامی سے دماغی غلامی نہایت بدتر اور ضرر رساں ہے۔ ہندو ایک طرف برہمنوں کی دماغی غلامی میں مبتلا تھے

دوسری طرف اسلام کی جسمانی غلامی میں۔ دونو غلامیوں سے آزاد کرانے کا اودیش گرو گوبند سنگھ نے اپنے سامنے رکھا ہندوؤں کو دماغی غلامی سے نکالنے میں برہمنوں سے تو مخالفت کی اُمید ہی تھی لیکن خود کئی ہندو بھی اُسکے مخالف کھڑے ہونے کو آمادہ تھے لیکن گورو گوبند سنگھ نے اس تلاطم بے تمیزی اور اس طوفان مخالفت میں ہندوؤں کے لئے دماغی غلامی سے آزادی کا ناد بجایا اور ایک ایشور اکال پرکھ کیطرف سب کو بلایا چنانچہ سب سے پہلے اُس نے ہندوؤں کی مذہبی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کی اور روحانی گرو کی حیثیت میں ایشور بھگتی کا اُپدیش کیا اور انسانی دھرموں کی تقلید سے پرہیز۔ اور شرک سے نفرت کرنا سکھلایا۔ شرک کی زور و شور سے تردید کی۔ گورو نانک دیو کی تعلیم کی بنیاد پر اُس نے بُت پرستی سے لوگوں کو زور و شور سے منع کیا۔ رسم شرادھ کو مذموم کیا، دیوتا پرستی کو دھوکا بتلایا اور اوتاروں کو خلاف قدرت بتایا۔ تیرتھ اشنان کو فریب ثابت کیا۔ فقیری لباس کو مکر اور دھوکا کی ٹٹی بیان کیا۔ مخلوق پرستی یعنے آدم پرستی، حیوان پرستی، نباتات پرستی، معدنیات پرستی سے لوگوں کو نفرت دلائی۔ توہم پرستی سے باہر نکالا۔ مذہبی لباسوں اور نشانوں کے برخلاف جہاد قائم کیا اور ایک خالق واحد ایشور نراکار اکال سچدانند کی بھگتی کی طرف لوگوں کا دھیان بٹھایا۔ سچائی کی مہما سب سے افضل تبلائی۔ غرض غلیظ متعفن، بدبودار، میلے، گدیلے چھوٹے چھوٹے چشموں سے اُٹھا کر اُن کو ایک ایشور کی پریما بھگتی کے سمندر بے پایاں پر جا کھڑا کیا۔ بیشمار اور وسیع اقوال میں سے صرف ایک کبت گورو گوبند سنگھ کا اس کے خیالات کی وسعت اُس کے اُودیش کی خوبی اُس کی خلوص نیت کی پاکیزگی اور اُنکو ایشور بھگتی کے گن ظاہر کرنے کے لئے ناظرین کی لذت کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ **قولہٗ**

تو پرشاد کبت

شوک مہاری گج گدھا بھبوت دھاری۔ گدوا مسہان باس کریو ہی کرت ہیں۔

اگر پرمیشور مٹی کے بدن یا جسم پر لگانے سے ملتا ہووے تو ہاتھی اور گدھا ہمیشہ خاک ہی اڑاتے ہیں اگر مسان بیابان میں رہنے سے ملے تو گدھ ہمیشہ شمشان میں ہی رہتا ہے۔

گھگھو مٹ باسی لگے ڈولت اُداسی مرگ ترور سدیو مون سادھے ہی مرت ہیں۔

اگر مٹھ میں رہنے سے مکتی ہووے گھگھو ہمیشہ مٹھ میں رہتا ہے۔ اداس رہنے سے بھی مکتی نہیں دیکھو برن جیسے چوپائے ہمیشہ اُداس رہتے ہیں چپ رہنے سے بھی مکتی نہیں دیکھو درخت چپ کھڑے رہتے ہیں۔

بند کے سدھیا تا ہیں ہیج کی بڑیا دیت باندر سدیو پاؤن نانگے ہی پھرت ہیں۔

مجرد رہنے سے ایشور نہیں ملتا۔ دیکھو مخنث ہمیشہ مجرد رہتے ہیں۔ ننگے پاؤں رہنے سے مکتی نہیں ملتی۔ بندر کی طرف خیال کرو ہمیشہ ننگے پاؤں رہتا ہے۔

انگنا آدھین کام کرودھ میں پربین ایک گیان کے بہین چھین کیسے کے ترت ہیں۔ ۱

گرفتار۔ جذبات۔ شہوت و غصہ میں پرجیو بھلا گیان کے بغیر کیسے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

بھوت بن چاری چھت چھونا سبھے دودھا دھاری پون کے اہاری سو بھجنگ جانی ات ہیں۔

جنگل میں بھوت رہتے ہیں۔ پرتھوی پر سب لوگ جانور وغیرہ دودھا دھاری پون اہاری سرپ وغیرہ میں ان سادھنوں سے پرم ایشور نہیں ملتا۔

ترن کے بھچھیا دھن لوبھ کے تجیا تے تو گیوں کجھیا برکھ تھیا مانی ات ہین۔

دیکھو گھاس کھاتے ہیں اور بیل ہمیشہ زر وغیرہ کے لالچ سے آزاد ہیں۔

نبھ کے اُڈیا تاہین پنچھی کی بڈیا دیت بگلا بڑال برکھ دھیانی ٹھانی ات ہیں۔

آسمان میں اڑ جانے کی اگر کوئی سدھی حاصل کر لیوے تو کیا ہے جانور ہمیشہ آکاش میں اڑتے ہیں۔ دھیان لگانے میں بگلا اور بلا کی طرف دیکھو۔

جے تو بڈے گیانی تو جانی پے بکھانی ناہیں ایسے نہ پرپنچ من بھول آنی ات ہیں۔ ۲

جو گیانی پرکھ ہیں انہوں نے پرمیشور کو پالیا ہے لیکن وہ لوگوں میں ظاہر انہیں کرتے اسے جو ادپدوالے کام کر کے سدھی وغیرہ حاصل کر کے پرپنچ کرتے ہیں انکے فریب میں بھول کر کبھی آ جانا۔

کھوم کے بستیا ناہیں کھوچری کے جیا کہیں آدسی سنبھ کے اڈیا سو چریا کے بکھانی ایں۔

نجات زمین پر رہنے یا آکاش میں اڑ جانے پر نہیں موش اور چڑیوں کی طرف خیال کرو۔

پھل کے بھچیا تاہیں ماندری کے جیا کہیں آوسی پہریا تے تو بھوت کے بھچانی ئیں۔

پھل کھانے پر نجات نہیں باندروں کو ہمیشہ پھل ہی کھانے پڑتے ہیں۔ الوپ رہنا تواب ہووے بھوتوں کی طرف دیکھ لیویں جو ہمیشہ نظر سے غایب رہتے ہیں۔

جل کے تریا کو گنگری سی کھت جگ آگ کے بھچیا سو چکور سم مانی ئیں۔

پانی میں گیگری ہمیشہ رہتے ہیں آگ کھانے میں چکور نے کمال کیا ہے۔

سورج سویا تاہیں کول کی بڈیا دیت چندرماں سویا کوتی کے پہچانی ئیں۔ ۳

سورج کو کنول ہمیشہ پوجتا ہے کوئی ہمیشہ چندرماں کو پوجتے ہیں۔ انکے پوجنے ہونے سے مکتی نہیں مل سکتی۔

نارائن کچھ مچھ تند واکھت سبھ کول نابھ کول جنیہ تال میں رہت ہیں۔

یوں تو نارائن نام کچھ و مچھ و بندر کا بھی ہو سکتا ہے کول وغیرہ سب پانی میں رہتے ہیں ناموں سے مکت نہیں۔

گوپی ناتھ گوجر گوپال سبھ دھنیاچاری رکھی کیس نام کے مہنت کہی ات ہیں۔

گوپی ناتھ تو گوجروں کا نام ہے دھنیاچاری گائے چرانے والا ہوتا اور مہنتوں کا نام رکھی کیش ہے۔

مادھوا بھنور آد اٹیرو کو کنیا نام کنس کو بدھیا جم دوت کہی ات ہیں۔

مادھو بھنور کو بھی کہتے ہیں ابابیل کو بھی کنھیا کہتے ہیں۔ کنس کا مارنے والا جم دوت ہوتا ہے۔

موڑ روڑہ ہٹبنت نگوڑ تا کو بھید پاویں پوجت نہ تاہیں جاکے راکھے رہی ات ہیں۔ ۳

محنت مورکھ روتے ہیں مگر اس ایشور کے بھید کو نہیں پاتے اور اس کو پوجتے نہیں جو ہمارا محافظ ہے۔

بشو پال جگت کال دین دیال بیری سال سدا پرتپال جم جال تے رہت ہیں۔

وشو پال رجگت کال دین دیال دشمن کا ناشک ہمیشہ رازق ایشور موت کے جال سے باہر ہے۔

جوگی جٹا دھاری ستی سانچے بڑے برہمچاری دھیان کاج بھوک پیاس دیہہ پہ سہت ہیں۔

جوگی جٹا رکھتے ہیں ستی لوگ سچ بولتے ہیں برہمچاری دھیان کر کے بھوک اور پیاس کی تکلیف سہتے ہیں۔

نیولی کرم جل ہوم پاوک پوون ہوم ادھو مکھ ایک پائے ٹھانڈھے بھبت ہیں۔

انتڑیاں دھوتے ہیں۔ جل ہوم کرتے ہیں ہوا بھچتے ہیں سر نیچے کر کے تپ کرتے ہیں ایک پاؤں پر کھڑے رہتے ہیں۔

مانو بھتد دیو دانو نہ پاویں بھید بید اد کیتب نیت نیت کے کہت ہیں۔ ۵

انسان، حشرات، دیو، دیوتے اور راکھشس وغیرہ یہ سب اس کا بھید نہیں پا سکتے وید اور کتابیں انکو بے انت کہتے ہیں۔

ناچیت بھپرت مور باد ورکرت گھور دامنی اینک بھاو کریوہی کرت ہیں۔

مور بھی ناچتے ہیں۔ بادل بھی گرجتے ہیں۔ بجلی کئی طرح سے حرکات کرتے ہیں۔

چندرمان تے سیتل نہ سورج تے تپت تیج اندر سو نہ راجا بھو بھام کو بھرت ہیں۔

چاند سے زیادہ کیا سرد چیز ہے۔ سورج سے تپ کسی کا زیادہ نہیں۔ اندر سے بڑا کوئی راجہ نہیں۔

شو تپسی آد۔ برہما سے نہ بید چاری سنت کمار سے تپسیا نہ انت ہیں۔

شو جیسا کوئی تپ کرنے والا نہیں برہما جیسا کوئی بید جاننے والا نہیں۔ سنت کمار سے کوئی زیادہ زاہد نہیں۔

گیان کے بہین کال پھانس کے آدھین سدا جگن کی چوکری پھرائے ہی پھرت ہیں۔ ۶

مگر گیان کے سوا کال کی پھانسی کے بس میں ہو کر ہمیشہ جگوں کی چوکڑی میں پھرتے رہتے ہیں۔

ایک شو بھئے ایک گئے ایک پھیر بھئے رامچندر کرشن کے اوتار بھی اینک ہیں۔

ایک شو پیدا ہوئے ایک مرے ایک پھر پیدا ہوا۔ رام اور کرشن کے بھی بے شمار اوتار ہیں۔ یعنی پیدا ہوئے ہیں۔

برہما اور بشن کیتے بید اور پران کیتے سمرت سموہن کے ہوئے ہوئے بنتے ہیں۔

برہما بشن کیتے ہوئے۔ بید اور پران بھی کئی دفعہ ہوئے کئی سمرتیاں ہوئی ہیں اور بہت جا چکے ہیں۔

مونڈی مدار کیتے اس نی کمار کیتے انسا اوتار کیتے کال بس بھئے ہیں۔

کتنے مونڈی مدار اور کتنے اشنی کمار ہوئے ہیں اور کتنے جزوی اوتار ہوئے ہیں لیکن سب موت کے پنجہ میں آئے۔

پیر اور پیکمبر کیتے گنے نہ پرت ایتے بھوم ہی تے ہوئیکے پھر بھوم ہی ملئے ہیں۔ ۷

پیر اور پیغمبر کتنے بے شمار ہوئے ہیں مگر سب خاک سے مل کر پھر خاک میں مل گئے۔

جوگی جتی برہمچاری بڈے بڈے چھتردھاری چھتر ہی کی چھایا کئی کوس لوں چلت ہیں۔
بڑے جوگی جتی برہمچاری اور جتی اور راجے ہوئے ہیں جن کے چھتر کے سایہ کوسوں تک پہنچے تھے۔
بڈے بڈے راجن کے دابت پھرت دیس بڈے بڈے راجن کے درپ کو دلت ہیں۔
بڑے بڑے راجے ملکگیری کرتے رہے ہیں اور بڑے بڑے راج لشکروں کو مغلوب کیا گیا ہے۔
مان سے مہیپ اور دلیپ جیسے چھتردھاری بڈو ابھمان بھج ڈنڈ کو کرت ہیں۔
راجہ مان جیسے بڑے راجے اور دلیپ جیسے تاجدار بڑے ابھمان میں اپنی طاقت دکھلاتے رہے ہیں۔
دارا سے دلیسر دُرجودھن سے مان دھاری بھوگ بھوگ بھوم انت بھوم میں ملت ہیں۔ ۸
دارا سے دہلی کے بادشاہ، درلودھن سے فاخر، زمین پر عیش کر کے پھر آخر زمین میں مل گئے ہیں۔
سجدہ کیے ہر انیک توپچی کپٹ بھیس پوستی انیکدا نواوت ہے سیس کو۔
اگر بہت سجدوں سے بزرگی ہوتی ہے تو توپ چلانے والا اور پوست پینے والا ہمیشہ سرنگوں رہتے ہیں۔
کہا بھئو جو پے کاڈھت انیک ڈنڈ سو تو نہ ڈنڈوت اسٹانگ اٹھتیس کو۔
اگر اُٹھنے بیٹھنے یا پیٹ کے بل لیٹنے سے بڑے متصور ہو تو پہلوان کتنے ڈنڈ نکالتے ہیں۔
کہا بھئیو روگی جو پے ڈار یو رہو ار دھ مکھ من تے نہ موڈھ نہاریو آد ایس کو۔
مُنہ اوپر رکھنے میں بڑائی ہو تو بیمار ہمیشہ مُنہ اوپر پڑا رہتا ہے اے بیوقوف من سے اصل ایشور کو نہیں دیکھتا۔
کامنا ادھین سدا دامنا پربین ایک بھاؤنا بہین کیسے پاوے جگدیس کو۔
خواہش میں مبتلا ہمیشہ لالچ میں گھرا ہوا بھاونا نشچے کے بغیر ایشور کو کیسے پا سکتے ہیں۔
سیس ٹپکت جاکے کان میں کھجورا نہ سے مُونڈ چھنکت مترپتر ہوں شوک سوں۔
اگر سر مارنے سے بھگوان ملیں تو جو کے کان میں کنکھجورا گھل جاتا ہے وہ بھی سر مارتا ہے اور اسی طرح اپنے متروں کی مرائی پر سر مارا جاتا ہے۔
اگ کو چریا پھل پھول کو بچھیا سد ابن کو بھرمیا اور دو سرو نہ لوک سوں۔
اگ کے کھانے والا، پھل پھول پر گذارا کرنے والا جنگل میں رہنے والا بکری یا ہرن سے زیادہ کون ہے۔

کہا بھیو بھیڈ جیوں گھسٹ سیس برچھن سوں ماٹی کو بھچھیا بول پوچھ لیجئے جوک سوں۔

اگر ماتھا رگڑنا عبادت ہے تو بھیڑ درختوں سے ہمیشہ سر رگڑتی ہے اور مٹی کھانا عبادت ہو تو جونک بھی مٹی کھاتی ہے۔

کامنا ادھین کام کرودھ میں برہین ایک بھاونا ہین کیسے بھیٹے پرلوک سوں۔

خواہشات میں مبتلا۔ غصہ اور غضب سے پُر۔ بشواس کے سوائے کوئی پرلوک کو کس طرح جا سکتا ہے۔

ناچیوی کرت مور دادر کرت شور سدا گھنگھور گھن کریوی کرت ہیں۔

مور ناچتے ہیں بادل گرجتے ہیں۔ مینڈک ٹرّاتے ہیں (پھر ایسے حرکات سے فائدہ)

ایک پائے ٹھانڈے سدا بن میں رہت برکھ پھوک پھوک پاؤ دھوم سراوگ دہرت ہیں۔

ایک پاؤں پر تو سارے درخت بھی کھڑے ہیں اور سراوگی زمین پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔

پاہن ہنیک جگ ایک ٹھور باس کریں کاگ اور چیل دیس دیس بچرت ہیں۔

پتھر زمانہ تک ایک جگہ پڑا رہتا ہے کوے اور چیل دیش بدیش پھرتے رہتے ہیں۔

گیان سے رہین مہادان میں نہ ہوجے لین بھاونا نہیں دین کیسے کے ترت ہیں۔

گیان سے مبرا، دان سے مبرا بشواس سے بغیر کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔

جیسے ایک سوانگی کہوں جوگی بیراگی بنے کبھوں سنیاس بھیس بن کے دکھاوئی۔

بھروپئے کی طرح کہیں جوگی ہیں کہیں بیراگی کہیں سنیاسی بن کر دکھاتے ہیں۔

کہوں پون ہاری کہوں بیٹھے لائے تاڑی کبھوں لوبھ کی خماری سو انیک گن گاوئی۔

کہیں پون کھاے ہیں کہیں تاڑی لگائے بیٹھے ہیں کہیں حرص میں مخمور ہو کر گن گاتے پھرتے ہیں۔

کہوں برہمچاری کہوں ہاتھ پے لگاوے باری کہوں ڈنڈ دھاری ہوئیکے وگن بھرماوئی۔

کہیں برہمچاری کہیں ہاتھ وغیرہ میں چھاپ لگا کر کہیں ڈنڈا لے کر لوگوں کو پھسلاتے پھرتے ہیں۔

کامنا آدھین پریو ناچت ہے ناچن سو گیان کے بہین کیسے برہم لوک پاوئی۔ ۱۲

خواہشات میں مبتلا ناچنے پھرتے ہیں۔ سو اگیان کے برہم لوگ کس طرح مل سکتا ہے۔

بیچ بار گیدڑ ٹیکارے پرے سیت کال کپنچر اور گدھا انیکدار پکارہی ۔

سردیوں میں گیدڑ بھی پکار مچایا کرتے ہیں ۔ پانچ دفعہ کپنچر (مرغ) اور گدھا وغیرہ بھی کئی دفعہ بانگ اُٹھاتے ہیں ۔

کہا بھیو جو پے کلوترلیو کانسی بیچ چیر چیر چورٹا کٹھارن سون مارہی ۔

کیا ہو گیا اگر کوئی کانشی میں جاکر آرہ پر جا کر چڑھ گیا کیونکہ کئی چوروں کو آرہ سے پار کیا گیا ہے ۔

کہا بھیو پھانسی ڈار بوڈیو جڑھ گنگ دھار ڈار ڈار پھانس ٹھگ مار مار ڈارہی ۔

کیا ہوا اگر گلے میں پھانسی دے کر گنگا میں ڈوب مرا ۔ کئی رہزنوں کو پھانسی دے کر رخصت کیا گیا ہے ۔

ڈوبے نرک دھار موڑ گیان کے بناں بچار بھاونا بہین کیسے گیان کو بچارہی ۔ ۱۳

وہ مورکھ نرک میں ڈوبتے ہیں جو بغیر بچار گیان اور بشواس بغیر عمل کرتے ہیں ۔

تاپ کے سہے تے جو پے پائے اتاپ ناتھ تاپتا انیک تن گھائل سہت ہیں ۔

اگر تکلیف اُٹھانے سے ایشور ملتا تو زخمی کو بہت دکھ ہوا کرتا ہے ۔

جاپ کے کئے تے جو پے پائیت اجاپ دیو پودنا سدیو توہی توہی اُچرت ہیں ۔

اگر جاپ کرنے سے ملتا تو پودنہ پرند ہر وقت جاپ کرتا رہتا ہے توہی توہی کرتا ہے ۔

بنھ کے اُڈے تے جو پے نارائن پائیت انل اکاس پنچھی ڈولیو کرت ہیں ۔

اگر آسمان میں اُڑنے سے پرمیشور ملتا تو بیشمار پرند اُڑتے ہیں ۔

آگ میں جرے تے گت رانڈ کی پرت کر پتال کے باسی کیوں بھجنگ نہ ترت ہیں ۔ ۱۴

آگ تپنے ستی زیادہ ہو ترہے ۔ پتال کے رہنے سے تو سانپ مکت ہونا چاہیئے ۔

کوؤ بھیو منڈیا سنیاسی کوؤ جوگی بھیو برہمچاری کوؤ جتی ان مان لو ۔

کوئی سر منڈا کر سنیاسی بنا ، کوئی جوگی کوئی برہمچاری اور کوئی جتی بن بیٹھا ۔

ہندو ترک کوؤ راونضی امام صافی مانس کی جات سبھے ایکو پہچان لو ۔

کوئی ہندو کوئی ترک کوئی رافضی کوئی امام شافعی بن بیٹھا ۔ لیکن سب انسانوں کو تو ایک ذات سمجھنا چاہیئے ۔

کرتا کریم سوئی رازق رحیم اوہی دوسرو نہ بھید کوئی بھول بھرم مان ہو۔

وہی خالق وہی کریم وہی رازق وہی رحیم ہے اس میں ذرہ بھی شک نہیں۔

ایک ہی کی سیو سب ہی کو گور دیو ایک ایک ہی سروپ سبے ایکے جوت جان ہو۔ ۱۵

ایک ہی کے پیرو ہیں اور ایک ہی سب کا گرو ہے سب ایک ہیں اور سب میں ایک ہی نور ہے۔

دہرا مسیت سوئی پوجا اور نماز اوئی مانس سبے ایک پئے انیک کو بھرماؤ ہیں۔

مندر مسیت ایک ہیں۔ پوجا اور نماز ایک ہی ہیں۔ آدمی سب ایک ہیں لیکن بھولے ہوئے بہت ہیں۔

دیوتا ادیو جچھہ گندھرب ترک ہندو نیارے نیارے دیس کے بھیس کو پربھاؤ ہیں۔

دیوتا۔ راکھشس۔ جچھ۔ گندھرب۔ ترک۔ یہ سب دیس دیس کے جدا جدا آدمی ہیں۔ ورنہ

سب ایک ہیں۔

اللہ بھید سوئی پران او قرآن اوئی ایک ہی سروپ سبے ایک ہی بناؤ ہیں۔

خدا لاشریک ایک ہے۔ پران اور قرآن بھی ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک ہی بنایو اللہ ہے اور سب انسان ایک صورت نوعیہ رکھتے ہیں۔

ایکے نین ایکے کان ایکے دیہہ ایکے بان خاک باد آتش آداب کو رلاؤ ہیں۔ ۱۶

آنکھیں ایک جیسی ہیں اور کان بھی۔ جسم اور تن اور عناصر بھی ایک جیسے ہیں۔

جیسے ایک آگ تے کنو کوٹ آگ اٹھے نیارے نیارے ہوئیکے پھر آگ میں ملائیں گے۔

جیسے ایک آگ سے لاکھوں چنگاریاں اٹھتی ہیں اور پھر اس میں رل جاتی ہیں۔

جیسے ایک دھور تے انیک دھور پورت ہیں دھور کے کنو کا پھر دھور میں سمائیں گے۔

جیسے خاک سے کئی ذرے پیدا ہوتے ہیں اور پھر خاک میں مل جاتے ہیں۔

جیسے ایک ندتے ترنگ کوٹ اپجت ہیں پان کے ترنگ سبھے پان ہی کہائیں گے۔

جیسے دریا سے کئی لہریں اٹھ کر پھر پانی میں مل جاتی ہیں۔

تیسے بشو روپ تے ابھوت بھوت پرگٹ ہوئے تاہی تے اُپج سب تاہی میں سمائیں گے۔ ۱۷

ایسے ہی الشور سے سب کچھ پیدا ہو کر پھر اسی میں سما جاوینگے۔

کیتے کچھ مچھ کیتے انکو کرت بھچھ کیتے اچھ وچھ ہیو سبھ اڈ جائینگے۔

کتنے کچھ اور مچھ ہیں اور کئی ان کو بھی کھا جاتے ہیں کئی ان کو کھا کر ڈکار بھی نہیں لیتے۔

جل کہاں تھل کہاں گگن کے گون کہاں کال کے بنائے سبھے کال ہی چبائینگے۔

کہاں یہ سمندر رہیں گے کہاں یہ جنگل رہیں گے کہاں آسمان رہیں گے سب وقت اور موت کے پنجہ میں ہی فنا ہونگے۔

تیسے جیون اتیج میں اتیج جے تیج لین تائیں تے اتیج سبھے تاہیں ہیں سمائیں گے۔ ۱۸

روشنی جیسے اندھیرے میں برتی ہے اور اندھیرا جیسے روشنی میں ہوتا ہے اسی طرح اس سے پیدا ہو کر اسی میں مل جائیں گے۔

کوکت پھرت کیتے رووت مرت کیتے جل میں ڈوبت کیتے آگ میں جرت ہیں۔

کئی شور مچاتے ہیں کئی رو رو مرتے ہیں کئی جل میں ڈوبتے ہیں کئی آگ میں جلتے ہیں۔

کیتے گنگ باسی کیتے مدینہ مکہ نواسی کیتک اداسی کے بھرمائے ہی پھرت ہیں۔

کئی گنگا پر رہتے ہیں کئی مدینہ مکہ میں بستے ہیں کئی اداسی بن کر گھومتے ہیں۔

کروت سہت کیتے بھوم میں گڈت کیتے سوا پے چڑت کیتے دکھ کو بھرت ہیں۔

کئی آرہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ کئی زمین میں دفن ہوتے ہیں کئی پھانسے کھاتے ہیں۔ کئی دکھ اٹھاتے ہیں۔

گین میں اڈت کیتے جل میں رہت کیتے گیان کے بہین جگ جاری ہی مرت ہیں۔ ۱۹

کئی آسمان میں اڑتے ہیں۔ کئی جل میں رہتے ہیں۔ گیان بغیر سب ضائع مرتے ہیں۔

سودھ ہاری دیوتا برودھ ہارے دانو بڈھے بودھ ہارے بودھک پر بودھ ہاری جاپ سی۔

دیوتا بھی سوچ سوچ کر راکھشس غصہ کر کر دانا دھیان کر کے سمجھدار جاپ کر کے تھک گئے۔

گھس ہارے چندن لگائے ہارے چراچار پوج ہارے پاہن چڑھائے ہارے لاپ سی۔

کئی چندن گھستے گھستے کئی جیو لگاتے لگاتے کئی مورتوں کو پوجتے پوجتے اور ان پر پھول پڑھا تے چڑھاتے تھک گئے۔

گائے ہارے گورن منائے ہارے مڑھی مٹ لیپ ہارے بھیتن لگائے ہارے چھاپ سی۔

قبروں کو پوجتے، مڑھیوں کی عزت کر کے لیپ کر کے چھاپیں جگن ناتھی لگانے والے بھی تھک گئے۔

گائے ہارے گندھرب بجائے ہارے کنر سب ہج ہارے پنڈت تپت ہارے تاپسی ۔ ۲۰۔

گانے والے بجانے والے گاگا اور بجا بجا کر اور سب پنڈت اور تپ کرنے والے بھی ہار گئے۔

گورو گوبند سنگھ کے ان اقوال سے خود بخود جو نتیجہ اور اثر دل پر پڑتا ہے۔ اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت مجھے معلوم نہیں ہوتی جو بجائے خود اظہر من الشمس ہے یعنی اس نے جو اثر ستلاشی اور اہل تحقیق کے دلوں پر ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے لیکن ایک نتیجہ جو صاف دکھائی دیتا ہے یہ ہے کہ اس نے ہندوؤں کی مذہبی حالت کو نہایت ہی باموقعہ اور عمدہ پلٹا دیا اور اس کی ضرورت تھی۔ یہ پلٹا ہندوؤں کی قدیم اور سب سے پوتر ویدوں کی تعلیم کے مطابق ہی تھا گو برہمن دھرم اور پورانک دھرم کے برخلاف تھا۔ بدوں اس کے ہندوؤں کو ویدک دھرم کے حدود پر پھر پہنچایا جاوے۔ جہاں تک مذہبی ہدایت کا تعلق ہے ہندوؤں میں قومیت کا پیدا ہونا محال تھا اور ہندوؤں کے لئے ایک اخوت کا میسر آنا دشوار۔ چنانچہ وچتر ناٹک میں گورو گوبند سنگھ نے خود کہا ہے کہ تمام دیوتے زمین پر ایک دوسرے کے بعد انسان کی شرارتوں اور گناہوں پر سرزنش کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے لیکن انہوں نے یہاں اپنی اپنی پرستش کا رواج قائم کر دیا تھا اور ایشور کو بھول گئے تھے۔ برہمنوں نے شودروں کا رویہ اختیار کر لیا تھا اور کھتریوں نے اپنے فرائض ترک کر دیئے تھے۔ اور کہ انسانوں نے صدہا پیشوا، مرشد، ہادی، گرو بن کر بے حساب مختلف فرقے کھڑے کر لئے تھے۔ گورکھ ناتھ، رامانج، رامانند، سنکراچارج وغیرہ نے اپنے اپنے مذہب بنا لئے۔ محمد نے ہدایت کی تھی کہ خدا کے نام کے ساتھ اُسکے نام کو بھی ساتھ ہی ورد کیا کریں۔ ہر ایک نے اپنا جُدا جُدا مذہب اور علیحدہ علیحدہ راستہ اور طریقہ قائم کر لیا اور انسانوں کو گمراہ کر دیا تھا اور اُس کے ذریعہ سے انسانوں میں بغض، خود غرضی، شرارت، حسد، ظلم اور بیرحمی وغیرہ وغیرہ دیگر بیحد حساب پاپ نافذ کر دیئے تھے سچائی نے منش کو ہٹا کر کبر و غرور و نخوت

اور ایک دوسرے سے نفرت اور حقارت کی طرف کھینچ لے گئے تھے جو انسانوں کی راہبری
کے لئے بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنے راستے مقرر کئے اور جہان کو گمراہ کر دیا۔ اگیانی لوگوں کو
سچا راستہ نہ دکھایا۔ اس لئے اے گوبند تم کو ایشور نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم صرف ایک
سچدانند ایشور کی بھگتی میں لوگوں کو راہِ راست پر لانے کیلئے کوشش کرو لیکن جو شخص مجھ کو
دیوتا یا اوتار سمجھیگا وہ دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔ کیونکہ میں صرف انسان ہوں مثل دیگر
انسانوں کے اور دنیا کا تماشا دیکھنے آیا ہوں ہندو اور مسلمانوں کا مذہب دونوں ہیچ ہیں۔
جوگی اور قرآن و پران کے پیرو سب دھوکا باز ہیں تمام مذہب آلودہ ہو گئے تھے۔ بیراگی
اور سنیاسیوں نے بھی لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا۔ سب کے طریق عبادت گمراہانہ تھے سب
دوزخ میں جاویں گے کیونکہ ایشور کتابوں کے اوراق میں نہیں ہے بلکہ وہ فروتنی اور سچائی
میں مجھے ایشور کا جلال ہر سو نظر آتا ہے اور میں اس کو ظاہر کروں گا میرے ہر کام میں ایشور کی
کرپا مددگار رہی ہے لوہا میرا محافظ ہے صرف ایشور کی کرپا سے مجھے طاقت ملی ہے۔"

پس ظاہر ہے کہ گورو گوبند سنگھ انسانوں کو سچائی، پوترتا، محبت اور عدل سکھانے
کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ ایک سچا مذہب زندہ کرنے اور اُسکے پرچار کرنے کے لئے
بھیجا گیا تھا اُس نے بڑے زور شور سے کہا کہ ہندو اور مسلمان دونوں راہِ حقیقت سے
گمراہ تھے اور کہ وہ تو جادۂ راہ سے بھٹک گئے تھے اور ہندو ایک ذات ایشور کو بھول
کر درماندہ تھے صاف کہا کہ قرآن اور پران سچے مذہب کا اظہار نہیں کرتے۔ بت پرستی
اور مردہ نوازی سے کبھی شانتی نہیں مل سکے گی۔ لیکن گورو گوبند سنگھ میں سب سے
بڑی خوبی جو تھی وہ یہ تھی کہ اُس نے نہ تو یہ دعوے کیا کہ وہ ایشور کا اوتار یا پیغمبر یا رشتہ دار
ہے۔ اُس نے بڑی سنجیدگی اور انکساری سے بلکہ کہا کہ وہ اگرچہ دنیا میں نیکی پھیلانے اور
سچائی کا جلال دکھانے اور صرف ایک واحد لاشریک خدا کا راہ بتلانے کیلئے بھیجا گیا تھا،
مگر سوائے معمولی انسان کے وہ زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور صرف دیگر انسانوں جیسا ایک

انسان ہے بلکہ ایشور کا ایک ادنیٰ خدمتگار اور خالق حقیقی کے مظاہر کائنات اور مناظر قدرت کا صرف تماشائی ہے جو شخص اُس کو خداوند سمجھ کر اُس کی پرستش کرے گا وہ ہمیشہ کی جلانے والی اگنی میں جلا کرے گا۔ اگر چشم بینا تعصب سے کور نہ ہو اور دیدۂ بصر طرفداری سے نابینا نہ ہو تو گورو گوبند سنگھ تمام ہادیان دین اور موحدانِ مذہب کا سرتاج معلوم ہوتا ہے سب نے اپنی نفسانیت کو اپنے مذہب میں داخل کیا اپنی عزت اور بزرگی کے لئے حدیں بنائیں اور قیدیں مقرر کیں۔ اپنے تئیں خدا کا حبیب، بیٹا، پیغمبر اور رسول کہا اور اپنا رتبہ انسانوں سے کچھ زیادہ مقرر کیا لیکن گورو گوبند سنگھ اپنی ذاتی عزت کی کچھ پرواہ نہ کرتا ہوا اپنے تئیں ایشور کا ایک خادم ظاہر کرتا ہے دیگر انسانوں جیسا ایک انسان اپنے آپ کو بتلاتا ہوا سچائی اور پریم کا اُپدیش کرتا ہے۔ اس سے عمدہ مثال فروتنی اور نشکام رہبر ہونے کی کسی نے پیش نہیں کی۔ اس لئے اُس کا رتبہ میدانِ ہدایت میں ہر زمانہ کے ہادیانِ دین سے بلند و بالا ہے۔ بینظیر بےنفسی اگر کہیں ظاہر ہوئی تو گورو گوبند سنگھ کی حالت میں۔ حاشا و کلا ہمارا مطلب کسی ملک اور کسی زمانہ کے مذہبی اکابران اور موحدان ادیان کی توہین یا تضحیک نہیں ہے۔ ہم اُن سب کو عزت سے دیکھتے ہیں کیونکہ درجہ بدرجہ طبقہ انسان کو نیکی طرف راغب کرنے کے لئے بھی انہوں نے محنت کی ہے لیکن ہم سچ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ہر ایک زمانہ کے مصلحانِ راہِ حق نے اپنی عزت کی خواہش کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی ذات کو وہ درجہ دیا جو انسانوں کے درجہ سے بڑھ کر تھا۔ کوئی خدا کا مقرب بن بیٹھا۔ کوئی عزیز کوئی حبیب اور کوئی رقیب کوئی اُس کا مشیر بنا اور کوئی شفیع۔ اُن تمام نے گویا خدا کو محتاج بالغیر بنایا۔ چہ جائیکہ خدا کی وحدانیت کا اظہار کیا ہوتا لیکن گورو گوبند سنگھ نے کبھی اس قسم کا دعوےٰ نہیں کیا اور خدا سے نہ تو کوئی رشتہ داری قائم کی اور نہ خود خدا بن بیٹھا۔ اور خود غرضی اور نفسانیت کو خدا کے کاموں میں بالکل شامل نہیں کیا چنانچہ صاف کہا ہے کہ وہ اکال کی طرف

سے کام کرنے کے لئے آیا ہے مگر وہ ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے یہ ایسا کام ہے کہ جو پہلے کسی ہادیٔ دین سے نہ ہو سکا اس لئے ہم گورو گوبند سنگھ کو تمام زمانوں کے ہادیان دین سے جن سب کو ہم عزت سے دیکھتے ہیں زیادہ معزز اور مؤثر خیال کرنے کیلئے وجوہات رکھتے ہیں۔

غرض اسی طرح سچائی اور پوترتا کے اصول گورو گوبند سنگھ نے اپنے سکھوں کو سکھائے کہ ایک سچدانند اکال پُرکھ کی کیول سچائی اور صداقت میں ہی بندگی کرنی چاہئے اور کسی مخلوق شے کی عبادت کر کے اُس قادرِ مطلق ایشور کی بیعزتی نہیں کرنی چاہیے جو کل کائنات کا خالق ہے۔ اس قسم کی تعلیم سے گوبند سنگھ نے پوترتا کی تعلیم سب انسانوں کو بالعموم اور ہندوؤں کو بالخصوص سادہ خصائل، ایکتا دیش بھگتی کا عادی بنایا اور بالآخر ہندوؤں کو مشرک اور مخلوق پرست قوم سے نکال کر موحد بنایا۔ توہمات سے نکال کر ایک ایشور کے دھیان میں لگایا اور اس طرح ایک غرض مشترک کا نکتہ اُن میں پیدا کر دیا۔ تیاگ اور دیا متھیا اور زہر آلودہ رغبت۔ وراگ وغیرہ کے خیالات سے ہندوؤں کو ہٹا کر کرموں کے دھرم پر چلایا۔ جو لوگ ایک چیونٹی کے مارنے میں پاپی بن جاتے ہیں اُنکو سکھایا کہ دیش اور دھرم رکھشا کے لئے ہنسا پاپ نہیں بلکہ دھرم جو سیلان ہندوؤں کا کاہلی بزدلی اور آخر فنا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بلکہ انتہا کے پہنچنے کے قریب تھا اُس کو آگے بڑھنے سے روکا اور ہندوؤں کو ایک نہایت جفاکش بلوان قوم بنا کر چھوڑا۔ بلکہ جو دھرم چھوڑنے کے لئے بہانہ کی تلاش میں تھے اُن کو اس حد تک تیار کیا کہ دھرم کے لئے جان نثار کرنا ان کے لئے کھیل ہو گیا اور ایسے دھرم بیر بنا ڈالے کہ جن کی بیرتا اور جوانمردی اور شجاعت کے کارنامے آج تک دُنیا کو حیران کر رہے ہیں۔ جن کی محنت اور جانبازی شہرت ششدر عالم میں گونج رہی ہے اور یہ سب کچھ اُس اثر کا نتیجہ ہے جو گورو گوبند سنگھ نے سکھوں میں محبت قومی کا جوش ایک ایشور بھگتی اور ایک ایشور کی عبادت میں ان کو داخل کرنے سے پیدا کیا۔ جب تک انسان کا مذہب ایک دوسرے سے محبت کرنے کی اجازت نہ

دیتا ہو اور ایک مقصد کے لئے اُن کو اکٹھا نہ کرتا ہو تب تک کوئی فرقہ قوم ترقی نہیں کر سکتی مہابلی ایشور کا سہارا نہ لینے کے باعث نربل ہو گئے تھے، اُن کو ایک ذات ایشور کا بھگت بنا کر ایک مرکز کی طرف رجوع کر کے ایک بلوان قوم بنا دیا مذہبی معاملات میں اُس کی جس قدر ہدائتیں تھیں وہ ویدوں کی متاثر نہ تھیں۔ اگرچہ گورو گوبند سنگھ سنسکرت کا بڑا عالم نہ تھا لیکن اُس سے بالکل محروم بھی نہ تھا۔ اُس نے ویدوں اور پورانوں کی تعلیم کو برہمنوں سے بخوبی سُنا۔ لیکن اُس نے اپنی مادری زبان میں بوجوہ اُپدیش کرنے کا کام شروع کیا۔ سنسکرت کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہونے کے باعث غالباً یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ قرین قیاس یہ ہے کہ اُس وقت سنسکرت زبان بہت کم مروج تھی۔ اُس زبان کے عالم بھی معدودے چند تھے۔ اور یہی برہمن ہی تھے۔ اس لئے کسی طرح وہ اپنے کام کے لئے سنسکرت زبان کو کام میں لانا مفید نہیں سمجھ سکتے تھے کیونکہ جن لوگوں میں اُس نے کام کرنا تھا وہ اس زبان سے آشنا بھی نہ تھے اور اُس کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اُپدیش کا ذریعہ ملک کی زبان کو نہ رکھنا نہ صرف غیر مناسب سمجھتا تھا بلکہ مضر اور خطرناک اس کی یہی وجہ تھی۔ کیونکہ وہ بخوبی آگاہ ہو گیا تھا کہ ہندوؤں کے تنزل کا باعث اور ہر پہلو پر برہمنی تعلیم تھی اور برہمنوں نے علم کی کلید کلہم اپنے قبضہ اور قابو میں رکھ کر قوم کو جاہل بنا ڈالا تھا۔ اور اُن کی جہالت سے فائدہ اُٹھا کر جس قسم کے مسائل اور تعلیم اپنے مطابق حال دیکھیں۔ اُس کی تلقین اور ترویج کریں۔ اگر گورو گوبند سنگھ اپنے اپدیش اور خیالات پھیلانے کا ذریعہ سنسکرت زبان کو اختیار کرتا تو ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔ وہ خطرہ اُس کے سامنے تھا جو اپنے خیالات کو سنسکرت زبان میں یا کسی اور ایسی زبان میں ظاہر کرنے میں ہوتا جو برہمنوں کے قبضہ اقتدار میں تھی کیونکہ پھر سب کچھ برہمنوں کے اختیار میں آجاتا۔ جس طرح چاہتے اُس کی تاویلیں کرتے مرضی آتی تو شاید ظاہر بھی کرتے یا نہ کرتے اور جن لوگوں میں خود گورو گوبند سنگھ

نے کام کرنا تھا وہ سنسکرت میں اُپدیش کے سلسلہ سے کیا فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے سنسکرت ودیا کے حصول کی طرف بہت توجہ نہیں دی۔ اور اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ اپنے پہلے گوروکی طرح اپنی ملکی زبان میں محدود رکھا اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ زمانہ کی نبض کے لئے قابل حکیم تھے۔ چنانچہ وہ ہندوؤں کی مرض کو تشخیص کر گئے اور بہت درجہ تک مرض کو اچھا کر دکھایا۔ اگرچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سنسکرت زبان کے زندہ کرنے کا موقعہ گورو گوبند سنگھ نے خیال میں نہیں رکھا لیکن یہ اعتراض کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اوّل تو وہ زمانہ سنسکرت کے زندہ کرنے کا نہ تھا۔ اس طرح کوشش کرنا فضول تھا اور دوسرا خطرہ تھا کہ پھر سچی تعلیم برہمنوں کے ہاتھ میں جاکر جن کے ہاتھ میں اس وقت کی تعلیم کی کلید تھی برباد ہو جاوے گی اور اس کا خیال مذہبی اصلاح کے ساتھ پولیٹیکل اصلاح کا تھا۔ اسلئے ممکن ہے کہ یہ خیال کیا اُٹھے کہ ان دونوں صورتوں کے پھر زندہ ہونے پر سنسکرت پھر زندہ ہو جاویگی لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سنسکرت کے کسی طرح مخالف نہ تھے۔ اُن کے دربار میں کئی پنڈت موجود رہتے تھے۔ جو اُن کو وید اُپ وید پران اور اتہاس سُنایا کرتے تھے۔ ویدوں کی تعلیم سے بخوبی آگاہی حاصل کی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس کے اکثر خیالات کا ماخذ ویدوں کی تعلیم نظر آتی ہے مذہبی وسعت گاہ میں ویدک تعلیم کے سُورج کی روشنی پر جو انسانی مذاہب کی بدلیاں چھائی ہوئی تھیں اور اُس روشنی کو انسانوں پر آنے سے روک رہی تھیں۔ اُن بادلوں کو بہت کچھ گورو گوبند سنگھ نے ہٹایا گو اظہار مطالب کا ذریعہ دیش بھاشا کو ہی رکھا۔ جیسا کہ پہلے گورو نانک دیو نے کیا تھا اور اُس ذریعہ سے مذہبی مسائل کی اہم صُورتوں کو ایسی شکل دی کہ جو ویدوں کی تعلیم کے مغائر نہ تھے۔ اور ایک اکال ایشور کی پرستش میں اُن کو رجوع کیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ بہت کچھ سوشل حالتوں کو پلٹا دیا۔

سوشل حالتوں میں کیا تبدیلیاں کیں

گورو گوبند سنگھ کے سامنے جس قدر مشکلات تھیں اُن میں سے پہلے مذہبی اصلاح تھی۔ اُس میں اُس نے جس طرح ہاتھ ڈالا اُس میں وہ خوب کامیاب ہُوا۔ لیکن دوسری اصلاح اُس سے کم مشکل نہ تھی۔ یعنی سوشل اصلاح۔ لیکن اُس کی اصلاح کی طرف بھی اُس نے ہمت مردانہ اور نڈر جرأت سے کام لیا۔ اگر ہم بفرضِ محال یہ مان بھی لیں کہ گورو گوبند سنگھ سے پہلے آنے والے بیروں نے مذہبی اصلاح اور ویدک دھرم کی حفاظت اور باریک مسائل ایجاد کرنے میں معتدبہ کوشش کی تھی۔ مثلاً شنکر نے وحدانیت فلاسفی کو پھیلایا۔ کرشن نے گیتا کی فلاسفی کا اظہار کیا۔ رامچندر نے راکھشوں کو مارا۔ رامانند اور رامانج چیتن نے ایشور کی بھگتی کو ابھارا۔ لیکن سوشل پہلو کی اصلاح میں جو کام گورو گوبند سنگھ نے کیا۔ اُس میں گورو گوبند سنگھ سب کو پیچھے چھوڑ گیا اور کوئی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کو وہ اصلاح سوجھی ہی نہیں۔ چہ جائیکہ اُس میں ذرّہ بھی کوشش کی ہو لیکن گورو گوبند سنگھ ایسا حکیم نہ تھا کہ وہ ہندوؤں کی اس مرض کی علامتیں نبض میں نہ شناخت کر سکے اُس نے اس مرض کو بھی تشخیص کیا اور علاج سوچا۔ جو تیر بہدف ہُوا۔ چنانچہ جس وقت گورو گوبند سنگھ نے کام شروع کیا۔ اُس وقت ہندوؤں میں ذات پات کی تقسیم اور قیود بے طرح پھیلی ہوئی تھی۔ کسی مجموعہ افراد یا قوم کی سوشل حالت پر مذہبی حالات کا بہت ہی اثر ہُوا کرتا ہے اور اس قاعدہ کلیہ سے ہندو مستثنےٰ نہ تھے۔ مذہبی تغیر و تبدّل سے رسمی ضمنوں میں بھی تغیّر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں میں بھی اُن کی رسمیں کیفیتیں اُنکے مذاہب سے متکیف ہوئیں۔ یہ نمایاں ہے کہ جسقدر مذہبی تفرق انفصال برہمنی دھرم کے زمانہ میں بڑھتا گیا اور نئے نئے دیوتا اور اوتار وغیرہ ایجاد ہوتے گئے اور انسانی مذاہب کی بنیادیں پڑتی گئیں۔ اُسی قدر اُن کی رسموں

پر بھی اثر ہوتا رہا۔ پہلے چار ورن تھے۔ تفریق اور اتساع مذہب کے ساتھ ذاتیں بھی تعداد
میں بڑھتی گئیں۔ کچھ شک نہیں کہ ذاتوں کی وسعت اور انتشار میں لوگوں کا فائدہ مقصود
تھا کہ جو دوسرے انسانوں کی کمائی پر اپنا گذارہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کا فائدہ اس میں
تھا کہ اُن کی ضروریات کے بڑھانے کے ساتھ ذاتوں میں تقسیم ہو کہ اُن کے فوائد میں
کمی نہ آوے۔ مذہبی اختلاف میں فرقہ بندی کی اور اُس سے ذات کی تقسیم میں مدد ملی۔
اور اس ذات در ذات تفریق اور تقسیم یا ضرب کا ایسا مسئلہ قائم ہوا کہ زمانہ دراز تک
اس میں وسعت ہی پیدا ہوئی اور اُن کا شمار ہزاروں تک پہنچا تھا اور اس لئے ایک
ذات کا دوسری ذات سے اُنس اور تعلق نہ تھا۔ برہمنوں اور کھتریوں سے واسطہ نہ تھا
اور شودروں سے کھتریوں کی یکجہتی نہ تھی۔ خود برہمنوں اور کھتریوں میں آپس میں بے شمار
فرقے تھے۔ جو آپس میں نہ شادی بیاہ کر سکتے تھے اور نہ آپس میں کھا پی سکتے تھے۔
ایک دوسرے کے ساتھ بعد المشرقین کا اختلاف تھا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ کا پکایا ہوا
نہیں کھا سکتے تھے اور اس کھانے پینے کی اس قدر شدید اور کڑی قیدیں قائم ہو گئی
تھیں کہ صرف ایک دوسرے کے ہاتھ کا کھانے سے مذہب سے آدمی خارج ہو جاتا تھا
اور برادری سے الگ۔ یہاں تک کہ مذہب کھانے پینے کی قید پر منحصر ہو گیا تھا۔ صرف
اتنا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں اقسام اشیاء خوردنی پر بھی اختلاف تھا۔ ایک
شلغم کا استعمال کرتا تھا۔ دوسرا اُسے ناجائز بتلاتا تھا۔ ایک فرقہ گاجر کھاتا تھا۔ دوسرا
اُس سے ایسی نفرت کرتا تھا۔ جس قدر ویشنو گوشت سے۔ پیاز پر کسی کا تنازعہ تھا۔
کسی کا لہسن پر۔ کسی کا بیج نیلوفر (بھی) پر تنازعہ تھا۔ دوسرا اُسے ممنوع سمجھتا تھا۔
ایک کچی کو حلال بتلاتا تھا۔ دوسرا حرام۔ پھر کوئی پوڑی کھانے کو اچھا سمجھے ہوئے
تھے اور کوئی اُس سے بڑھ کر پانی سے گوندھے ہوئے آٹے کی پوڑی کو بھی حرام سمجھے
تھے۔ دودھ کے گوندھے جائز۔ نمکین کھانے کو دوسرے کے ہاتھ کا پکایا ہوا ایک

فرق نہیں کھاتا تھا لیکن بے ٹنک کے کھالیتا تھا اکٹھے بیٹھکر کھانا توکجا ایک مکان میں اور ایک چوکے میں بیٹھ کر نہیں کھا سکتے تھے۔ ایک خاندان کے چند آدمی ایک دوسرے کے ہاتھ کا نہیں کھا سکتے تھے۔ بیوی اور بچے اور ایک خاندان کے بھائی باپ اور بیٹا سب الگ الگ پھر کوئی صرف دائیں ہاتھ کھانا جائز کہتا تھا اور کئی دونوں ہاتھوں سے ناجائز اور کئی جائز کہتے تھے کوئی چوکا کے اندر اور کوئی باہر جائز سمجھتا تھا۔ کوئی کپڑے پہن کر اور کوئی برہنہ ایک دھوتی میں رہ کر کھانا جائز اور ناجائز خیال کرتا تھا۔ کوئی لکڑیوں کو بھی دھو کر کھانا پکانا اچھا سمجھتے تھے۔ کوئی برتن کو منہ لگا کر پیتا تھا اور اوپر سے گڑ گڑا کر پینا اچھا خیال کرتا تھا۔ اس پر آپس میں ورودھ تھا۔ اِن اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے سے نفرت، آئے دنوں انہیں بکھیڑوں میں غرق اور شب و روز ایسے تنازعات کی مصیبت میں مبتلا تھے۔ پس محبت ہو تو کہاں سے ہو اتفاق ہو تو کیونکر ہو یکجہتی کی بنیاد کو ایسی دیمک لگ گئی کہ دِن بدن اُس کے گرنے کا اندیشہ تھا اور اُن اختلافات کا نتیجہ تھا کہ شادی اور بیاہ کا دائرہ ہندوؤں میں دن بدن کم ہو رہا تھا اور جو شادی کے قوانین کی وسعت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اُن سے ہندو قوم محروم ہو رہی تھی۔ وہ لوگ جو دوسرے مذہب کی لڑکیاں لقبول منو لینے تک کے مجاز تھے یہاں تک کہ چنڈال کُل سے بھی خوبصورت لڑکیاں لینے کی اجازت تھی۔ وہ اب خود ایک دوسرے کو لڑکیاں محض اسلیئے نہیں دیتے تھے کہ کھان پان اور ذات ورسم اُن کی علیحدہ تھی۔ بمقابلہ اہلِ اسلام کے ہندوؤں نے چھوت چھات اور کھانے پینے کی قید کو ایسا سخت طور پر استعمال کیا کہ اُنکے ہاتھ کا چھُوا ہُوا کھانا تو بجائے خود رہا۔ ایک فرش پر بیٹھ کر بھی کھا پی نہیں سکتے تھے۔ ہندوؤں میں خود بھی سُوتک کی رسم مدت سے شدومد کے ساتھ جاری تھی اور قومی تفرقہ اور تمیز نے اس سُوتک کی رسم کو اور بھی زیادہ وسعت دی ہوئی تھی اور مذہبی اختلاف بھی اس کو رونق دے رہے تھے لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں

نے اس رسم کو بہت ہی شدت کے ساتھ استعمال کیا اور یہی باعث تھا کہ ہندو اس قدر عرصہ دراز تک اور اس قدر بے امنی اور سختیوں کے تحت بھی اپنے رسوم اور مذہب کو زندہ رکھ سکے اور گورو گوبند سنگھ اس امر سے بخوبی واقف تھے لیکن جس قدر وہ بمقابلہ اہلِ اسلام کے اس قید کو بحال رکھنا چاہتا تھا۔ اُسی قدر وہ اس امر کی ضرورت محسوس کرتا تھا کہ یہ رسوم چھوت چھات ہندوؤں میں غایت درجہ کے وہم تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور اس سے ہندوؤں میں یکجہتی اور اخوت مستحکم نہیں رہ سکتی۔ اور قومیت بننے کی سدِ راہ ہے۔ اس لئے اس کو ہٹانا چاہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ شودروں کو باقی تین دوج ذاتوں کے برابر کرنا چاہتا تھا۔ اور اُن اونچی دوج ذاتوں کو ایک سطح پر لانا چاہتا تھا اور چھوت چھات کی رسم جو ہندوؤں میں اندرونی طور پر مروج تھی اُن کو دفعہ کرنے کی بہت ضرورت محسوس کرتا تھا۔ اور اس سمت میں اُس کی بڑی کوشش یہ تھی۔ کہ وہ ہندوؤں کے دائرے کو ایسا وسیع کرے کہ ایک تو شودر قوم بلند درجے میں آسکے دوسرا اگر کوئی ہندو غیر مذہب اختیار کرے یا کوئی غیر مذہب کا آدمی سکھ بننا چاہے تو اس کو اپنے فرقہ میں داخل کرنا بلا مزاحمت آسان ہو۔ اسکے لئے اول ذات کی قید کا ہندوؤں میں سے اُٹھانا ضروری تھا بدوں اُس کے شودروں وغیرہ کا لینا آسان نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اس طرف توجہ کی اگرچہ بادی النظر میں یہ سوال کسی قدر سنجیدہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات کی قید اور پابندی سے کہا جاتا ہے کہ اسلام کے وقت ہندوؤں کو بہت بڑا فائدہ پہنچا کہ مختلف ذاتوں کے سبب سے وہ یکلخت اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اگر کوئی ایک فرقہ یا ذات والے تمام مسلمان ہو گئے تو دوسری ذات یا فرقہ کو چونکہ اُس پہلے فرقہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی اس لئے وہ تو مُسلم فرقہ کے اثر سے محفوظ رہا جیسا کہ بعض راجپوت اور کھتریوں کی شاخیں اور خاندان تمام و کمال مسلمان ہو گئے اور اُنکے نام صرف تواریخ میں ہی ملتے ہیں۔ مگر اس رائے کو تسلیم کرنے کے لئے کافی وجوہات نہیں ہیں بلکہ دلائل اسکے

برخلاف ہیں کیونکہ جس قدر ہندو آپس میں متفرق اور منتشر تھے اور چھوٹے چھوٹے فرقوں میں تقسیم اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ اُن کی کوئی ہمدردی نہیں تھی اور بنابریں وہ علیحدہ علیحدہ کمزور تھے اور زبردست طاقت حملہ آوروں کے مدمقابل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے اُن کی اس کمزوری کا فائدہ مسلمانوں نے اُٹھایا کہ ایک ایک کرکے سب راجدھانیوں کو مٹا دیا۔ اور سب ایک دوسرے کا تماشا دیکھا کئے۔ لیکن اس تجربے سے ہندوؤں نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور ذاتوں کی قید اور تمیز کو اور اُن کے رسوم کی سختیوں کو اور بھی کڑا کرتے گئے۔ اس لئے ایک دوسرے کی امداد اور اعانت سے محروم ہو کر بالکل نابود ہونے کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اور اس لئے اُن کی ہستی مٹنے کے سامان مستعد اور زبردست موجود ہوتے جاتے تھے۔

اور ذاتوں کا ایک بڑا نقصان یہ پیدا ہو رہا تھا کہ ادنےٰ ذاتوں کو چونکہ بڑی ذات میں دخل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے چھوٹی ذات والوں سے بڑی ذاتوں کا کام لینا بھی ناممکن ہو رہا تھا۔ جنم سے ذات کی تمیز قائم ہونے سے قومی ترقی میں مزاحمتیں سدِّراہ ہو گئی تھیں۔ اغلب یہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں کے پیدا ہونے کا باعث بھی بہت کچھ ذات کی تمیز ہوئی ہو۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ کی خیر اندیش اور دوربین آنکھوں میں ضروری معلوم ہوا کہ شودروں کو موقعہ دے کر اُن سے کام لیا جاوے۔ اور اُن کی اونچی ذات بننے کا حق زندہ کیا جاوے۔ برہمنی اقتدار کے زمانہ اور چھتریوں کی حکومتوں میں شودروں کی حالت مویشی اور حیوانوں سے ہرگز کچھ کم نہ تھی۔ خواہ وہ بقول ایک قوم کے ملک کے اصلی باشندے تھے یا بقول دوسرے لوگوں کے آریوں کے دوسرے تین دوج برنوں کے معصر تھے اس میں شک نہیں کہ شودر اسلام کی غلامی اور زمانہ قدیم کے اہل عرب اور وحشیوں کی غلامانہ تجارت بردہ فروشی کی فروخت شدہ غلاموں کی حالت سے بدتر حالت میں تھے۔ قوانین منو کے وضع ہونے کے

زمانہ میں پایا جاتا ہے کہ شودر خدمتگاری کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ اور اُس قانون کے رُو سے دوج ذاتیں خدمتگاری کا کام تو شودروں سے لے سکتے تھے۔ لیکن اُن کے ہاتھ کا پکایا ہُوا کھانے کے مجاز نہ تھے۔ لیکن تاہم یہ قید ایسی سختی سے مقرر نہ کی گئی تھی کہ اُس کی تجاوز کرنے میں کوئی بڑا عیب یا کارِ ثواب تصور ہوتا لیکن برہمنی زمانہ میں جب کہ ایک ذات کے آدمی آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کا نہیں کھا سکتے تھے۔ بلکہ ایک ہی خاندان میں پیدا شدہ آدمی ایک دوسرے کے ہاتھ کا کھانا ممنوع سمجھنے لگ گئے تھے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ شودروں کے ہاتھ سے کھانے کی کبھی اجازت سے فائدہ اُٹھایا جاتا۔ برہمن برہمن کے ہاتھ کا اور کھتری کھتری کے گھر کا پکایا ہُوا نہیں کھا سکتا تھا اور نہ ایک ذات دوسری ذات کے ہاں کھا سکتی تھی۔ تو پھر شودر کا بنایا ہُوا کھانا کھانا کس طرح گوارا کر سکتے تھے۔ درحالیکہ خود منو کے قانون میں شودروں کو اس قدر ذلیل اور حقیر قرار دیا گیا ہو۔ جیسا کہ ذیل کے حوالوں سے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"مصیبت کے زمانہ میں ہر فرقہ اپنے سے ادنے فرقے کے کام کرنے لگے۔ مگر کسی حالت میں اپنے سے اعلے فرقہ کے کاموں میں ہاتھ نہ ڈالے $\frac{۱۰}{۹۹ - ۱۰۰}$

شودر کو وید شاستر اور مذہبی کتابیں پڑھنے کی اجازت نہیں $\frac{۱۰}{۱۲۷ - ۱۲۸}$

برہمن کو شودر کے روبرو بھی وید کا پڑھنا درست نہیں۔ $\frac{۴}{۹۹}$

شودر اپنے آقا کے پس خوردہ پر پالا جاوے۔ اور اُترے ہوئے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے۔ $\frac{۱۰}{۱۲۵}$

شودر کو دولت جمع کرنے کی اجازت نہیں $\frac{۱۰}{۱۲۹}$

اگر شودر اعلے فرقہ کے کسی آدمی کو گالی دیوے۔ تو اُس کی زبان کاٹ لی جائے۔ $\frac{۸}{۲۷۰}$

اگر کوئی شودر برہمن کے پاس ایک ہی فرش پر بیٹھ جاوے تو اُس کی سُرین

اچھوتوں) کا گوشت کاٹ ڈالا جاوے۔ ۲۸۱/۸ -
اگر شودر برہمن کو دھرم کی باتیں بتائے تو اُس کے مُنہ اور کانوں میں کھولتا ہُوا تیل ڈالیں یا سکہ بھریں۔ ۲۷۲/۸
شودر کے قتل کا کفارہ بھی مذہب کے رو سے وہی ہے۔ جو بلّی۔ کُتّے۔ چھپکلی۔ مینڈک اور دیگر جانوروں کے مار ڈالنے کا کفارہ ہے۔
شودروں کی ذلیل حالت ظاہر کرنے کے لئے اِن حوالجات پر ایزاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شودروں کو ہندو حکومتوں اور برہمنی طاقت کے زمانہ میں ہر چند سر اُٹھانے کی ممانعت تھی اور مویشی اور کتے سے بھی بدتر اُن کی عزت تھی جیسا کہ حوالجات صدر سے معلوم ہوگا۔ مگر بُدھ مذہب شودروں کے لئے نہایت عمدہ میدان تھا چنانچہ انہوں نے بڑی خوشی بلکہ فخر سے بُدھ دھرم کی طرف رجوع کیا کیونکہ اُس مذہب میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں رکھی گئی تھی اور بُدھ مذہب کے اختیار کرنے والوں کی بڑی جماعت اور تعداد یہی شودر تھے۔ اور یہی شودر تھے جنہوں نے بُدھ مذہب اختیار کر کے چھتریوں اور برہمنوں کو نیچا دکھایا۔ اور تمام ہندوستان میں اپنا سکہ بٹھایا اور بڑی کل والے برہمن اور چھتری اُن کی خدمت گاری پر مجبور ہوئے۔ لیکن جب شنکر اچارج اور راجپوت راجوں کی کوشش سے برہمنی دھرم پھر زندہ ہُوا۔ تو اگنی کل کھتریوں کے عہدِ حکومت میں بچے ہوئے شودروں کے ساتھ پہلا سا وہی سلوک ہونے لگا۔ مسلمانوں کے زمانہ سلطنت میں بھی بڑی تعداد اسلام قبول کرنے والوں کی یہی شودر تھی اور جو رتبہ اُن کو اسلام میں داخل ہونے سے مل جاتا تھا۔ اُن کی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر جو سلوک یہی شودر اسلام کے لباس میں برہمنی دھرم اور اُس کے پیروؤں کے ساتھ کرتے رہے۔ وہ ظاہر ہے تاہم رسی جلی پر بل نہ گیا۔ برہمن خرگوش کی تین ٹانگیں ہی کہتے گئے شودروں

کو بدستور حقیر کہتے اور اُن کو اُوپر چڑھنے سے روکتے رہے۔ اُن کے ساتھ چھتری اور ویش بھی تعلیم سے محروم کردیئے گئے۔

برہمنی دھرم کا بڑا خاصہ یہ تھا کہ ذاتوں کی تقسیم قائم رکھے اور پیدا کیے چار برنوں کی قید کے ساتھ دیگر شاخیں بے شمار ہوگئی تھیں لیکن یہ قید ذاتوں کی تمیز میں بڑی سختی سے عمل میں آتی تھی۔ کہ شودر کو کسی بڑے درجہ میں داخل نہ کیا جاوے۔ اگرچہ منو کے بعض احکام سے یہ پایا جاتا ہے کہ برہمن بعض حالتوں میں کرم نہ کرنے کے باعث شودر بن جاتا ہے اور کہ شودروں کا برہمن بن جانا بھی اُس مجموعہ سے ثابت ہوسکتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے خود منو کے مجموعہ میں شودروں کو نہایت ذلیل اور حقیر درجہ سوسائٹی میں دیا گیا ہے زیادہ تر ہدایتیں اس میں اُن کو ذلیل اور بے عزت رکھنے کی پائی جاتی ہیں لیکن برہمنی دھرم کے عروج میں تو یہ پختہ حد قائم ہوگئی ہے کہ ورن جنم پر ہی ہونگے۔ اور نیچے کے درجہ سے اوپر کے درجہ میں جانا ناممکن ہے کھتری اور ویش اوپر کے درجہ میں نہیں جاسکتے تھے خود برہمنوں نے اپنے ورن میں جو درجے قرار دیئے تھے۔ اُن میں ادنےٰ ذات کا اوپر کی ذات کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا چہ جائیکہ برہمن بن سکے۔ منو نے دیگر ورن غیر از آریہ کی لڑکی لینے کو تو ہندوؤں کو اجازت دی لیکن حیرانی ہے کہ شودروں کی لڑکی دوج کے لئے منع کردی سا اور اس سے شودروں کی حقارت کا پورا پتہ معلوم ہوجاتا ہے لیکن منو کے بعد تو شودروں سے دوج ذاتوں نے وہ سلوک کیا۔ جو حیوانوں اور مویشیوں سے بدتر تھا۔ ممکن ہے کہ بُدھ مذہب کے وقت یہ حقارت زیادہ زور کے ساتھ قائم ہوئی ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہوا۔ بڑی ذاتیں اپنے فخر نسب اور غرور ذات میں غرق ہوگئیں اور آخر شودر میدان میں گوئے سبقت لے گئے بدھ مذہب کے راجے انہیں شودروں میں سے تھے مسلمان امراء کی بڑی تعداد تبدیل شدہ مذاہب شودروں میں سے تھے۔ مرہٹے کون

لے۔ شودر راجپوت ریاستوں کے لئے بانیانِ حکومت کون تھے۔ شودر جو آخر راجپوت بن گئے۔ گورو گوبند سنگھ نے جب کام شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت بھی ہندوؤں میں شودر کی وہی بیقیدری تھی وہ نہ تو بڑی ذات میں داخل ہو سکتے تھے اور نہ اُن سے چھتری کا کام لینا ممکن تھا۔ اگر اتفاق زمانہ سے کوئی شودر بزور قوتِ بازو پولیٹیکل دُنیا میں کوئی بڑا درجہ حاصل کر ے تو کرے لیکن وہ ذات میں اونچا نہیں ہو سکتا تھا۔ کسی درجہ کی دولت رتبہ رسلطنت۔ بہادری۔ وِدیا ذات کو اونچا نہیں کر سکتے تھے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ مذہب کے نام سے اور خدا کے کلام کے کسی حوالے سے ہم جنس انسان دوسرے انسان کو بلند درجہ حاصل کرنے سے روکتا تھا۔ اس لئے ہندو احاطہ میں اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا طریق اختیار کیا جاوے کہ ذات کی قید ٹوٹ کر ہر ایک انسان کو مساوی حقوق انسانیت حاصل ہو جاویں اور ذات اور ورن کی قیدیں ٹوٹ کر ادنےٰ انسان کو بھی بلند درجہ حاصل کرنے کا وہی استحقاق حاصل ہو۔ جو خدا نے فطرتاً انسان کو دیا ہے۔ انسان کی ذات اُس کے کام نہ ہوں اور عام ہندوؤں میں خدا کے اور انسان کے درمیان کوئی دیگر فرقہ یا انسان حائل نہ ہو۔ شودروں کو برہمن اور کھتری بننے کے لئے کوئی مزاحمت نہ ہو اور انسان کو وہ آزادی حاصل ہو جو قدرت تقاضا کرے۔

کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی دھرم اُنتی کر سکتا ہے۔ اگر وہ زیادہ قیود میں گرفتار ہوں۔ آزادی فطرتی کے لئے ایک فطرتی جوہر ہے بدوں اس کے نہ تو کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے نہ کوئی انسان، نہ ملک ترقی کر سکتا ہے۔ نہ ایمان ویدک دھرم نے جو آزادی انسان کو عطا کی تھی اُن کی تاویلیں۔ تشریحیں، اُن کے بجائے دیگر ہدایتیں۔ قوانین سمرتیاں پُران وغیرہ بے شمار چیزیں بنا کر آزادی کو ایسا محدود کر دیا تھا کہ انسان بشکل آزاد لیکن بالعمل قیدی سے بدتر حالت میں مبتلا تھا یہی وجہ تھی کہ ہندوؤں کا کوئی کیرکٹر

(خصلت) نہ تھا۔ اگر کبھی تھا تو زائل ہو چکا تھا۔ ساری قوم غلامی دماغی میں محبوس تھی۔ جب دماغ مقید ہو تو دل خود مقید ہو جاتا ہے۔

اس لئے گورو گوبند سنگھ نے ارادہ کیا کہ ہندوؤں کو ذات اور ورن کی قید سے آزاد کر کے اُن کی ایک ایسی قوم قائم کرے جو ہندوؤں کے اُن خصائل سے غیر ہو جن میں وہ اس وقت پائے جاتے تھے اور شودروں کو بھی اُنکے ساتھ برابر کر دے جو نسب کے فخر میں غایت درجہ کے ذلیل بن رہے تھے۔ لیکن اس ارادہ میں بھی گورو گوبند سنگھ کے سامنے سخت مشکلوں کا سامنا تھا کیونکہ ہندوؤں کی یہ حالت تھی کہ باوجود اس قدر ذلت اور رسوائی کے اگر ذرا سی تبدیلی اُن کی غذا۔ لباس نشست برخواست۔ طریق عبادت اور دیگر حالات میں کی جاتی۔ اگر پرانے کسی طریقہ میں خواہ وہ مذہبی ہو یا پبلک یا اخلاقی ذرہ سی تبدیلی بھی اگر روا رکھی جاتی تو شور اُٹھ کھڑا ہوتا تھا بلکہ پرانی رسم کے توڑنے والوں کو ذات سے گرجانے خویش اقربا سے بچھڑ جانے کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ تاہم اُس نے ارادہ کیا کہ تمام مشکلات کا سامنا کرتا ہوا اُن کو دماغی اور جسمانی غلامی سے نکال کر قومیت کی بلند منزل پر پہنچائے۔ اور سب سے بڑی مشکل اُن کے سامنے ہندوؤں کی پولیٹیکل حالت تھی۔

ہندوؤں کی پولیٹیکل حالت گورو گوبند سنگھ کے وقت کیا تھی۔

مہابھارت کے زمانہ تک ہندوؤں کی پولیٹیکل طاقت نہ صرف تمام بھارت ورش میں ہی محسوس ہوتی تھی بلکہ بھارت سے باہر بھی اُس کا اثر تھا۔ اُن کی فتوحات ہندوستان کی حدود سے باہر بہت وسیع تھیں۔ لیکن جنگ مہابھارت کے بعد بھارت ورش تنزل کرنے لگا تھا۔ ہندوستان رفتہ رفتہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو گیا تھا ہزاروں چھوٹے چھوٹے راجے ایک ہندوستان کی سرزمین پر راج کرتے تھے۔ اور اُن کا آپس میں اتفاق

تو کہا سخت عناد تھا۔ ہر ایک ایک دوسرے کا دشمن۔ ایک کی خرابی میں دوسرا خوش ہوتا تھا۔ خود مہابھارت کے جنگ کے واقعات اس امر کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ اس وقت بھی بھارت ورش ایک راجہ کے ماتحت نہ تھا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں تھیں۔ البتہ بڑی طاقت اور سلطنت پانڈوؤں اور کوروں کے خاندان کی تھی۔ اور ہندوستان کی سب راجدھانیاں اس کو بڑی طاقت تسلیم کرتی تھیں مہابھارت کے زمانہ کے بعد سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کی حکومت کا سلسلہ بہت عرصہ تک قایم نہ رہا۔ بدھ مذہب کے راجوں نے ہندوؤں کے قدیم شاہی خاندانوں کا نام و نشان بھی مٹا دیا تھا۔ اور صرف اُن کے نام باقی تھے۔ بدھ مذہب کی حکومتوں کو اگنی کل کھتریوں کے خاندان نے ہندوستان سے خارج کیا۔ لیکن اُن کی اولاد جو اب مختلف ذاتوں کے راجپوت کہلاتے تھے آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور ایک دوسرے کی تخریب میں لگے ہوئے تھے اُن کی زبردست سلطنت کبھی قایم نہیں ہوئی۔ جو ہندوستان کے کل۔۔ رود پر وسیع ہوئی ہو۔ چھوٹے چھوٹے راجے تھے اور اُن کی باہم ذاتی اور ذات کے بڑے چھوٹے ہونے کے تنازعات اس قدر سرگرم تھے کہ اُن میں قومیت کا نام و نشان نہ تھا۔ اگرچہ کل بھارت ورش پر راجپوتوں کی سلطنتیں حاوی تھیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے قطعات میں منقسم تھیں۔ اور آئے دن اُن کا باہم جنگ و جدل رہتا تھا۔ تاریخ کے ورق اُلٹ کر دیکھو ہزاروں لڑائیاں اور کوئی مہینہ خالی نہیں ملے گا جبکہ کوئی نہ کوئی لڑائی کسی نہ کسی قوم راجپوت وغیرہ میں موجود نہ ہو۔ آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنی طاقت اور عزت کھو بیٹھے تھے۔ راجہ بکرماجیت اور بھوج وغیرہ کے نام تاریخ ہند میں موجود ہیں ان کے بعد سلسلہ ہی درہم برہم ہو گیا تھا۔ اگرچہ راجپوتوں اور چھتریوں کی جوانمردی اور بہادری کے قصے جب تک دنیا کا وجود ہے کبھی فراموش نہ ہوں گے۔ راجپوتوں نے اپنے خون سے جو نشان ہندوستان میں لگائے ہیں۔ اُن کا مٹانا خود زمانہ کی طاقت سے

بھی باہر ہے۔ کیونکہ وہ نقش خود زمانہ کے جسم پر ہیں۔ جب تک زمانہ رہے گا۔ وہ نقش
نمایاں نظر آیا کریں گے۔ لیکن بایں ہمہ آپس کے نفاق اور تفرق اتصال، ذاتوں کی تمیز
اور مذہبی اختلاف نے کم سے کم مہابھارت کے بعد ہندوؤں کو ایک قوم بننے سے روکا اور
وہ پچھلے پانچ ہزار سال میں کبھی ایک قوم کی صفت سے موصوف ہونے کے قابل نہیں
ہوئی۔ اگرچہ ہندو لفظ یا بھارت باشی کے الفاظ میں سارے فرقے اور ذاتیں شامل ہوں
لیکن لفظ قوم کا جو اطلاق ہے وہ اُن پر کبھی حاوی نہیں ہوا۔ ایک ویدک دھرم رکھنے
کی وجہ سے بھی اُن کو قوم نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ویدک دھرم رکھتے ہوئے بھی وہ
آپس میں اس قدر مختلف فرقے رکھتے تھے۔ ذاتوں کی قید میں پڑے ہوئے تھے
لیکن باوجود ان سب کے سب سے اہم اختلاف یہ تھا۔ کہ ان میں پولیٹیکل تخالف واقع
تھا۔ اور اسی قدر شد و مد کے ساتھ جس قدر دیگر اختلاف۔ بغض۔ حسد۔ رشک ایک
دوسرے پر سبقت لے جانے کی خواہش بڑے زور شور سے اُن میں موجود تھی۔ اہل یورپ
مؤرخوں کی یہ رائے ہے کہ اُن اختلافوں اور چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ہونے کے باعث
ہندوؤں کو بمقابلہ اسلام کے حملوں کے بڑا فائدہ پہنچا۔ جس طرح کے مختلف مذہبی فرقہ
ہونے سے فائدہ پہنچا۔ کہ یک لخت تمام ہندوستان میں مذہب اسلام اختیار نہیں
کیا۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی راجدہانیوں نے فائدہ پہنچایا۔ کہ مسلمان ایک دو لڑائیوں
میں تمام ہندوستان کو فتح نہ کر سکے۔ اور قدم قدم پر راجپوتوں نے مقابلہ کیا۔ اور سخت
خونریز لڑائیوں کے بعد ایک ایک بالشت زمین دی۔ لیکن آخر دی۔ اور کیوں نہ دیتے۔ جبکہ
ایک عظیم طاقت مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تمام ہندوستان میں کوئی ایک زبردست
طاقت موجود نہ تھی۔ اور ایک دوسرے کی امداد سے فائدہ اٹھانا بوجہ اختلافات کے
ممکن نہ تھا۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ طاقتور قوم اسلام نے اُن کو آخر کار لتاڑ دیا۔ خواہ
جلدی خواہ کچھ عرصہ کے لیکن تمام ہندوستان کو مغلوب کر لیا لیکن اگر ہندوؤں کی کوئی

ایک زبردست سلطنت موجود ہوتی یا مختلف ضعیف حکومتیں بلکہ ایک اور مرکز قومی تجویز کرکے لڑتے تو جیسا کہ راجپوت اور چھتری جانباز اور مرد میدان تھے۔ ممکن نہ تھا کہ اسلام کا قدم ہندوستان میں جمتا۔ مسلمانوں کا قدم ہندوستان میں اس لئے جم گیا۔ کہ ایک ایک کو ایک ایک کرکے مارا۔ اور جب ایک مار کھاتا تھا۔ تو دوسرے تماشہ دیکھنے میں مصروف رہتے تھے۔ جتنا مسلمانوں کو ہندوؤں کے آپس کے نفاق نے فائدہ پہنچایا۔ اتنا اپنی بہادری اور شہ زوری نے نہیں پہنچایا۔ پرتھی راج راجہ اپنے خالہ زاد بھائی جے چند کے حسد اور بغض کا شکار ہوا۔ اور خود بھی بقول ٹاڈ صاحب اپنی قوم کے برباد کرنے کے گناہ میں مسلمانوں کا قدم ہندوستان میں ایسا پڑا۔ کہ آٹھ سو سال تک وہ ہندوستان کے بلا شرکت غیرے بادشاہ رہے۔ ہندوؤں کی تمام سلطنتوں کا نام نشان مٹا دیا۔ اور راجپوتوں کو غلامی اور ملازمت میں داخل کرکے ان کی بہو بیٹیاں مسلمان کرکے نکاح کر لیا۔ اس دراز عرصہ میں جو سختی اور ظلم مسلمانوں نے ہندوؤں کو ذلیل اور آپس کے نفاق میں مبتلا پا کر کئے ہیں اُن تمام واقعات کا اس وقت پتہ لگانا مشکل ہے کیونکہ ہندوؤں کو نہ تو ایسے واقعات کے لکھنے کا کبھی شوق رہا ہے۔ اور نہ مسلمانوں کے مظالم نے ان کو اس قسم کی ہوش آنے دی۔ کہ ان واقعات کو جمع کرکے لکھتے جو کچھ واقعات خود مسلمان مؤرخوں نے لکھے ہیں صرف وہی باقی ہیں۔ مسلمان مؤرخوں نے یہ واقعات بھی اپنی طاقت کے اظہار اور کافروں کو فی النار کرنے کے فخر میں لکھے ہیں۔ ورنہ اُن کا بھی کہیں ذکر ملنا مشکل تھا جن کے نمونے تمہید کتاب ہٰذا میں دکھلائے گئے ہیں۔ مگر باوجود ان تمام سختیوں کے جھیلنے اور دکھوں کے سہنے اور اپنی ہستی کے مٹنے کے ظاہر انشان دیکھتے ہوئے بھی ہندوؤں کو اتفاق کا خیال پیدا نہ ہوتا تھا۔ اور نہ ہوا۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ بنگال کے ہندو پنجاب کے ہندوؤں سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے تھے۔ اور دکھن اور شمال کے ہندوؤں میں کوئی رابطہ نہیں۔ ہر ایک جہاں پڑا تھا

اپنے خیال میں پڑا تھا۔ کوئی کسی کی مدد کو تیار نہ تھا۔ مار کھاتے تھے۔ ذلیل ہوتے تھے رسوائی برداشت کرتے تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی امداد اور اتفاق کی اُن کو نہ سوجھتی تھی کیونکہ سب کا سب کچھ مختلف تھا۔ نہ غم مشترک تھا اور نہ خوشی سب کی شامل تھی۔ تلوار اور اسلحہ جنگ سے کام لینے والی قومیں ہندوؤں کی رفتہ رفتہ کچھ تو بالکل مسلمان ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔ اور اُن کا نام و نشان ہندو دنیا سے مٹ چکا تھا۔ اور کچھ اپنا کاروبار چھوڑ کر ایسے گئے گذرے ہو رہے تھے کہ اُن میں اسلام کے مقابلہ کی اب سکت نہیں رہی تھی۔ پرانے راجپوتوں اور کھتریوں کی جانبازیاں اور چلانے دھرم کے بل سب گذشتہ کہانیاں تھیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ہندوؤں کو کسی ایک مقصد پر شامل کیا جاوے۔ ان کی ایک قومیت پیدا کی جاوے۔ ان کی سوشل حالت کو بلند کیا جاوے۔ اور ان میں حب الوطنی کا مادہ، محبت قومی کا جوش اور اخوت کی بنیاد ایسی مستحکم بنیادوں پر رکھی جاوے جس پر برہمنی دھرم کا کوئی اثر نہ ہو۔ اس کی تدبیر جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ گذشتہ چار ہزار برسوں میں کسی کو نہ سوجھی۔ چھ سات سو سال سے مسلمان حکومت ہند پر کامل طور پر قابض رہی۔ اُن کی قوت زائل کرنے کا خیال کسی کو پیدا نہ ہوا۔ اور یہ اہم اور نازک کام گورو گوبند سنگھ کے حصہ میں آیا۔ اور ایشور کی طرف سے گورو گوبند سنگھ ہندو جیسی منتشر، زبل، عاجز اور گری ہوئی قوم کے لئے محبت قومی، بل اور حب الوطنی کو زندہ کرنے کا پیغام لایا۔ اور افسوس یہ کہ اس کا پریم سندیسہ سننے والا کوئی قابل نہ تھا۔ ہندو دھرم اور طاقت کا لباس اس قدر پرانا اور بوسیدہ تھا۔ کہ ان میں کنگل لگا کر مرمت کرنا بھی فعل عبث تھا۔ اس لئے اس نے ہندوؤں کے موافق حال نیا لباس تیار کیا۔ اور بارے وہ موزون بیٹھا۔ گورو گوبند سنگھ نے وہ چنگاری ہندوؤں کے دل میں بھی سلگائی۔ جو بالکل بجھ گئی تھی یعنی حب الوطنی۔ اس کو اس نے دو مضمونوں میں پورا کیا۔ اوّل مذہبی اصلاح۔ جس میں اس نے صرف ایک ذات اکال کی پرستش سکھا کر اور

تمام اقسام مخلوق پرستی سے ہٹا کر ایک اخوت کا معیار قایم گیا۔ دوم سوشل اصلاح جس میں اس نے ذاتوں اور درنوں کی قید مٹا کر شودروں کو اُٹھا کر ایک قومیت کا پیوند لگا دیا ہندوؤں میں اخوت اور قومیت نہ رہی تھی اس کو تازہ کیا۔ لیکن تمام مشکلوں کا سینہ سپر ہو کر سامنا کرتا ہوا، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں سے دکھ اُٹھاتا ہوا۔ ذرا اس اکیلے بے برگ و بار، بے سر و سامان، بے معاون اور مددگار کی ہمت کی جولانیوں کو تو دیکھو۔ کہ اُن ہندوؤں کو جنہوں نے سات سو سال تک اسلام کی غلامی میں کیا کچھ اذیتیں نہیں اٹھائی تھیں۔ اور جو اس قدر دراز عرصہ میں اپنے تمام جوہر بہادری کھو بیٹھے تھے۔ جو اپنی عورتوں بیٹیوں اور بہنوں کو دو دو دینار کو بکتا ہوا دیکھ کر خاموش ہو بیٹھے تھے۔ جن کے املاک اور جائدادیں چھینی جا کر فاقہ مستی میں گزرتی تھیں۔ جن کے مقدس معبدوں کی ان کے متبرک جانوروں کے خون سے لپائی کی جاتی تھی۔ اور ان میں جوش پیدا نہ ہوتا تھا۔ جنکے خود ہستی اور دھرم مسلمانوں کے محض رحم پر منحصر تھے۔ جو بنیوں کی طرح گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ اور چوہیوں کی طرح پہاڑ کے بلوں میں گھسے ہوئے تھے۔ ان کے پژمردہ دلوں مرجھائے ہوئے حوصلوں بجھے ہوئے ولولوں میں وہ پھونک لگائی وہ حرارت اور جوش پیدا کیا۔ کہ ایک ایک سکھ مسلمان کی طاقت کو ہیچ سمجھنے لگا۔ اور حب الوطنی اور محبت قومی کے لئے شہید ہونے اور شربت شہادت پینے کو اپنی عزت اپنا فخر اور اپنا دھرم سمجھنے لگا اس نے بلیوں کو شیر بنایا۔ نامردوں کو مرد میدان اٹھایا۔ یہ کام گورو گوبند سنگھ کے حصہ میں آیا تھا۔ اور اس نے اُن کو خوش اسلوبی سے پورا کیا۔ کہ کرشن کے بعد کھتری دھرم کو ابھارنے والا پہلا شخص یہی گورو گوبند سنگھ تھا۔ اسی کے سامنے پہلا کام یہی تجویز کرنا تھا کہ اپنے اودیش کے لئے کن لوگوں میں کام کرے اور کہاں کام شروع کرے پس دیکھنا چاہیے کہ

گورو گوبند سنگھ نے اپنا کام کہاں اور کن لوگوں میں شروع کیا

اس نے کام کے لئے اپنا میدان شمالی ہمالہ کا دامن مناسب خیال کیا۔ کیونکہ اس وقت کی گری ہوئی حالت میں بھی راجپوتوں کا قومی فخر میں اس کی پیروی کرنا غیر اغلب تھا۔ پنجاب کے مغرب کے ہندو جوہر قابلیت بالکل برباد کر چکے تھے۔ اور وسط پنجاب کے کھتری جسمانی طاقت اور روحانی بل کے لحاظ سے اس قابل نہ تھے۔ کہ گورو گوبند سنگھ کے کام کے لئے کھڑے ہو سکتے۔ بنگال، مدراس اور مہاراشٹر میں زبان کی غیرت مانع تھی اور مدتوں تک مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑتے لڑتے تھک گئے تھے۔ اور ان نوجوانوں میں جلدی کامیابی کی بھی امید نہ تھی۔ کیونکہ ابھی تک اس اہم کام کے لئے ان کو کسی نے تیار نہیں کیا تھا حالانکہ پنجاب کا شمال مشرقی حصہ گورو نانک دیو کی تعلیم سے بہت کچھ متاثر ہو چکا تھا۔ اور کئی قربانیاں بھی ہندوؤں میں اس نواح میں ایسی واقع ہوئی تھیں کہ جن سے لوگ متاثر تھے اور ماسوا اس کے گورو گوبند سنگھ کو ان لوگوں کی ضرورت تھی جو جسم میں تنومند اور بلوان ہوں۔ مذہبی ہدایتوں کو جلدی قبول کرنے کی ان میں صلاحیت ہو اس لئے شمالی ہمالہ کا دامن دونو طرح سے قابل تھا۔ گورو نانک دیو کی تلقین سے بہت کچھ وہ لوگ واقف تھے۔ اور صحت جسمانی کے لحاظ سے بھی وہ پورے توانا اور صاحب طاقت تھے۔ اور سختیوں کے اٹھانے کے قابل غرض وہ اس قسم کے لوگ تھے کہ ذراسی گرمی سے آگ کی طرح بھڑک اُٹھنے کے لئے آمادہ تھے۔ اگر۔ مگر۔ پر۔ لیکن ولیکن کی طرف ان کی زیادہ توجہ نہ تھی۔ کیونکہ اس جماعت میں کامیابی بہت مشکل ہوتی ہے جو اپنی زبلتا، بزدلی، پست ہمتی کو اگر مگر لیکن ولیکن میں چھپانا چاہتے ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کا یہ خیال نہایت قیمتی تھا۔ کہ اگر ایک بجھا ہوا چراغ روشن ہو جاوے تو دوسرے چراغ اس سے باسانی روشن ہو سکتے ہیں۔ خواہ وہ کہیں کے کیوں نہ ہوں۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ پہلا چراغ روشن کیا جاوے ہندو اس وقت بے روغن چراغ تھے۔ گورو گوبند سنگھ نے اس حصہ دیش میں جو چراغ بے روغن پڑا تھا اس کو روشن کرنا چاہا کہ چراغ سے تمام دنیا پر اُجالا پھیلے۔ ایسے چراغ کے لئے خاص قسم کے تیل اور سامان کی

ضرورت تھی۔ چنانچہ اس چراغ میں محبت قومی کی بتی رکھ کر اس میں اپنے اور اپنے عزیزوں
کے گرم خون سے تیل بہم پہنچایا۔ اور کھترتا کی آگ سے اس کو روشن کیا۔ اور ایسا دیا جلایا۔
کہ مُردہ قوم پھر جی اٹھی۔ لیکن اس چراغ کے جلانے کا فخر یا دعویٰ گورو گوبند سنگھ نے کبھی
اپنی ذات کے ساتھ منسوب نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہا گیا۔ کہ یہ چراغ گورو نانک دیو نے جلایا تھا۔
وہ تو اس کو اپنے خون کے تیل سے محض زندہ رکھنے کے لئے آیا تھا۔ واقعی ایسے بڑے
آدمی کے ایسے ہی وسیع خیالات ہونے چاہئیں۔ اس لئے ایسے ملک میں اس نے کام
کرنا پسند کیا جہاں گورو نانک دیو نے میدان تیار کر رکھا تھا۔ اور ایسے لوگوں میں کام کیا۔ جو
اس کے بھرم کے تھے۔ چنانچہ اس نے شمال مشرق ہمالہ کی پہاڑیوں میں قیام کر کے کام
شروع کیا۔ اوّل خود مختلف علوم میں مہارت بہم پہنچائی۔ نظمیں سنیں اور قریباً ۲۳ برس کی عمر تک
وہاں تعلیم حاصل کرنے تواریخوں کے مطالعہ اور سننے میں وقت صرف کیا۔ شکار کی عادت بنائی
اور ہتھیاروں کا استعمال سیکھا۔ محنت کے خوگر ہوئے۔ رفتہ رفتہ جوانی کے جذبات سنجیدگی
اور حوصلہ میں مبدل ہو گئے۔ جو سکھ اُن کے درشنوں کو آتے اُن میں خیالات کی گرمی
بھرنے لگی۔ جو سکھ نزدیک رہتے تھے اُن کو شکار میں ساتھ رکھتے تھے۔ جس سے وہ محنت
کشی کے عادی ہونے لگے۔ آرام چھوڑ کر جفاکش بننے لگے۔ کاہلی اور آرام طلبی کو مٹا کر سخت
کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔ قومیت اور اخوت کا وظیفہ ورد کرنے لگے۔ خیالی دھرم سے
نکل کر عملی دھرم کی طرف چلنے لگے۔ رفتہ رفتہ سکھ گورو گوبند سنگھ کی مارشل اور کھترتا کے خیالات
سے آگاہ ہوتے گئے۔ بجائے اس کے کہ سکھ حسب معمول کپڑے، زیور، برتن، ایپچے، غلیچے اور سامان
زندگی نذر کرتے۔ ہتھیار اور گھوڑے نذر کرنے لگے۔ اور گورو گوبند سنگھ اس قسم کے تحفوں اور
نذروں کو دیکھ کر بہت خوشی ظاہر کرتے تھے۔ اور اس لئے سنگھ اس قسم کی نذروں کا دینا فرض
سمجھنے لگ گئے۔ اور خیالات کی تبدیلی کے ساتھ کچھ کچھ سامان اسلحہ وغیرہ بھی آنا شروع ہو گیا۔ اب
ساتھ ہی اس کے گورو گوبند سنگھ نے فقیرانہ وضع کسی قدر بدل کر امیرانہ اور حاکمانہ وضع اختیار

کرلی صبح وشام دربار کرتے تھے۔ ایک اپنا دیوان مقرر کیا۔ پہلا دیوان نند چند تھا۔ کوئی ملنے
آتا۔ تو اس کی اطلاع کی جاتی۔ پھر اس کو دربار میں آنے کی اجازت ہوتی تھی۔ تلوار ہر وقت
کمر میں رکھتے تھے۔ خواہ باہر ہوں۔ خواہ گرُیائی کی گدی پر متمکن ہوں۔ پلیٹھا اور نیزہ بازی
کے اکھاڑے کرتے تھے۔ ایشور بھگتی اور پریم راگ کے ساتھ قومی جوش دلانے والے، خون
کو گرم کرنے والے، دل کو ابھارنے والے گیت اور کبت بھی اس کے دربار میں پڑھے
اور سنائے جاتے تھے۔ اور گورو گوبند سنگھ اس طرف بہت دلچسپی لیتے تھے۔ خود بھی جوش
پیدا کرنے۔ ہمت ابھارنے اور خون میں حرارت پیدا کرنے والی نظم اور کبت وغیرہ ہر بحر مروج
میں کہتے تھے۔ اور قریباً ۵۲ کوی (شاعر) اس غرض سے مقرر کئے ہوئے تھے جو ہندو
شہیدوں اور بہادروں آریہ ستان کے یودھاؤں اور ویروں کے کارنامے پرجوش اور ابھارنے
والی زبان میں بنا بنا کر سکھوں کو سناتے تھے۔ بھاٹ ہمیشہ اس کے دربار میں قومی جاہ وجلال
اور ویرتا رس کے کبت اور گیت گایا کرتے تھے۔ گورو گوبند سنگھ کے گرنتھ میں جو دسویں
بادشاہی کا گرنتھ صاحب مشہور ہے۔ ایک بڑا حصہ دیوی درگا اور راکھشوں کے جنگ سے
پُر ہے جس کی زبان کی برجستگی اور الفاظ کی چستی، طرز بیان کا زور اشارات کا جوش اس طریق
سے بیان کیا گیا ہے کہ سردیوں میں بھی گرمی آجاتی ہے۔ چونکہ اس گرنتھ صاحب میں ایک
بڑا حصہ دیوی کے جنگ کے کارناموں سے معمور ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش
کی گئی ہے کہ گورو گوبند سنگھ دیوی کے پوجاری تھے۔ مگر یہ غلط ہے۔ وہ سوائے ایک
نرانکار اور اکال ایشور کے اور کسی کی پوجا نہ کرتے تھے۔ اور نہ کسی اور دیوی دیوتا کی پوجا جائز
بتلاتے تھے بلکہ اس کے برخلاف ہمیشہ اپدیش کرتے تھے۔ اس گرنتھ صاحب میں جو نظم
رزمیہ مابین دیوی اور راکھشوں کے درج ہے۔ اس میں دیوی کی تعریف اور بہادری کے
کارناموں کے ذکر کرنے کا ایک اور باعث ہے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ دیوی کو اس جوشدار
نظم میں راکھشوں پر فتحیاب کرنے کیلئے ایک ہیرو فرض کیا گیا ہے۔ اور بمقابلہ دشمن کے اس ہیرو دیوی کی تعریف

بہادری اور خونخواری وغیرہ وغیرہ کی گئی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ اس میں دیوی کی تعریف کی گئی تھی یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دیوی پوجک تھے حالانکہ دیوی کو ہیرو بنانے میں مصلحت وقت متقاضی تھی اور ہیرو بنانے کی ضرورت میں جیسا کہ ہُوا کرتا ہے ہیرو کی تعریف اور توصیف بھی لازمی ہوتی ہے ورنہ دیوی کے پجاری ہرگز نہ تھی۔ اور نہ اُس کی پوجا کو کسی طرح قائم کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ایک اکال پرکھ ایشور کے بعد ایسی دیوی دیوتاؤں کی پوجا کو گناہ سمجھتے تھے جیسا کہ اُس کی مذہبی اصلاح کا ذکر کرتے ہوئے پہلے صفوں میں ذکر کر آئے ہیں لیکن باوجود ان کے اس نظم میں جو دیگر شعراء کی بنی ہوئی ہے اور سری مکھ واک یعنی خود گورو گوبند سنگھ کا اپنا کلام نہیں ہے دیوی کو ہیرو بنا کر بمقابلہ راکھشسوں کے قائم کیا گیا ہے اور اُن کو میدانِ جنگ میں اگر خونخواری کے نمونے اور دیوی کی طاقت اور فتح کی مثالیں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ دیگر قوموں پر چند مہابھارت اور رامائن کے واقعات سے کرشن اور رامچندر کی بہادریوں کے نمونے زبردست ویش بھاشا نظم میں بیان کئے گئے ہیں غرض تو یہ تھی کہ سکھوں کو جوشدار دیش بھاشا میں نظم کے پیرایہ میں اُبھارا جاوے اور آئندہ معرکہ جنگ کے لئے طیار کیا جاوے اور محض بھگتی کے ساتھ اُن کے خیالات بھی گرم کئے جاویں اگر کوئی ہیرو قرار نہ دیا جاتا تو بھی خیالی باتیں مشکل سے ذہن نشین ہوتیں اس لئے گورو گوبند سنگھ نے اُس نظم میں جنگ کا فتحیاب ہیرو دیوی کو قائم کیا اور اُس کی وجہ یہ تھی کیونکہ جس زمانہ میں اسکو کام کرنا پڑا تھا۔ اُسی وقت سوائے اُس گروہ کے جو دیوی پوجک تھے کسی اور گروہ سے ہندوستان میں مطلب برآری کی توقع نہ تھی۔ اور نیز جس ذخیرہ سے گورو گوبند سنگھ نے اپنے اودیش کیلئے آدمی لینے تھے وہ سب کے سب دُرگا بھوانی کے پُجاری تھے اور سوا اس کے کہ دیوی پوجک جماعت سے وہ اپنی ضرورت کے آدمی کے چارہ نہیں تھا۔ کیونکہ رامچندر کے بھگت یا کرشن کے معتقد یا کسی دیگر دیوتا وشنو مہیش اور گنیش وغیرہ کے پیرو اس قابل نہ تھے کہ اُن میں مارشل روح پھونکتا اور پھر اُسکا اثر نے نکلنا قرین قیاس ہو سکتا۔ کرشن کی وہ

فلاسفی جو کھتریوں کو میدان جنگ میں لے جا کر تلوار کے راستہ سُورگ میں پہنچاتی تھی بالکل
گاؤ خورد ہو چکی تھی۔ کرشن کے معتقد گوپیوں میں مصروف عطر و پان۔ مشک و لوبان اور حلوا
زعفران اور گلاب اشنان میں مصروف اور تن پروری میں مدہوش تھے وشنو جو پیاز
اور گوشت کے درشن سے غش کھا جاتے تھے اُن کو لہو بہانے کے میدان میں لیجانا ایسا مشکل تھا
جیسا کہ گدھے کو آدمی بنانا۔ رامچندر کے بھگت مالا جپنے میں لگے ہوئے تھے بندروں کی
کہانیاں اور ہنومان کی پونچھ کے قصے سُنتے ہوئے گنگا کے کنارے سرد ہوائیں کھاتے تھے۔
شیتل جل اور شانت نظارہ سے لطف اُٹھاتے تھے اور میدان جنگ میں جانا۔ ملیچھوں
کا کام بتاتے تھے شنکر کے چیلے سب متھیا (فنا) خیال کرنے لگے ہوئے تھے۔ مایا کے جال
میں وہ ایسے نہ پھنسے تھے کہ وہ اُس سے نکل سکتے۔ لڑیں وہ کس کے ساتھ اور کس لئے
سب کچھ ایک ہی برہم۔ البتہ لوگوں کو تیاگ کا اُپدیش کرتے تھے لڑنا اور جنگ کرنا گیان
اور بھگتی کے مغائر کہتے تھے۔ پس گورو گوبند سنگھ کے لئے میدان جنگ میں کھتری کا کام
لینا ایسا کٹھن تھا۔ جیسا اُلو کو مور بنانا کھتری دھرم کے وجود میں اگر کوئی ذرہ سی حرارت یا
کھترتا باقی تھی تو وہ جینیوں کے مسئلہ اہنسا پرمو دھرمہ کے دیوتا پر بلیدان ہو چکی تھی سارے
فرقے جہالت سے کرشن گیتا کے اپدیشوں کو بھول کر غلامی میں رہنا جوتی کھانا اور سب کچھ متھیا
سمجھنا خود پروری اور تن داری میں بسر کرنا عیش و عشرت میں گلرنگیاں اُڑانا اپنے جیون
کا معراج سمجھے ہوئے تھے بقول لیکہ ؎ "اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے"
اس لئے اُس وقت تمام ہندوؤں اور سارے بھارت میں صرف ایک فرقہ تھا جو کھتری دھرم کی
طرف رجوع کیا جا سکتا تھا وہ صرف بھوانی دیوی کے معتقدوں کا تھا اگر قومیت کی کچھ جان باقی
تھی تو صرف اُس فرقہ کے لوگوں میں تھی راجپوت اکثر دیوی کے معتقد تھے جنکی ہستی مسلمانوں
کے تمام زور اور قوت کے سامنے آخر کچھ باقی رہ ہی گئی۔ اگرچہ وہ کمزور ہو گئے مگر آخر تک
سامنے لڑتے رہے۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ نے اپنے پیرو مرنے والے سنگھ نکالے۔ تو دیوی

معتقد جماعت سے اور سیواجی نے اپنے پس رو اور شہید الملک پیدا کئے تو درگا کے پیرو فرقہ سے۔ اگر تلوار کا کام ہندوؤں میں کچھ باقی تھا تو اس فرقہ میں کیونکہ اُنکے خیالات اور عادات جین دھرم کی تعلیم سے موثر نہیں ہوئے تھے اسلئے گورو گوبند سنگھ نے بڑی دُور اندیشی اور دانائی سے اپنی زبردست اور جوش پیدا کرنے والی نظم کا ہیرو دیوی کو بنایا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باعث ہی سے وہ بہت کچھ کامیاب ہوئے لیکن ہم ہرگز یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ وہ خود دیوی کا بھگت تھا یا دیوی کے دھرم کو ایشور کے قدرتی دھرم کے مقابلہ میں زندہ رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس کی وجوہ صاف ظاہر ہیں۔ وہ دیوی کے معتقد فرقہ سے سنگھ نکالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اکثر سنگھ اُس فرقہ سے لئے لیکن کوئی سنگھ اُس کا آخر دیوی کا بھگت نہیں رہتا تھا بلکہ وہ خالصہ دھرم میں داخل ہو کر صرف ایک واہگرو یعنی نرانکار ایشور کا بھگت ہو جاتا تھا۔ اگر گورو گوبند سنگھ خود دیوی کا بھگت ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس کو صاف اُپدیش نہ کرتا۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے۔ حالات کے باوجود کہ وہ دیوی کے معتقد جماعت سے وہ اپنی جماعت پیدا کرتا تھا۔ لیکن کوئی سنگھ دیوی کا معتقد نہ رہتا تھا ورنہ اُس نے تمام خالصہ دھرم کی تعلیم میں دیوی پوجا کی کوئی اہم رسم بھی داخل کی ہے۔ البتہ پاہل بذریعہ کٹار کی رسم کچھ دیوی پوجک جماعت کی ہے اُس کی جنم ساکھیوں کے لکھنے والوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ دیوی کے پوجاری تھے۔ لیکن یہ جنم ساکھی لکھنے والے صرف خود اعتقاد خیالی کہانیاں گھڑنے میں مزے لینے والی جماعت ہیں۔ جو ہمیشہ بے تکے ہانکنا اور خوش جینا جانتے ہیں۔ بھنگ کی ترنگ میں جو آیا کہہ ڈالا۔ ایسے ہی دوست نشکل دشمن دین ہمیشہ دھرم کے مسائل میں بیہودہ باتیں داخل کرتے ہیں۔ اگر مصلحتاً کچھ تعریف کسی موقعہ پر دیوی کی خیالی نظم میں کی گئی ہے تو اس کو اُسکے دیگر زندگی کے واقعات اور تعلیم سے تمیز کرنا چاہیے اور اس قسم کی تعریف کرنا کسی طرح قابل گرفت نہیں ہے کیونکہ وہ اُس زمانہ کا نبض شناس تھا جو علاج مناسب نظر آیا استعمال کیا ہم اتنی دور بیٹھے ہوئے

کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ایک خاص امر ہمارے خیالات کے پیمانہ سے نامناسب تھا۔

اس طرح اوّل مذہبی اصلاح کی بنیاد گورو نانک دیو کے اصولوں پر اور ایک ایشور کی پوجا پر مستحکم کر کے اُس نے اپنے کام کا میدان اور مقام منتخب کیا اور جو مشکلیں سد راہ تھیں انکو ایام قیام پہاڑوں میں اچھی طرح سے سوچا اُس نے پولیٹیکل ترقی کی بنیاد پر اصول قائم کئے یعنی اخوت اور قومیت۔

گورو گوبند نے بنیادی اصولوں کو کس طرح قائم کیا۔

پہلا بنیادی اصول اخوت قائم کرنا تھا۔ اُس کے لئے اُس نے یہ قرار دیا کہ اوّل مختلف ذاتوں کو توڑ کر ان کی خالص ایک ذات قومیت کی بنیاد پر قائم کر کے سب کیلئے ایک یکساں معراج ترقی کا اُنکے سامنے پیش کرے چھوٹی بڑی ذات کی تمیز اُٹھا کر سب کو مساوی صرف انسان کی ذات میں قائم کرے مختلف خیالات اور ذاتوں کے آدمیوں کو ایک مساوی سطح پر لا کر اُن میں ایک قومیت کا خون بھرے دوم اُنکو یہ سکھایا کہ قومیت قائم کرنے اور اُس کو زندہ رکھنے کیلئے قربانیوں کی ضرورت ہے اور کہ ایک معراج پر پہنچنے کی فرداً فرداً ہر شخص کو قومی اور دیش ہت کے کاموں میں خود غرضی کو چھوڑ کر مجموعی طاقت اور بل سے مل کر کام کرنا چاہئے۔ پہلا کام مشکل تھا۔ لیکن دوسرا کام اُس سے بھی زیادہ مشکل۔ پہلے کام میں بہت کچھ مزاحمت اور تکالیف کا سامنا تھا۔ ہزاروں سالوں سے ہندؤں میں ذاتوں کی تمیز قائم ہو چکی تھی۔ جن کا آپس میں اکل و شرب، اکھان، پان، شادی وغمی راہ و رسم نہ صرف علیحدہ علیحدہ تھے بلکہ ایک دوسرے کے مخالف آپس میں اُن کی سخت نفرت تھی۔ وہ ذات کی قید اور رسموں کو مذہب سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ اور ذات کی قید کو نرم کرنے سے دھرم کے گر جانے کا احتمال تھا۔ ذات کی قواعد میں خفیف سی مداخلت سے شور اُٹھنے کا اندیشہ تھا۔ ہندو ذات کی تمیز قائم رکھنے کے صدیوں سے خوگر تھے اُن میں دست اندازی کرنا آسان نہ تھا۔ اور اس ضمن میں بڑا کٹھن کام یہ تھا کہ

چھوٹی ذاتوں کو جن کو وہ ذات کے آدمی شودر اور ملیچھ خیال کرتے چلے آئے تھے اور جن کو تمام ہندو زمانہ میں بلند کرنے کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ آیا تھا انکو بڑی ذاتوں کے ہم پلہ کر دیے جو محنت و زور اہل یورپ کو غلامی کے ہٹانے میں زمانہ حال میں لگانا پڑا۔ جبکہ تمام دنیا کی پولیٹیکل طاقت اس طرف متوجہ تھی وہ محتاج بیان نہیں ہے لیکن گورو گوبند سنگھ شودروں اور نیچ ذات کے لوگوں کو جو غلامی سے کسی طرح کم نہ تھے بلکہ بدتر غلامی اور ذلت کی قید سے آزاد کرنے کے لئے بالکل تنہا تھا۔ جو کام رامچندر سے نہ بن پڑا۔ جس کام کی طرف کرشن کو خیال نہ آیا جو کام شنکر کی نظروں میں ہیچ معلوم ہوا جس کا دھیان چندر بنسی اور سورج بنسی خاندانوں کے تمام طاقتور راجوں کو نہ سوجھا اس کی اصلاح پر گورو گوبند سنگھ نے کمر ہمت باندھی اور اس کو پورا کر دکھایا اپنے وقت میں عرب کے پیغمبر حضرت محمدؐ نے بھی بہت کام کیا۔ اور ایک ذلیل قوم کو اخوت کے سلسلہ میں لاکر بلند اٹھایا اور اسلام کے تحت سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی تھے لیکن خود مسلمانوں میں غلامی کے رواج کو نہ اٹھا سکا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا اسی طرح غلام ہوتا تھا جس طرح کوئی دیگر قوم کا فرد مگر گورو گوبند سنگھ نے شودروں کو غلامی سے نکالتے ہوئے ایک قدم آگے رکھا جو شخص خالصہ دھرم میں داخل ہوا۔ خواہ وہ برہمن تھا خواہ شودر سب مساوی اور بھائی ہو گئے۔ جو کام بھارت کے یودھاؤں اور ہیروں سے اور خود الیشور کے اوتاروں سے (اگر ہم الیشور کا اوتار ہونا بالفرض محال مان بھی لیں) نہ بن پڑا وہ پنجاب کے ایک کھتری کے ہاتھ سے بن پڑا۔ اور سنور گیا جس کے دل میں سچی محبت قومی کی اگنی جلتی تھی اور دیش بھگتی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

دوسرا امر قوم کے لئے قربانیوں کا مادہ افراد میں پیدا کرنے کا تھا مختلف گورو اور مختلف دیوتا۔ مختلف اصول دھرم اور مختلف اعتقاد۔ مختلف زبانیں اور مختلف اغراض وغیرہ میں کئی امور ہندوؤں میں خود غرضی پیدا کرنے کا باعث ہوئے تھے ہر ایک اپنی اپنی خود غرضی اور نفس پروری میں پڑا ہوا تھا۔ ایک کی پرواہ دوسرے کو نہ تھی۔ قومی کام کی طرف

مطلق کسی کا دھیان نہ تھا - اور نہ کوئی کام قومی کام سمجھا ہوا تھا۔ لیکن تاوقتیکہ ہندو افراد، قومی ضرورت، دیش کی احتیاج - ملک کے فائدہ مجموعی منافعہ پر جان دینے بلہار ہونے اور قربانیاں کرنے کا سبق نہ سیکھتے ناممکن تھا کہ ہندو قوم کے قوم بنانے کا جہاں کٹھن کام راستہ پر آتا اس لئے گورو گوبند سنگھ نے ہندوؤں میں یہ روح پھونکی کہ قوم کی ترقی ہر ایک ہندو فرد کی قوم کے فوائد اور مجموعی منفعت کے لئے قربانی پر منحصر ہے نہ کہ ذاتیات اور ذاتیات کی بزرگ داشت پر۔ چنانچہ ان بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے بعد گورو گوبند سنگھ نے کام شروع کیا اور جو جو تکالیف راہ سامنے آئیں - اُن کو خوشی سے اپنی ذات پر سہارا - اور جن واقعات نے آخر کار خالصہ دھرم کی بنیاد پیدا کی جن میں مذہبی اصلاح سے ایک ذات ایشور کی پرستش قائم کرنا - اخوت کا سلسلہ مربوط کرنا اور قومیت کا مادہ پیدا کرنا داخل ہیں۔ ان کی تفصیل اجمالی آئندہ باب میں ذکر کرتے ہیں۔

خالصہ دھرم کی بنیاد قائم ہونے سے پہلے کے چند واقعات

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گرو کے ایام گوشہ نشینی میں آسام کا ایک شہزادہ راجہ رتن رائے اُس کی زیارت کو آیا۔ جس کو اس گرو خاندان سے نظر عقیدت تھی جو گرو تیغ بہادر کے ملک آسام کی طرف جانے کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ منجملہ دیگر تحائف کے اُس نے ایک ہاتھی گرو کی نذر کیا جس کا نام پرشادی تھا۔ گورو ان ایام میں زیادہ عرصہ شکار میں مصروف رہتے تھے اور اُس کی رغبت دیکھ کر جنگجو سکھوں کی ایک کثیر جماعت اور بھیڑ بھاڑ اُس کے گرد جمع ہو گئی تھی۔ بڑی کروفر کی سواری نکلا کرتی تھی۔ جب وہ شکار پر جاتے تھے۔

اُس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ نقارہ امراء سرکاری اپنے مکانوں پر رکھتے تھے۔ اور شکار وغیرہ کے موقعوں پر ساتھ لے جاتے تھے۔ لیکن گورو گوبند سنگھ نے اپنی جماعت کی بھیڑ بھاڑ بڑھنے کے ساتھ ہی اپنے دربار میں نقارہ رکھنے کی ٹھانی مصلحت اندیش آدمیوں نے گورو گوبند سنگھ کو بنظر دور اندیشی اس خیال سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن اُس نے نہ مانا۔ آخر

اُن لوگوں نے گورو گوبند سنگھ کی ماتا سے کہہ کر اُس کو اس سے باز رہنے کیلئے کہلوایا۔ چنانچہ والدہ
نے بوڑھے بزرگوں کی طرح اُس کو سمجھایا۔ اور کہا تمہارے دادا نے بھی اس قسم کے کاموں کے
باعث بڑی تکلیفیں اُٹھائی تھیں۔ گورو کا کام سپاہیانہ نہیں ہے۔ بلکہ شانتی اور بھگتی
کرنا اور اُس کا اُپدیش اس لئے مناسب نہیں کہ آپ امیرانہ اور حاکمانہ طور طریق زندگی اختیار
کریں۔ اس پر گورو نے اپنی ماں کو جواب دیا کہ میں دادا کا پوتا ہوں۔ مجھے کسی کا بھی
ڈر اور خوف نہیں ہے۔ ماتا تم کہتی ہو کہ میں چھپا رہوں۔ اکال کہتا ہے کہ میں پرگٹ ہوؤں
اگر کسی راجہ نے کچھ تیور بدلی تو تلوار سے اُس کو جواب دوں گا۔ مصلحتِ وقت کے لحاظ سے
گورو کا یہ جواب مناسب تصور نہ ہوا۔ لیکن ایک نڈر اور بہادر قومی ناموری کو لئے ہوئے
دِل سے ایسے ہی جواب کی اُمید ہو سکتی ہے۔ ایک اولوالعزم طبیعت سے ایسا ہی جواب
ملنا قرینِ قیاس خیال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آخرکار نقارہ رکھا گیا اور گورو گوبند سنگھ
شکار میں نقارہ ساتھ لے جانے لگا۔ اُس کی عادت کثرت شکار۔ اُس کا فوجی میلانِ طبع
اور اسلحہ جمع کرنے کے خیالات سے گرد و پیش کے بڑے چھوٹے زمیندار جو پہاڑی راجے کہلاتے
تھے کھٹکے ہوئے تھے۔ اور چونکہ شکار کے باعث اُنکے علاقہ میں گورو گوبند سنگھ عموماً آتے جاتے
تھے اس لئے راجے اس کو ناگوار سمجھنے لگ گئے تھے۔ لیکن نقارہ کی چوٹ نے ان کو اور
بھی زیادہ چوکنا کر دیا۔ چنانچہ وہ گورو گوبند سنگھ کے ساتھ تنازعہ قائم کرنیکا موقعہ تلاش کرنے لگے اتفاق
ایسا ہوا کہ راجہ بھیم چند کہلوریہ والیٔ بلاسپور نے تنازعہ کا سلسلہ پیدا کیا اور گورو گوبند سنگھ سے
پرشادی ہاتھی اپنے واسطے مانگا۔ گرو گوبند سنگھ نے انکار کیا۔ ہر چند گورو اس کی والدہ اور
دیگر لوگوں نے کہا کہ ہاتھی دے کر صلح کر لینا ہی مناسب ہے۔ مگر گورو گوبند سنگھ نے آخر تک ہاتھی کا
دینا گوارا نہ کیا اور آخر دونوں کی آپس میں شکر رنجی ہو گئی۔ کرپال ایک اور پہاڑی راجہ نے بھیم چند
کو اکسایا اور اُس نے گورو گوبند سنگھ کو پیغام بھیجا کہ گورو اُس کے علاقہ سے باہر چلا جاوے
گورو گوبند سنگھ تو اُس کا تلوار کے ساتھ فیصلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن میدنی پرکاش راجہ

ناہن نے اپنے آدمی بھیج کر گورو گوبند سنگھ کو اپنے ہاں بلوا لیا۔ اور اس طرح گورو گوبند سنگھ کا پہلا موقعہ نیام تلوار سے باہر نکالنے کا جاتا رہا۔ بعض مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ ناہن جانے سے پہلے گورو گوبند سنگھ اور بھیم چند میں تلوار چلی۔ اور فتح گورو گوبند سنگھ کی رہی۔ خواہ کچھ ہوا ا گرو گوبند سنگھ آخر بھیم چند کے علاقے سے ناہن چلا گیا۔ راجہ ناہن کے علاقہ میں بیاہ کا نک سمت ۱۷۴۱ ایک گاؤں آباد کر کے وہاں قلعہ بنوایا۔ جس کا نام نوپٹہ رکھا۔ اس اثنا میں چند افغان سرداران مسمیان کلے خان۔ نجابت خان۔ حیات خان اور بھیکن خان اورنگ زیب کے زیر عتاب کسی راجہ یا نواب کی پناہ میں جانے کے لئے سعی کر رہے تھے۔ لیکن ان کو پناہ دینے کی جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا مگر سید بدھو شاہ کی سفارش پر گورو گوبند سنگھ نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا یہ اگرچہ حوصلہ اور جرأت کا کام تو تھا اور گورو گوبند سنگھ جیسے دل و گردہ کے آدمی سے ایسا ہونا کوئی تعجب خیز معاملہ نہیں ہے لیکن حزم اور مصلحت وقت کے برخلاف تھا۔ اس کا نتیجہ اور طرح بھی بہتر مترتب نہ ہوا۔ اس عرصہ میں راجہ بھیم چند اپنے پسر کی برات راجہ فتح شاہ والی سرینگر کے ہاں لے گیا۔ اور اس شادی کی تقریب میں راجہ فتح شاہ کے ہاں گرو نے اپنے دیوان نند چند کی معرفت کچھ تحفے بھیجے۔ لیکن بھیم چند نے اس پر اظہار ناراضگی کیا اور راجہ فتح شاہ نے بپاس خاطر اپنے سمبندھی کے گرو کے تحائف لینے سے انکار کیا۔ اور دیوان نند چند اپنا سامنہ لے کر واپس آیا۔ اس سے مابین اُن دو راجوں اور گورو گوبند سنگھ کی عداوت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ اور راجہ بھیم چند نے بنظر احتیاط راجہ کرپال چند۔ کٹوچیہ۔ راجہ کیسری چند جسووالیہ۔ راجہ سکھدیال جسروٹیہ۔ راجہ ہری چند منڈویہ۔ راجہ پرتھی چند ڈڈوالیہ۔ راجہ فتحشاہ سری نگر وغیرہ وغیرہ کو گورو گوبند سنگھ کے مخالف اپنے شامل کار کر لیا۔ اور وقتاً فوقتاً گورو گوبند سنگھ کو مختلف نہج سے ستانے اور دق کرنے لگے۔ چنانچہ اُن راجوں نے مل کر متفقہ طاقت سے بساکھ سمت ۱۷۴۲ میں گورو گوبند سنگھ پر اپنی فوج لے کر حملہ کیا اس وقت گورو گوبند سنگھ کی عمر قریباً ۲۳ سال کی تھی اور دنیا کا تجربہ

کافی نہ تھا۔ بھیم چند کی افواج مشترکہ کے مقابلہ میں اپنی مختصر ناکار آزمودہ جنگ جماعت کو لے کر میدان میں آیا لیکن ابھی خفیف لڑائی شروع ہوئی تھی کہ پانچ سوا داسی سادھو جو ہر روز حلوا کھا کھا کر پلے تھے کترا کر الگ ہو گئے۔ اور مسلمان پناہ گزین کالیخاں وغیرہ نے بھی گرو کے ساتھ عین معرکہ جنگ میں دغا کر کے راجوں کے ساتھ سازش کر لی۔ اور گورو گوبند سنگھ کو میدان میں چھوڑ کر راجوں کی فوج میں شامل ہو گئے۔ سید بدھو شاہ جس کی سفارش سے کالیخاں وغیرہ گورو گوبند سنگھ کی ملازمت میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی نمک حرامی اور دغا بازی کا حال سن کر گورو کی مدد پر پہنچا۔ چنانچہ تین دن تک جمنا اور گری ندی کے درمیان کے میدان میں خوب رن پڑا۔ گورو گوبند سنگھ خود اپنے بے قاعدہ اور بے سروسامان فوج کے ہراول رہا۔ گورو گوبند سنگھ کی یہ جماعت ناکار آزمودہ تھی اور نہ آراستہ۔ اکثر جماعت معمولی کاروباری آدمی یعنی خوش اعتقاد سکھ تھے۔ جو فنون جنگ سے محض ناآشنا اور لڑائی کے ہنر سے بالکل ناواقف جن میں سے اکثر فن جنگ سے ناآشنا فقرا اور دیگر گدا گوشہ نشیناں تھے۔ چنانچہ جو فہرست مشہور ہمراہیان جنگ کی اب تک جنم ساکھیوں میں چلی آتی ہے ان میں ایک نام لال چند حلوائی کا بھی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گرو گوبند سنگھ کے پہلے سیوک کس قماش اور رخت کے لوگ شامل تھے۔ آپ کا دیوان نند چند اور ماموں کرپال چند بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔ بھلا حلوائیوں اور حلوا خور ادیبوں سے کہیں میدان رزم جیتے جا سکتے ہیں؟ ادا سی کھا پی کر چلتے بنے اور حلوائی جی میدان میں حلوا ہو رہے البتہ خود گورو گوبند سنگھ اور اس کے چند جانثار سکھوں نے اپنی جماعت کے جوہر دکھائے خود گرو نے نہایت جرأت اور سینہ سپر دلیری سے مقابلہ کیا اور ایسے ہاتھ چلائے کہ دشمن حیران ہو گیا۔ راجہ ہر یچند نے گرو گوبند کے گھوڑے کو زخمی کیا۔ مگر وہ گرو گوبند سنگھ کے اپنے ہاتھ سے مارا گیا۔ راجہ کیسر یچند اور سکھدیو بھی زخمی ہوئے۔ آخر کار باوجود یکہ گرو گوبند سنگھ کی جماعت کمزور تھی۔ مگر ایسے جان توڑ کر لڑے کہ پہاڑی راجوں کے سپاہیوں کے دل ٹوٹ گئے اور چھکے چھوٹ گئے۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ محض حسن اتفاق سے یہ میدان گرو گوبند سنگھ کے ہاتھ تو رہا لیکن اس کا

انجام اچھا نہ ہوا. یہ زمانہ گورو گوبند سنگھ کی جوانی اور جوش کا تھا. اگر گرو ذرا زیادہ حزم اور احتیاط کو کام میں لاتا اور مصلحت وقت پر نظر ہیں ڈالتا. تو اس کے لئے زیادہ مناسب یہ ہوتا. کہ وہ گردو پیش کے پہاڑی راجوں کو اپنے مشن سے آگاہ کرکے. ان کو اپنے میں شامل حال کرتا. اور بہتر حکمت عملی کو کام میں لاکر ان کو اپنا بنائے رکھتا. اگرچہ نکتہ چین آنکھوں میں ایسے وقت میں ان راجوں کا مخالف کرنا گورو گوبند سنگھ کی رائے صائب کا نمونہ پیش نہیں کرتے. لیکن ہم اس قدر دور عرصہ میں بیٹھے ہوئے اور تمام واقعات اور حالات وقت سے ناآگاہ اس کے وقت کے حالات پر واقعی وثوق کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں. وہ اس زمانہ کی مزاج سے واقف تھے. آخر کوئی مصلحت ہی ایسی ہوگی کہ راجوں سے بگاڑ پیدا کیا. یا ان سے کسی قسم کی توقع نہ ہوگی اس لئے اُن کو شامل نہ کیا ہوگا. اور ہو سکتا ہے کہ خود راجوں نے مصلحت رکھنے کو کسی باعث سے نامناسب خیال کیا ہو. اور گورو گوبند سنگھ کو مخالفت پر مجبور کیا ہو. ورنہ یہ تو نہیں ہے کہ اس مخالفت کے نتائج کو گورو گوبند سنگھ کی دور بین عقابی آنکھ نے یا باقاعدہ احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنے والی فکر رسا نے دیکھا. اور سوچا نہ ہو. لیکن اس کج بحثی سے کچھ فائدہ نہیں ہے. مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس لڑائی میں مسلمان ملازمان کی دغابازی نے جن کو باوجودیکہ گورو گوبند سنگھ نے آڑے وقت پر اپنے دامن امن اور سایہ عاطفت میں لیا تھا. اور اُداسی سادھوؤں کی بزدلی سے میدانِ جنگ سے بھاگنے کے تجربہ نے گورو گوبند سنگھ سے وہ کام کرایا جو اَور صورتوں میں ہونا قرینِ قیاس نہیں تھا. یعنی خالصہ دھرم کے ذریعہ سے نیا جنگجو فرقہ پیدا کرنے کا خیال اگر پہلے تھا. تو اس کو پختہ کرنے کا ذریعہ. یہ واقعات ضروری ہوئے. کیونکہ گورو گوبند سنگھ کو بخوبی اور نہایت قیمتی تجربہ حاصل ہوگیا. اور اہل دنیا کی کیا حالت ہے. اور کہ ہندو کس طرح ذلیل کس طرح اخلاق اور جسارت کے لحاظ سے گرے ہوئے ہیں. کس قدر بزدل اور کائر نکلے ہیں. اور نہ قوم کو پھر گذشتہ تاکی طرف مائل کرنے کے لئے ان میں بل بیرج پیدا کرنے قومیت

کی شیرازہ بندی لگانے اور ہندوؤں میں کوئی ایک مقصد یا معراج قایم کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ کے ہاتھوں سے ہندوؤں کے لئے ایسا مہان اور عظیم کام بن پڑا۔ کہ ہندو حالت کا نقشہ ہی کچھ اور کا اور ہو گیا۔ اور منتشر و ذلیل قوم پھر ایک قوم بن نکلی جس نے ہندوؤں کی ڈوبی ہوئی عزت، کھوئی ہوئی حمیت کو پھر سنبھال لیا۔ اور اہلِ دنیا کی بہادر قوموں کا ہم پلہ بن کر اپنے بل اور شجاعت کی سگندھی وسعت گاہ عالم میں پھیلا دی۔

غرض اس معرکہ کے بعد گورو گوبند سنگھ کی جماعت فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے پونٹہ میں واپس آئی۔ یہاں آ کر گورو گوبند سنگھ نے بدھو شاہ کو جس کا ایک بیٹا گرو کی طرف سے لڑتا ہوا میدان رزم میں کام آیا تھا۔ ایک دستار اور بقول بعض کے اپنی نصف دستار اور ایک سند عطا کی۔ جس کے باعث سے سنگھ اب تک اس کے خاندان کی عزت کرتے ہیں۔ اس لڑائی کے ایک ماہ بعد گرو پونٹہ سے چل کر آنند پور اپنے پہلے مسکن پر آئے۔ اس قصبہ کو اس کے بزرگوں نے زمین خرید کر کے آباد کیا تھا۔ اور چند جگہ گرد و نواح کے واقعات میں چھوٹے چھوٹے قلعے بنوائے۔ یعنی لوہ گڑھ کا قلعہ۔ آنند گڑھ، بھول گڑھ اور فتح گڑھ جن کا بنانا غالباً اس وجہ سے تھا۔ کہ پہاڑی راجے اگر پھر دوبارہ اس کی جماعت پر حملہ کریں تو یہ قلعے حفاظت کا کام دیں۔ اسی سال میں راجگان پہاڑی پر صوبہ دار سرہند کی ایک دستہ فوج نے زیر کمان الف خاں وغیرہ اس غرض سے حملہ کیا۔ کہ راجوں نے شہنشاہ دہلی کو خراج ادا نہیں کیا تھا۔ پہاڑی راجوں نے بجائے خراج ادا کرنے کے فوج شاہی کا مقابلہ کرنا چاہا۔ چنانچہ راجہ بھیم چند نے اس نازک وقت میں گورو گوبند سنگھ سے صلح کی التجا کی۔ اور گرو نے اس کے پہلے قصوروں سے درگذر کر کے اس کا ساتھ دینا مان لیا۔

گورو گوبند سنگھ کا پہاڑی راجوں کی امداد میں افواج شہنشاہی کا مقابلہ کرنا

گرو گوبند سنگھ نے اپنے ذاتی دشمن سے اتنی جلدی صلح کر لینے میں اس قومیت کے خیال کو ہی سامنے رکھا۔ جس کے لئے وہ ساری کوششیں کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے لئے یہ بھی

مناسب نہ تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کی طرف ہو کر ہندوؤں کو پامال کرے کیونکہ جو دل ہندوؤں کے لئے اور ہندوؤں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہو۔ جس دل میں سوائے ہندوؤں کی بہبودی کے اور کچھ نہ ہو۔ اس دل سے کس طرح توقع ہو سکتی تھی کہ وہ ہندوؤں کے برخلاف اور خصوصاً مسلمانوں کا ساتھ دے کر ہندوؤں کی بربادی چاہے۔ اگر گورو گوبند سنگھ کنارہ کش رہتا۔ تاہم اُس کے اس اپنے اپدیش پر داغ لگتا۔ کہ وہ ہندوؤں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذلیل ہوتا ہوا دیکھے اس کا محبت قومی سے بھرا ہوا دل برداشت کرنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے خوب سوچا کہ بھیم چند کے ساتھ دشمنی کو چھوڑ کر ہند و ضرورت کے لئے صلح کرلے اور اس کا ساتھ دے چنانچہ گورو گوبند سنگھ نے اُس کے ساتھ آشتی کرلی۔ اور اپنی جماعت میں سے پانچ سو سوار اور پیادے زیر ماتحتی دیوان موہری چند اور دیا رام روانہ کئے۔ قضا کار دستہ شاہی کو شکست ہوئی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ گرو پہاڑی راجوں کے ساتھ صلح رکھنے کی ضرورت کو جانتا تھا۔ اور اس کو شامل کرنے کی کوشش بھی کرتا تھا۔ اس کے بعد تین سال تک امن رہا۔ اور گورو گوبند سنگھ کو کوئی موقعہ اس قسم کا پیش نہ آیا۔ کہ تلوار پر ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہو۔ اس عرصہ میں گورو گوبند سنگھ اپنے خیالات اور تجربہ کو پختہ کرنے اور آئندہ مشن کے لئے تیاری کرنے میں مصروف رہا۔ اور ایشور بھگتی اور روحانی اپدیشوں سے بھی اپنے سکھوں کی پیاس بجھاتا رہا اور اُن کے دلوں میں گرم خون بھی بھرتا رہا۔ ماہ بھادوں سمت ۱۷۴۵ میں پھر صوبہ لاہور نے راجگان پہاڑی کی سرکوبی کے لئے ایک دستہ فوج روانہ کیا۔ اور ایک علیحدہ دستہ گورو گوبند سنگھ کے مقابلہ میں زیر کمان رستم خاں روانہ کیا گیا لیکن چونکہ بوجہ موسم برسات ندیاں چڑھی ہوئی تھیں اور سخت بارش اور طوفان میں رستم خاں نے وہاں زیادہ ٹھیرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اور بغیر لڑے بھڑے واپس چلا گیا۔ جو نالہ اس وقت سامنے تھا اس کو سکھوں نے حمائتی نالہ نام دیا جس کو اس نواح میں اب تک اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن رستم خاں نے پہاڑی راجوں پر کچھ عرصہ بعد جب اس کو کمک پہنچ گئی حملہ کر دیا۔ اس دفعہ بھی دستہ شاہی کو شکست ملی۔ اس

لڑائی میں کہا جاتا ہے۔ گورو گوبند سنگھ کے بھی تین سو آدمی زیر حکم بھائی سنگیتہ شامل ہوئے تھے آخر اورنگ زیب کو اس حصہ پنجاب کی سرکشی کے انتظام کرنے کے لئے اپنے پسر معظم شاہ کو بھیجنا پڑا۔ معظم شاہ خود تو لاہور چلا گیا۔ لیکن اپنے ایک امیر مرزا بیگ کو ایک بڑی فوج کا سردار مقرر کر کے پہاڑی راجوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس سردار نے اکثر پہاڑی راجوں کو مارا لتاڑا۔ عام تاخت و تاراج کیا۔ گاؤں اور آبادیاں ویران کر دیں۔ اور بہت طرح سے آدمیوں کو بے عزت اور رسوا کیا۔ گورو گوبند سنگھ ان ایام میں اپنے پہاڑی مسکن پر مقیم رہا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے گاؤں آنند پور کو لوٹ لیا۔ ان تمام واقعات کو خود گورو گوبند سنگھ نے وچتر ناٹک میں بیان کیا ہے۔

گورو گوبند سنگھ کا دیوی پرگٹ کرنے کا قصہ

جبکہ گورو گوبند سنگھ اپنے ایام قیام پہاڑی میں اپنے آئندہ کام کی تیاری اور مصالحہ جمع کر رہے تھے۔ تو وہاں پنڈتوں نے گورو گوبند سنگھ کو ذہن نشین کرایا۔ یا گورو گوبند سنگھ نے مصلحت وقت دیکھ کر اور جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ دیوی پوجک جماعت کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لئے اس نے پنڈتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک خاص یگ اور ہون کیا جاوے۔ جس کے ذریعہ سے دیوی کو پرگٹ کر کے اس سے دشمنوں کے پامال کرنے کی برکت حاصل کی جاوے۔ چنانچہ مالکار پہاڑ پر یگ کرنے کا سامان جمع کیا گیا۔ اور اس یگ کو سرانجام کرنے کے لئے بنارس سے بھی چند مشہور پنڈت بلوائے گئے۔ چنانچہ کالیداس اور کیشوداس دو پنڈتوں کا نام روائتوں میں زیادہ مشہور چلا آتا ہے۔ ان کے ساتھ پنڈت لشمبر داس بھی اس یگ کے اہتمام پر تعینات تھے۔ ہون شروع کیا گیا۔ یہاں تک سب روائتوں کا اتفاق ہے۔ لیکن اس کے بعد کے واقعات کی ایک روائت یہ ہے۔ کہ جب ہون کئی یوم تک ہوتا رہا۔ اور دیوی پرگٹ ظاہر نہ ہوئی۔ جیسا کہ برہمنوں کا دعویٰ تھا۔ تو برہمنوں نے یہ ادعا کیا۔ کہ دیوی اس وقت تک پرگٹ نہ ہوگی جب تک کوئی مہاتما اس ہون کنڈ میں دیوی کی قربانی نہ کیا جاوے۔ اس پر

گورو گوبند سنگھ نے مسکرا کر پنڈتوں کو کہا کہ اُن سے زیادہ یا بڑا مہاتما کون ہے۔ اور کہاں ملیگا
بہتر ہے کہ کسی پنڈت ہی کو دیوتا پر بلیدان کیا جاوے۔ یہ سن کر بقول ایک روائیت پیشاب کے
بہانہ سے اور بقول دوسری روائیت اشنان کے بہانہ سے پنڈت وہاں سے کھسکتے بنے
اور یگ وہاں کا وہاں ہی رہا۔ دوسری روائیت یہ ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے پنڈتوں سے
پوچھا۔ کہ ارجن کو طاقت کہاں سے ملی تھی۔ تو جواب ملا کہ دیوی نے دی تھی۔ اب بھی اگر ہون
کیا جاوے تو دیوی کے ضرور درشن ہوں گے۔ چنانچہ کانشی سے پنڈت بلوا کر ہون کرایا گیا
اور آخر کار ہون کنڈ کی اگنی میں ایک آہنی کلہاڑی نمودار ہوئی۔ اور یہ دیوی کے غضب کی
نشانی تصور کی گئی۔ اور پھر پنڈتوں نے گورو گوبند سنگھ کو کہا۔ کہ اب یا تو اپنے تئیں قربانی چڑھاؤ۔
یا کسی اپنے عزیز کو۔ تا کہ دیوی درشن دے کر تمہاری خواہشوں کو پورا کرے۔ گورو نے کہا کہ مجھے
ابھی بہت کام کرنا باقی ہے۔ اس لئے ۲۵ سکھ سر دینے کے لئے تیار ہوئے۔ ایک ان میں سے
منتخب ہو کر قربانی چڑھایا گیا۔ تیسری روائیت یہ ہے کہ دیوی گورو کو خواب میں نظر آئی تھی اور
چوتھی روائیت سب سے عجب یہ ہے کہ جب پنڈت یگ ہون کو ادھورا چھوڑ کر چلے گئے۔ تو گورو نے
باقی بچی ہوئی ساگری کو یکلخت ہون کنڈ میں ڈلوا دیا۔ اور اس سے بڑا بلند شعلہ پہاڑ پر پیدا ہوا
اور لوگوں نے خیال کیا کہ واقعی دیوی پرگٹ ہوئی تھی۔ لیکن یہ تمام روائتیں غلط معلوم ہوتی ہیں
محض خوش اعتقاد لوگوں نے جہالت کا سہارا لے کر یہ کہانیاں گھڑی ہیں۔ اور یہ کہانیاں اس
نظم کی بنیاد پر ہیں۔ جو گورو گوبند سنگھ کی دسویں بادشاہی کے گرنتھ میں موجود ہیں۔ جن میں
دیوی کو ہیرو بنا کر میدان جنگ کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ ورنہ کجا برہمنوں کا ہون اور اس میں دیوی
کا پرگٹ ہونا۔ کیونکہ گورو گوبند سنگھ کی تمام تعلیم کے یہ برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دیوی کا
اس قدر معتقد یا کم سے کم ان کے وجود کا بھی قائل ہو۔ البتہ یہ بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے
کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو کہ پہاڑ پر ہون کنڈ بنوا کر بہت جلنے
والی اشیا اس میں ڈلوا کر ایک ایسا شعلہ اٹھایا گیا ہو کہ جو دور تک لوگوں کو دکھایا گیا ہو۔ تا کہ

اس کو دیکھ کر لوگوں نے یہ یقین کیا کہ واقعی گورو کے پاس کوئی دیوی یا دیوتا قابو میں آگیا ہے۔ اور کہ دشمنوں پر فتح گورو کی ضرور ہو گی۔ تاکہ اس تدبیر سے گرد و نواح کے جاٹ وغیرہ اس کے کام میں رغبت سے شامل ہوں۔ اگرچہ اس کے لئے بھی قرین قیاس دلائل موجود نہیں ہیں لیکن چونکہ یہ روایت چلی آتی ہے۔ اگر واقعی یہ روایت ٹھیک ہو تو اس کو حکمت عملی پر مبنی کرنا چاہیئے۔ جو جنگ کے لئے آمادہ کرنے کو مستعمل ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے اور نہ دیگر واقعات کی موجودگی میں یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ گورو دیوی کی پرستش کرتے تھے یا اس کی اجازت دیتے تھے۔ ایسی حکمت عملیاں جنگ کے موقعوں پر دیگر لوگوں نے بھی کئی دفعہ برتی ہیں۔ اور تواریخ میں ایسی کئی شہادتیں ملتی ہیں۔ پولیٹیکل دنیا میں اگر واقعی ایسا ہوا ہو۔ تو یہ گرو گوبند سنگھ کا پہلا پیش خیمہ تھا۔ اس خالصہ دھرم کے لئے جس کے لئے وہ تیاری کر رہا تھا۔ اس لئے خالصہ دھرم کی بنیاد رکھنے میں دیوی کو اپنے اصولوں میں مطلق داخل نہیں کیا۔ اگر احتیاطاً کسی مصلحت وقت کے لحاظ سے یا عقیدتاً (الفرض محال) دیوی کی وہ عزت کرتے تھے۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ خالصہ دھرم کے بنیادی اصولوں میں دیوی کی پرستش یا کسی دیگر اوتار یا مخلوق وغیرہ کی پرستش کو بالکل رفع دفع کر دیا۔ اور اس کے بعد کبھی بھی منجانب گورو گوبند سنگھ اس قسم کی کوشش یا رغبت نہیں پائی جاتی جس سے نتیجہ نکال سکیں۔ کہ کسی مخلوق دیوی دیوتا وغیرہ کی پرستش کو وہ جائز سمجھتا تھا۔ اب جن بنیادی اصولوں پر خالصہ دھرم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ باب میں درج کی جاتی ہے۔

خالصہ دھرم کی بنیاد

گذشتہ اوراق میں جس قدر واقعات لکھے گئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کو ایسے آدمی پیدا کرنے کی ضرورت تھی جو اخلاق اور مذہب میں بمقابلہ ایک خدا پرست قوم کے بیٹھے نہ ہوں۔ جنگجوئی کی خصلت کے ساتھ قومی محبت اور اخوت کا مادہ رکھتے ہوئے دھرم اور دیش کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ گورو گوبند سنگھ سلسلہ بہ سلسلہ دس درجوں میں ایک

درویش گوشہ نشین تھے۔ اور اُن کا پوتر مشن صرف رُوحانی اُپدیش تھا۔ لیکن زمانہ کی ضرورت نے اور مسلمانوں کی غارتگری اور بیداری اور ہندوؤں کی ذلیل حالت نے اس کو درویشی حالت سے امیرانہ حالت میں جانے پر مجبور کیا۔ اور پہاڑی راجوں کی مخالفت نے میدان جنگ کا دروازہ اس کے سامنے کھولا۔ اُس نے خود کبھی مسلمانوں یا پہاڑی راجوں کو کوئی موقع شکائت نہیں دیا۔ لیکن چونکہ وہ مارشل سپرٹ کے خیال پیدا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس لئے بدظن ہو کر اس کو ستایا گیا۔ اور اس نے مجبوراً اور بہت ہی قبل از وقت اور تیاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ تمام ہندوؤں کی حالت وہ تھی جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس نے موجودہ صورت میں کام نکالنا مشکل خیال کیا۔ اس لئے ایسے آدمیوں کے پیدا کرنے کی اس کو ضرورت محسوس ہوتی تھی جو پُرانے کھتریوں کا نمونہ ہوں۔ اور جانبازی کو دیش اور دھرم کے لئے ایک پوتر دھرم خیال کریں۔ چنانچہ اس نے اپنی تمام تر کوشش اس طرف مشکور کی۔ اور اپنی کمال توجہ اس نکتہ پر مرکوز رکھی۔ تاوقتیکہ وہ ہندوؤں کو کسی ایک مقصد اور مدعا مشترک کی طرف راغب کرتا۔ مختلف ہندوؤں کا ایک بننا ازبس مشکل تھا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے دو مقصد سامنے رکھ کر خالصہ دھرم کی بنیاد رکھی۔ ایک تو مختلف ہندو آپس میں مل کر ایک ہو جاویں۔ دوسرا حکومت اسلام کو ہندوستان کی حدود سے باہر کرنا اُن کا مقصد اور معراج ہو۔ گورو گوبند سنگھ کا مذہب اسلام کے برخلاف جہاد کا نشانہ تھا۔ اور نہ اس بارے میں اس نے کوئی کوشش کی۔ مگر لاریب مسلمانان ہندوستان کے مظالم اور بیدادیوں کو دیکھ کر اُن کی پولیٹیکل طاقت کو کمزور کرنا اور ہندوستان سے باہر کرنا چاہتا تھا اور یہی اس کا خالصہ دھرم کے رکھنے کا باعث تھا۔ کیونکہ ہندوؤں کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ کسی ایسی زبردست قوم کے ساتھ مذہبی جہاد قائم کر سکیں۔ جیسا کہ مسلمان قوم تھی۔ اور نہ اس سے گورو گوبند سنگھ کو کوئی قومی مفاد تھا۔ اس کی غرض ہندوستان میں مسلمانوں کی پولیٹیکل طاقت توڑنے کی تھی اور اس کام کے لئے ہندوؤں میں نئے طریق سے ہمت کی رُوح پھونکنا چاہتا تھا۔ اس کی اپنی گذشتہ زندگی کے تجربے بھی اس کے لئے اس تحریک کا باعث تھے کہ ہندوؤں کا پُرانا لباس مارشل سپرٹ

کا اس قدر کہنہ ہے کہ اس میں بخیہ یا مرمت کر کے یا کنگل لگا کر کام نکالنا مشکل ہے۔ اس لئے از سر نو لباس کی ضرورت ہے۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے سوچا۔ کہ ان کو ایک ایسے تازہ لباس سے ملبوس کیا جاوے کہ بجائے خود غرضی اور کاہلی و بے ہمتی کے وہ لباس قومی سپرٹ دیش بھگتی کی محبت اور شجاعت کا نشان ہو جاوے۔ اور ایک ایسی جماعت اس طریق سے پیدا کی جاوے کہ جس کا دھرم بھارت دیش رکھشا اور ہندو دھرم رکھشا ہو اور بس اس کام کی بنیاد رکھنے کا موقعہ آخر گورو گوبند سنگھ نے نکال ہی لیا۔

چنانچہ ایک دن بماہ بساکھ سمت ۱۹۵۵ بروز بساکھی گورو نے اپنے پوتر او دیش کو مکمل کرنے کے لئے یعنے خالصہ دھرم کی بنیاد رکھنے کے لئے اپنے سکھوں کی ایک بڑی جماعت کو ایک میدان میں جمع کیا جو پہلے بہت دور دراز فاصلہ سے اس مقصد کے لئے مدعو کئے گئے تھے اس میدان میں گورو نے ایک خیمہ کھڑا کر دیا تھا جب سکھ جوق در جوق وہاں آ چکے۔ تو گورو گوبند سنگھ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر سکھوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ مجھے اکال پرکھ کی آگیا ہوئی ہے۔ کہ میں ہندو دھرم کی رکھشا کے لئے پہلا بلیدان اپنے ایک سکھ کے سر کا کروں تاکہ اس کا لہو ہندو دھرم اور دیش رکھشا کے لئے آئندہ سکھوں کے لئے اور آئندہ سکھوں کا لہو چھڑکنے کے واسطے ایک زندہ نشان ہو۔ اس لئے اگر کوئی سکھ اس مجمع میں سے اپنا بلیدان بھارت دیش اور ہندو دھرم رکھشا کے لئے گورو کی نذر اور نثار کرنا چاہتا ہو تو وہ میرے سامنے آئے تاکہ اس کا سر کاٹ کر قومی زندگی کے جسم میں خون ڈالا جائے۔ یہ سنتے ہی ایک سکھ دیا سنگھ کھتری نام ساکن لاہور نے فوراً گورو کے سامنے آکر دست بستہ کہا۔ کہ وہ حاضر ہے۔ اس کا سر ایسے پوتر کام کے لئے بلا عذر موجود ہے۔ وہ گرو کے لئے اپنے شریر کا بلیدان کرنا فخر سمجھتا ہے۔ گورو نے اس کا بازو پکڑا اور خیمہ کے اندر لے گیا۔ خیمہ کے اندر تلوار کی زوردار ضرب کی آواز آئی۔ اور تھوڑی دیر میں خیمہ کے اندر سے خون باہر آنے لگا۔ باہر والوں کو یقین ہو گیا۔ کہ دیا سنگھ کا سر تن سے جدا کیا گیا ہے گورو گوبند سنگھ خون آلود تلوار لہراتے ہوئے باہر نکلا۔ اور کہا کہ ابھی ایک اور سر کی ضرورت ہے چنانچہ

دھرم سنگھ جاٹ ساکن ہستنا پور نے اپنے تئیں پیش کیا۔ گورو اس کو بھی خیمہ کے اندر لے گیا۔ اور پہلے کی طرح عمل کیا۔ اور پھر تین دفعہ اسی طرح ایک ایک اور سر کی ضرورت بیان کی۔ اور باری باری سے ہمت سنگھ قوم کمہار۔ محکم سنگھ چھیمبا (گاذر) صاحب سنگھ حجام نے اپنا سر نذر کیا۔ گورو ان کو بھی خیمہ کے اندر لے گیا۔ اور پہلے کی طرح عمل کیا۔ ایک اور روایت ہے۔ کہ ان پانچوں میں حجام کوئی نہیں تھا بلکہ ایک دکھن کا برہمن تھا۔ ایک لاہور پنجاب کا کھتری تھا۔ ایک جگن ناتھ کا کمہار (جمہور شودر) تھا۔ ایک جٹ شودر ہستنا پور کا رہنے والا تھا۔ اور ایک دھوبی شودر دوار کا گجرات کا تھا غرض جو کوئی وہ تھے مگر ایسے تھے کہ ان کی نظیر ڈھونڈنا محال ہے۔ صرف اپنے گورو کی زبان پر اپنے شریر اور زندگی قوم کے لئے نثار کرنے پر تیار ہو گئے۔ زندگی کو ہیچ سمجھا اور زندہ قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ ہندو دھرم کے اور بھارت دیش کے حقیقی اور پریمی سکھ تھے۔ حب الوطنی کا نمونہ تھے۔ مہاں آتما تھے۔ کہ اپنے شریر کو اپنے دیش بھائیوں کے لئے قربانی کرنے کی لیاقت ان میں تھی۔ انہوں نے اپنے خون سے ہندو قوم کی شکستہ ہڈیوں کو مرمت کیا جاہلی تھے۔ کہ قوم کے منفعت کے لئے موت کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اور اسی قسم کے شور بیر اور جان سے بے پرواہ آدمیوں سے دیش کے ادھار اور بھارت کی خلاصی کی گورو گوبند سنگھ کو توقع ہو سکتی تھی دراصل وہ پانچوں آدمی قتل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ پانچ بکریاں قتل کی گئی تھیں۔ جو مخفی طور پر خیمہ کے اندر رکھی گئی تھیں۔ اور جن کا منہ باندھ رکھا گیا تھا۔ اس عجیب طریقہ سے کام شروع کرنے کے لئے گورو گوبند سنگھ کے سامنے دو امر تھے۔ ایک تو یہ معلوم کرے کہ آیا سکھوں میں قومی اغراض اور دیش بھگتی کے لئے قربانی کرنے کا مادہ کہاں تک موجود ہے۔ اور اس کی مدت کے اپدیشوں اور محنتوں نے کیا ثمرہ پیدا کیا ہے۔ اور کہ آیا سکھ اس قابل ہوئے ہیں یا نہیں کہ خوشی خوشی دوسروں کے لئے جان پر کھیلیں۔ گورو کے سکھ اس امتحان میں پورے اترے۔ اس نے پانچ سکھ مانگے پانچوں نے چشم زدن میں گردن گورو کی تلوار کے نیچے جھکا دی۔ اگر تمام سکھوں کو یہ حکم ملتا۔ تو وہ گردن دینے سے ہرگز دریغ نہ کرتے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے کس محنت اور

جانفشانی اور کس دلسوزی اور محبت سے کام کیا۔ کہ ایسے جانباز سکھ پیدا کر دیئے۔ اور اپنی محنت کو بار ور دیکھ کر گورو گوبند سنگھ کو جو خوشی حاصل ہوئی ہو گی وہ بہ نسبت بیان کے قیاس میں زیادہ آسکتی ہے۔ دوسرا یہ امر سکھوں کے ذہن نشین کرانا تھا۔ کہ دھرم اور دیش کا کام اُس قسم کے آدمیوں سے سرانجام ہو گا جو اپنے لہو سے اُن کو بل اور طاقت دیں گے۔ اس کا امتحان سکھوں کے آئندہ کارناموں سے کرنا چاہیئے جو اس خالصہ دھرم کی بنیاد رکھنے کے بعد گورو گوبند سنگھ کی زندگی میں یا اس کے بعد وقوع میں آئے۔ اس کے بعد گورو گوبند سنگھ اُن پانچ سکھوں کو خیمہ سے باہر لائے۔ اور کیس گڈھ کے قلعہ میں عام دربار لگا کر ان پانچ سکھوں کو مسلح کر کے اور خود بھی مسلح ہو کر دریا کا پانی منگوایا۔ اور اس کو لوہے کے برتن میں ڈالا۔ اور اس میں میٹھا ڈال کر اس کا شربت تیار کیا اول جپ جی صاحب کا پاٹھ کیا۔ اور پھر اپنا کھنڈا یا کرپان (کٹار) اس شربت میں پانچ دفعہ پھیر کر اس کا نام امرت رکھا۔ اور اس میں سے پانچ دفعہ کچھ امرت اپنی کٹار کے منہ پر اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈالا۔ اور پھر پانچ دفعہ وہ امرت اُن پانچ سکھوں پر چھڑکا۔ اور پھر پانچ پانچ چلو ان سکھوں کو پلائے اور پھر چلو پر خود بھی اور پانچ سکھ بھی (واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح) بہ آواز بلند کہتے رہے اس رسم کا نام پاہل رکھا۔ اس پنتھ کا نام خالصہ اور دھرم کا نام خالصہ دھرم رکھا۔ اور اُن پانچ سکھوں کو سنگھ کا خطاب نام کے بعد ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور اسی وقت امور ذیل خالصہ دھرم کے بنیادی اصول قرار دیئے:۔

خالصہ دھرم کے بُنیادی اصُول

اوّل آئندہ جو خالصہ دھرم میں داخل ہو گا۔ وہ اسی رستے سے داخل ہو گا یعنی اس کو پانچ سکھ مل کر بموجب طریق متذکرہ صدر پاہل دیں گے۔

دوم جو اس طرح پاہل لے گا۔ اُن کے نام کے ساتھ سنگھ کا لفظ لگانا لازمی ہو گا۔

سوم جہاں پانچ سکھ جمع ہوں گے وہاں خالصہ دھرم پورن ہو گا۔ اور پاہل کے لئے

پانچ سنگھ ہی گورو سمجھے جائیں گے۔ وہ پانچ سنگھ کون ہوں؟ اُن میں کوئی خاص تمیز نہ ہوگی چنانچہ اس کے مطابق اسی وقت خود گورو گوبند سنگھ نے اُن پانچ سکھوں سے پاہل لی۔ اور اپنا نام رائے گوبند سے (جس نام سے وہ پہلے پکارا جاتا تھا) گوبند سنگھ رکھا۔

چہارم۔ جو خالصہ دھرم میں داخل ہوگا وہ سنگھ کہلائے گا۔ اور اس کو پراچین زمانہ کے ہندوؤں کی طرح سر پہ کیش رکھنے چاہئیں۔ کسی قسم کا آہنی ہتھیار کارد کلہاڑی وغیرہ ضرور پاس رکھنے چاہئیے۔ کچھ پہنا کریں۔ کنگھا اور کڑا آہنی ضرور اس کے پاس ہونا چاہئیے۔ لیکن بعض روایتوں میں پچھلی دو چیزوں کی نسبت اختلاف ہے۔ کہ آیا ان کی نسبت گورو گوبند سنگھ نے حکم دیا یا نہیں۔ یہ مشتبہ ہے لیکن یہ پایا جاتا ہے کہ بہت عرصہ سے غالباً ابتدائی زمانہ سے سکھ یہ دونو چیزیں بھی مقررہ نشان کے طور پر رکھنے لگ گئے تھے۔ اور یہ دونوں چیزیں پانچ ککوں میں شامل ہونے سے پانچ ککے پورے ہوتے ہیں۔

پنجم۔ سب سکھوں کی ایک ذات ہوگی۔ چھوٹے اور بڑے سب برابر اور بھائی ہوں گے پہلی ذات پات اور ورن کو مٹا دینا چاہئیے۔ سنگھوں کی پچھلی ذات خالصہ دھرم میں داخل ہوتے ہی مٹ جاوے گی۔ چاروں ورن خالصہ دھرم میں ایک برتن سے کھایا کریں۔

ششم۔ تمام سنگھوں کو کرت ناش۔ کل ناش۔ دھرم ناش اور کرم ناش ہونا چاہئیے۔

ہفتم۔ سنگھوں کو لازم ہوگا۔ کہ اپنی تمام طاقتوں کو صرف لبدھ پر خرچ کیا کریں۔ مسلح رہنا ہتھیار اُٹھانا ہمیشہ یدھ رہنا سنگھوں کا دھرم ہونا چاہئیے۔

ہشتم۔ جو سنگھ یدھ میں مرے گا جو دھرم یدھ میں شامل ہوگا۔ جو اپنے دشمن کو ناش کرے گا۔ جو مغلوب ہو کر کبھی مایوس نہ ہوگا۔ اس سنگھ کو مہاں (اعلیٰ پددی) ملے گی۔

نہم۔ سنگھ زنار یعنی یگیوپویت کو تیاگ کریں اور توڑ ڈالیں۔

دہم۔ مُکتی صرف خالصہ دھرم میں ہی مل سکتی ہے۔

یازدہم۔ سنگھ ہندوؤں کی رسموں کو چھوڑ دیویں لیکن اُن کے مندروں اور عقیدوں اور

تیرتھوں کو متبرک خیال کریں۔ اُن کے دھرم اور دیش کی رکھشا کرنا سنگھوں کا پہلا اور بڑا دھرم ہوگا دوازدہم۔ ترکوں کا ناش کرنا سنگھوں کا فرض ہوگا۔

۱۳۔ ایشور کو سچائی اور صداقت کے ساتھ کرموں میں عبادت کریں۔ اور صرف ایک اکال نراکار ایشور کی عبادت کیا کریں۔ اس کی کسی مخلوق کی پرستش مطلق نہ کریں۔

۱۴۔ کسی مخلوق کے سامنے سر نہ جھکائیں۔ سوائے گرنتھ صاحب کے قبر اور مڑھی نہ پوجیں۔

۱۵۔ ہمیشہ گورو نانک دیو کو اپنا گورو تسلیم کریں۔ اُن کے تمام جانشینوں کی عزت کریں اور اُن اقوال پر عمل کریں۔

۱۶۔ امرت سر کے تالاب میں کبھی کبھی اشنان کیا کریں جو سنگھوں کا تیرتھ ہوگا۔

۱۷۔ ہمیشہ واہگورو کا خالصہ واہ گورو جی کی فتح سنگھوں کا پرنام ہوگا۔ اور سب قسم کے پرنام کو ترک کر دینا چاہیئے۔

۱۸۔ تماکو کا استعمال مطلق نہ کریں۔

۱۹۔ خالصہ میں ایشور کی شکتی مانیں۔

خالصہ دھرم کے بنیادی اصُولوں کی تشریح

امور مندرجہ بالا میں سے کچھ تشریح کئے بغیر ہمارا قلم آگے نہیں جا سکتا۔ خالصہ دھرم کے لئے ان قیدوں کا قائم کرنا خالی از معنی نہ تھا۔ اور ان تمام مراسم کے مقرر کرنے سے گورو گوبند سنگھ کے افعال خالی از حکمت نہ تھے۔ اس امر سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کی بنیاد رکھنے اور ان کے لئے نئے طرز اور طریق سے مراسم مقرر کرنے سے اس نے ہندوؤں کی کایا پلٹ دی۔ منجملہ ان تمام مراسم کے چند کا کچھ ذکر از بس ضروری ہے۔

پہلا اصول پاہل دینے اور لینے کا تھا۔ یہ رسم نئی نہ تھی۔ بلکہ خود ہندوؤں میں بھی مختلف صورتوں میں عرصہ سے مروج تھی۔ اکثر وشنو اور دیگر فرقے پاہل چرنامرت یعنی چرن امرت پاؤں

دھونے سے جو پانی حاصل کیا جاوے) سے لیتے تھے۔ جو گورو کے پاؤں دھونے سے تیار
کیا جاتا تھا۔ اور یہ پانی سیوک گرو کے دھرم میں داخل ہوتے وقت پیتے تھے۔ کئی ہندو گورو
پانی میں تھوک ڈالتے اور سیوک کو پلاتے تھے۔ کئی اپنا جھوٹا پانی پلایا کرتے تھے کئی سیوک کے
منہ میں تھوک دیتے تھے۔ کئی زبان کا اگال نکال کر پانی میں ڈال کر پاہل دیتے تھے۔ گورو نانک
دیو نے اس میں صرف اس قدر اصلاح کی کہ بجائے سارے پاؤں دھونے کے صرف پاؤں کا انگو
پانی کے ساتھ چھوا کر اور اس کا چرن امرت بنا کر پلاتے اور سکھ بناتے تھے۔ گورو گوبند سنگھ نے
اس قسم کے چرن امرت کو نہائت معیوب خیال کیا۔ ایک تو خود اس کی شکل ہی مکروہ تھی کہ پاؤں
کا میلا پانی انسان کو پلایا جاوے۔ مانا کہ اس سے بمقابلہ گورو کے سیوک کا نیچ بھاؤ بنانا مقصود
تھا۔ لیکن دراصل اس سے انسان کی جو دنیا پر خدا کا خلیفہ ہے۔ سخت بے عزتی اور بے قدری ہوتی
تھی۔ کہ پاؤں کا دھلا ہوا غلیظ پانی اس کو پلا کر سیوک یعنی مرید بنایا جاوے۔ گورو گوبند سنگھ سے پہلے
جو طریق پاہل گورو نانک دیو نے ترمیم کیا تھا۔ اس میں بھی وہی قباحت موجود تھی۔ اس لئے اس
پاہل کے طریق کو بدلنا ضروری تھا۔ اور ہر مذہب میں داخل ہونے کے لئے کسی نہ کسی قسم کی کوئی
رسم مقرر چلی آتی ہے۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے ان کو ایسے قابل طریق سے بدلا جو اس کے
اُپدیش کے بالکل مطابق حال تھا۔ اس نے پاؤں کی بجائے پانی میں کھنڈا یا کرپان (کٹار) تجویز
کیا۔ تاکہ سنگھوں کا خالصہ دھرم میں داخل ہونے کے لئے پہلا نشان ہتھیار ہو اور یہ بے معنی نہ
تھا کیونکہ خیالات کا بہت کچھ اثر انسان کی زندگی پر ہوتا ہے۔ جس کی مفصل تشریح دوسرے
ضمن لفظ سنگھ کی تشریح کرتے ہوئے کریں گے۔ اس لئے ہتھیار کو خالصہ دھرم میں داخل کرنے
کے لئے پہلی رسم میں داخل کرنا کچھ معنی رکھتا تھا۔ یعنی کہ سنگھ چونکہ ہتھیار کے ذریعے سے خالصہ دھرم
اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے ہتھیار اٹھانا ہی ان کا دھرم ہوگا۔ پاؤں کی بجائے کوئی اور اعضا یا
کوئی اور طریق ایسے امرت بنانے کا تجویز ہو سکتا تھا۔ لیکن ہتھیار کا بنایا ہوا امرت کچھ اور خاص مطلب
رکھتا تھا۔ اور گورو گوبند سنگھ نے جن مقاصد کے لئے خالصہ دھرم کی بنیاد رکھی تھی ان کے لئے

یہ طریق امرت بنانے کا بالکل موزوں اور حسب حال تھا۔ اور یہ طریق بھی جدید نہ تھا ہندوؤں میں تلوار سے بنایا ہوا امرت پلانا مُدت سے مروج تھا۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ ایسا امرت تلوار سے بنایا ہوا بچہ کو پیدا ہوتے وقت پلایا جاتا تھا بعض راجپوت خاندانوں میں یہ رسم اب تک زندہ ہے۔ چنانچہ جو بلوچ قومیں اس وقت زمانہ حال میں بلوچستان میں آباد ہیں ان کے ہاں یہ رسم اب تک موجود ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو تلوار کو دھو کر اس پانی کے ایک دو قطرے نو پیدا شدہ بچے کے منہ میں ٹپکاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اس رسم کو ادا کرتے ہیں۔ جس کا مطلب صریح یہ ہے کہ بچے بہادر اٹھیں اور اس روایت اور طریق سے وہ ضرور متاثر ہوتے ہیں۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ رسم راجپوتوں کی جو اُن میں ہے کسی زمانہ میں یہ بلوچ قومیں راجپوت تھیں۔ جو کسی وقت تمام حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ لیکن اس رسم کو قائم رکھا۔ اِس لئے یہ رسم ہندو کھتریوں کی پُرانی رسم تھی۔ اور گورو گوبند سنگھ نے اس کو از سرِ نَو زندہ کیا۔ فرق صرف اس قدر تھا۔ کہ ہندو کھتری بچہ کے پیدا ہوتے ہی یہ رسم پوری کرتے تھے۔ گورو گوبند سنگھ نے اس وقت کے لئے تجویز کی جب کوئی شخص خالصہ دھرم میں داخل ہو پھر ایک قیمتی تبدیلی یہ کی کہ پاہل دینے کا اختیار پانچ سکھوں کو دیا۔ خواہ وہ کوئی ہوں۔ اس سے بڑا فائدہ یہ مدنظر تھا۔ کہ اوّل تو کسی خاص شخص کے ہاتھ میں گوریائی نہ آئے گی۔ اور گورو بن جانے سے جو جو قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہے گا۔ اور دوسرے گورو کی تلاش اور بزرگ داشت میں جو وقت ضائع ہوتا اس سے بھی خالصہ آزاد رہے گا۔ تیسرا ہر جگہ گورو کا سلسلہ قائم ہونا قباحت سے خالی نہ تھا۔ اور خاص اشخاص مقرر کرنے سے جو پاہل دے سکیں خالصہ دھرم کی وسعت کو محدود کرنا تھا۔ اور فرقہ در فرقہ ہونے کا بھی امکان تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے جو مرتے وقت گوریائی اپنے بعد کسی کو نہیں دی اس مرحلہ کو ان سے پہلے ہی سوچا ہوا تھا۔ کہ خالصہ دھرم میں داخل کرنے کے اہم اور سب سے پہلی رسم کا اختیار ایک شخص واحد یا اشخاص واحدہ کے جدا جدا اختیار میں نہیں رکھا۔ بلکہ پانچ سکھوں کے اختیار میں رکھا۔ خواہ وہ کوئی ہوں۔ کہیں ہوں۔ اس سے خالصہ دھرم کو شخصی قیود سے آزاد کر دیا۔ اور اس کی ترقی کا میدان اتنا

وسیع کر دیا جس قدر ممکن تھا۔ رسم بہت سیدھی سادی تھی لیکن بڑے مطلب کو لئے ہوئے۔
افسوس ہے کہ فی زمانہ گرو کے اُدیش کے برخلاف چند سنگھ اپنے تئیں گورو مان کر اپنی پاہل دیتے پھرتے ہیں۔ اور جس گوریائی کو گورو گوبند سنگھ مٹانا چاہتا تھا اس کے ذریعہ سے روٹیاں کھاتے پھرتے ہیں۔ پانچ سکھوں میں اختیار پاہل دینے کا مطلب ہی یہ تھا۔ کہ خالصہ دھرم کسی ایک ہاتھ میں یا کسی حد میں محدود نہ ہو جائے اور وہ ایسا آزاد ہے جس قدر کہ انسان کے لئے فطرت کا میدان وسیع ہے
بعد پاہل۔ سنگھ کا لفظ ہر ایک کو استعمال کرنا لازمی ہو گا۔ یہ بھی بے مطلب نہ تھا۔ شائد اس سے بہت لوگ کم واقف ہوں گے کہ الفاظ کا بھی انسانی زندگی اور کاروبار میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ انسانی خصائل پر لفظوں کا پوشیدہ اثر اس قدر مضبوط اور مستحکم اور وسیع ہوتا ہے کہ اس کو خیال کرنے سے بہت ہی حیرت پیدا ہوتی ہے۔ لفظوں کی ساخت ہی انسانی ضروریات کی بنیاد پر مبنی ہے اور اس کے اثر بے پایاں ہیں۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ الفاظ (شبدوں) کا اثر انسان پر ہونے سے رہ نہیں سکتا۔ بہت خصائل اور عادتیں الفاظ سے مؤثر ہوتے رہتے ہیں الفاظ کے اثروں کا انسانی زندگی پر بڑا ہی دخل ہے۔ الفاظ کے ساخت جیسے رکھے گئے تھے وہی اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے برخلاف اگر ان الفاظ کو استعمال کیا جاوے تو بالکل بے اثر رہتے ہیں مثلاً آسا راگ صبح کے لئے موزون ہے اور گوڑی یا کلیان راگ شام کے لئے۔ اگر آسا راگ کو شام کے وقت گایا جاوے تو بجائے اس کے کہ طبیعت پر کچھ خوشی طاری ہو کدورت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح اس کی قدر۔ جو الفاظ غم اور گریہ، افسوس اور شیون کے لئے مقرر ہیں اگر ان کو غم کے موقعہ پر استعمال کریں تو بالکل بے معنی ہی نہ ہوں گے بلکہ اس کا کچھ اثر بھی نہ ہو گا۔ اسی طرح اس کے مخالف بُلبل کے لئے چہچہانے کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ہاتھی کے لئے چنگھاڑنا اور شیر کے لئے دہاڑنا اگر کبھی ہم اپنے مطلب کے لئے کہیں کہ بُلبل چنگھاڑتا ہے۔ تو نہ فقط یہ بیہودہ ہو گا۔ بلکہ طبیعت پر وہ کیفیت ہی طاری نہ ہو گی۔ جو اس فقرہ سے ہوتی ہے کہ بلبل چہچہاتا ہے۔ پھولوں کی مہک کو اگر یوں کہیں کہ گلاب کا پھول گرجتا ہے اور بجلی کو کہیں کہ بجلی مہکتی ہے تو یہ صرف بیہودگی ہی نہ ہو گی بلکہ اس کا اثر بھی

کچھ نہ ہوگا۔ اس لئے الفاظ کے اثروں کو ہماری طبیعتوں اور کاموں پر بہت ہی نزدیک کا تعلق ہے بلکہ وہ ہمارے صدور افعال کا مرکز ہیں۔ اگر ہم کسی انگریز کو کہیں کہ انگریزی قوم جھوٹی ہے تو ہر ایک شخص جو انگریز ہے اس کلمہ سے بھڑک اٹھتا ہے کیونکہ اس قوم میں اس لفظ کے اثر پذیری کی طاقت زندہ ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں ایک سچی قوم فرض کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لفظ مومن کا اثر مسلمان پر پڑتا ہے اور لفظ شانتی کا اثر ہندوؤں پر پڑتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اور محتاج بیان نہیں۔ علاوہ اس کے انسان کی زندگی پر خیالات کا بھی بڑا اثر ہے۔ اگر کسی حلوائی کی دوکان پر آنکھ کے ذریعہ سے دیکھ کر کسی لذیذ چیز کی لذت کا خیال کرنے سے منہ میں فوراً پانی بھر آتا ہے۔ کسی مکان کے اندر سے رونے کی آواز سن کر فوراً دل پر رقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب خیال کی کارسازی ہے۔ اگر کوئی بزدلی کے خیال رکھتا ہوا بہادر بننا چاہے ناممکن ہے۔ اسی طرح بہادری کا خیال رکھتے ہوئے بزدل بھی بن نہیں سکتے۔ اسی وجہ سے گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کے اختیار کرنے والے کو سنگھ کا خطاب دیا کیونکہ ساری دنیا میں سنگھ کو بزدل کوئی نہیں کہہ سکتا۔ مطلب یہ تھا کہ سنگھ کا لفظ جب وہ استعمال کریں گے۔ تو ناممکن ہے کہ وہ پھر بزدل بنے رہیں۔ اس کے لفظ سے جو بزدلی اور شانتی اور غلامی کے اثر دلوں پر پڑتے ہیں۔ وہ چشم مشاہدہ اور آنکھ بصارت سے بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ واقعی ایک کائر اور ناکارہ آدمی سے صرف سنگھ کے لفظ کے نام کے ساتھ ایزاد کرنے سے گورو گوبند سنگھ نے سنگھ میدان رزم پیدا کر دیئے۔ اور اس اثر کو جو گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم میں پیدا کیا۔ ہم ہر زمانہ میں نمایاں دیکھتے ہیں۔ اور اس کا اثر بے اثر نہیں رہا۔ سنگھ کے لفظی معنی سنسکرت زبان میں شیر کے ہیں۔ اور اصطلاحی معنی ببر یعنے بہادر کے ہیں۔

کیش رکھنا۔ پرانے زمانہ کے لوگ عموماً کیش رکھتے تھے ہندوستان میں کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے مفتوحہ علاقہ میں ہندوؤں کو کیش رکھنے سے منع کیا تھا۔ اور صرف چوٹی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ جو مفتوحہ رعیت ہونے کی نشانی تھی۔ ممکن ہے کہ کسی راجپوت راجہ نے ایسا کیا ہو لیکن قرین قیاس نہیں ہے۔ اغلب یہ ہے کہ بدھ راجوں نے ہندوؤں کی تمام رسوم سے نفرت رکھتے

تھے اور ہندوؤں کو نہایت ذلیل حالت میں رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کو چوٹی رکھنے پر مجبور کیا ہو۔
ٹاڈ صاحب نے ایک موقع پر ذکر کیا ہے کہ چوٹی رکھنا راجوں نے اپنے کسی مفتوحہ علاقہ میں ہندو
زیست کے لئے لازمی کیا تھا۔ یہ راجہ ہندو ہو کر برہمنی دھرم کے اقتدار میں ایسا حکم تو شاید نہ دے
سکتا۔ زیادہ غالب تو یہ ہے کہ ہندو دھرم کے مخالف راجوں نے ایسا حکم نافذ کیا ہو گا۔ اور وہ یہی
بدھ ہی ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ چوٹی کے ایجاد مذہب سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ اُس کی بنیاد صرف
اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی زبردست راجہ نے اپنے مفتوحہ علاقہ میں رکھنے کی تجویز کی تھی
یا یہ ہو سکتا ہے کہ بدھ مذہب چونکہ چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ برہمنوں اور برہمنی اقتدار میں بچے ہوئے
راجوں نے اپنے پیروں کو تمیز رکھنے کے لئے یہ چوٹی رکھنے کا طریق نکالا ہو۔ اور یہ زیادہ قرین
قیاس ہے۔ کچھ ہو اس میں کچھ شک نہیں کہ چوٹی ایک غلامی کی نشانی تھی۔ خواہ وہ نشان جسمانی
غلامی کا غیر ہندو فاتحان نے تجویز کیا۔ یا روحانی اور دماغی غلامی کا نشان برہمنوں نے مقرر کیا۔ ویدک
تعلیم میں اس چوٹی کا مذہبی رسوم میں کوئی تعلق آج تک ثابت نہیں کیا گیا۔ درحالیکہ یہ دونو صورتوں
میں غلامی کا نشان تھا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے اس غلامی کے نشان کو مٹانا چاہا۔ اگر سوائے
کیشوں کے اور کوئی صورت سر کے بالوں کی تجویز کرتا تو سکھوں میں چوٹی کا پھر قائم ہو جانا اغلب
معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے کل سر پر کیش رکھنے کا حکم دے دیا۔ اور ماسوا اس کے یہ ہندوؤں کا پرانا
طریق بھی تھا۔ لیکن دغعدار اور آرام پسند سنگھ اس کو ناگوار سمجھتے ہیں خصوصاً موسم گرما میں
بیشک گرم ملک میں رہنے والوں کے لئے یہ طریق زیادہ موزون نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے
کہ جب طبیعت کسی چیز کی عادی ہو جاتی ہے تو اس کو ایسی حالت میں ناگوار نہیں معلوم ہوتی
کہا جاتا ہے کہ دماغی طاقتوں کو لمبے کیش نشوونما اچھی طرح سے نہیں ہونے دیتے۔ لیکن ہم دیکھتے
ہیں۔ کہ پرانے زمانہ میں کیشوں کا رکھنا دماغی طاقت کے نشوونما میں کسی طرح ہارج نہیں ہوا
بہر حال یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یہ بوجھ سکھوں کے سر پر رکھ کر گورو گوبند سنگھ نے اُن کو یہ
سبق دیا تھا۔ کہ قومی رکھشا اور دیش بھگتی کا بوجھ اُن کے سر پر کی اگیلک ہے جو ان کو طیب خاطر

برداشت کرنا چاہیئے۔ سر منڈا کر رکھنے کی اجازت دینے میں کسی قدر مسلمانوں کی نقل ہوتی جو اس کو پسند نہ تھی۔ اور اس سے خوبصورتی بھی کسی قدر زائل ہو جاتی ہے۔ اس کو نظر انداز کیا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ بعد میں گورو گوبند سنگھ نے مونے سنگھ بننے کی بھی اجازت دی تھی لیکن یہ یقین نہیں ہوا کہ وہ صرف سکھ بن سکتے تھے یا سنگھ اس کو کسی اور موقعہ پر بعض بحث میں لائیں گے۔

دوسرا ککا کنگھا تھا۔ اگر اس کا رکھنا واقعی گورو گوبند سنگھ نے خود لازمی قرار دیا۔ تو اس کی وجہ صریح ہے کہ بالوں کو صاف رکھنے کا مصالحہ ہر وقت پاس موجود ہونا چاہیئے۔ تاکہ غفلت میں بالوں کے پراگندہ ہونے کے باعث سے کیش رکھنے سے نفرت پیدا نہ ہو۔ اور نہ کنگھا کی تلاش میں وقت ضائع ہوا کرے۔ چنانچہ سنگھوں کو حکم ہے کہ دو وقت دن میں صبح و شام کیشوں کو کنگھا دیا کریں۔ یہ بالوں کو صاف اور درست رکھنے کے لئے تاکیدی حکم ہے۔ تاکہ خراب ہو کر ان کی نسبت نفرت پیدا نہ ہو۔ اور سر بھی صاف رہے۔

تیسرا ککا کچھ ہے۔ یہ چست پاجامہ ہے۔ جو گھٹنوں تک ہوتا ہے۔ اس کا استعمال چستی کے لحاظ سے لازمی قرار دیا گیا تھا لیکن زمانہ کی دیگر ضروریات کو دیکھ کر سنگھوں کے لئے نچلے حصہ جسم کے واسطے کسی اور موزون کپڑے کی بھی اجازت دینی مناسب تھی۔ صرف کچھ محدود کرنا کافی نہ تھا۔ کیونکہ وہ حالت میں نہ تو موزون ہے اور نہ ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔ گورو گوبند سنگھ کے اپنے زمانہ میں مفید اور موزون ثابت ہوا ہو۔ اس وقت میں اس نے سنگھوں کو خاص مشن کے لئے ہر وقت چست اور تیار رکھنے کا کام دیا ہو۔

چوتھا ککا۔ کرپان یا (کٹار) کھنڈا ہر وقت سکھ اپنے پاس رکھیں۔ مراد صریح ہے کہ وہ جنگجو فرقہ بنایا گیا ہے۔ اسلحہ کے استعمال سے کبھی غافل نہ ہوں لیکن اب تو زمانہ امن کا ہے۔ اس وقت ایک سپاہی وضع کھتری کے لئے ان کا لازمی قرار دینا ہر آئینہ مناسب تھا

پانچواں ککا۔ کڑا آہنی ہاتھ میں پہننے کا حکم تھا۔ اس کے لئے بھی وجہ ظاہر اصرف یہ معلوم

ہوتے ہیں۔ کہ کڑا پہننے والے کو ہر وقت وہ سامنے یہ یاد دلاتا رہے کہ جو برت اس نے قوم اور دیش رکھشا کا سنگھ بن کر اور خالصہ دھرم میں داخل ہو کر اختیار کیا ہے۔ اس کو کبھی بھول نہیں جانا چاہیئے۔ اور ہر دم یاد رکھنا چاہیئے۔

جو خالصہ دھرم اختیار کرے اس کی کوئی ذات نہ ہوگی۔ یعنی خالصہ دھرم اختیار کرنے والوں کی صرف ایک ہی ذات خالصہ ہوگی۔ اس بارے میں گورو گوبند سنگھ کا مطلب صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ذاتوں کی تمیز اور بھید بھاؤ اور ورن آشرم کی قید برہمنی دھرم کے زمانہ میں مروج تھی ان سب کو مٹایا جاوے اور یہی بڑا کام تھا۔ جو گورو گوبند سنگھ نے کیا۔ چاروں برنوں کو ایک کر دیا۔ اور چھوٹے بڑوں کی ایک ذات بنا دی۔ برہمن۔ کھتری اور شودروں کو ایک سطح پر کر دیا۔ بڑوں کی بڑائی کا فخر توڑ دیا۔ ذات اور نسب کے ابھمان کو بالکل مٹا دیا۔ شودروں کو وہ حق دیا جو قدرت نے اُن کے لئے انسان ہونے کا قایم کیا تھا۔ اور جس سے وہ ہزاروں سال سے محروم چلے آتے تھے اور جس سے بلند ہونے کے خیال پیشتر کسی کو پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر پیدا ہوا تھا تو اس کو پورا کرنے کا کسی کو پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر پیدا ہوا تھا تو اس کو پورا کرنے کا کسی کو حوصلہ نہ پڑا تھا۔ بیاس وغیرہ معدودے چند شودر سے برہمن ہوئے ہوں گے مگر وہ اس قدر بعید زمانہ کا ذکر ہے اور ان کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ شودروں کو اس کی بنا پر بلند ہونے کی کبھی توقع نہیں ہوئی ہندوؤں کے قدیم دھرم شاستر اور ویدوں کی تعلیم میں ذات گن کرم پر رکھی گئی تھی۔ مگر اس تمیز کے خیال کو برہمنوں اور کھتریوں نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں ایسا پختہ کیا۔ کہ ذاتوں کی تمیز قائم ہو گئی۔ اس لئے برہمن اور کھتری اپنے تئیں اونچا سمجھ کر شودروں کو بڑھنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ شودر مدتوں سے اس ذلیل غلامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ کوئی ان کی سنتا نہ تھا۔ کوئی ان کا دردخواہ نہ تھا۔ کوئی ان کا دستگیر نہیں بنتا تھا۔ باوجودیکہ اس ذات کی سختی نے بہت نیچ ذاتوں کو بدھ نے دعوت دی۔ اسلام نے قبول کیا۔ لیکن یہ دیوانے پھر بھی نہ سمجھتے تھے۔ اگر گورو گوبند سنگھ اس مشکل کو اپنے ذمہ نہ لیتا۔ یہی شودر مسلمان بن کر شیخ بزرگ بن گئے ہوتے۔ اور برہمنوں سے

کئی درجہ معزز اور ممتاز ہوگئے ہوتے کھتری تو ان کے گرد میں بھی نہ رہے۔ بلکہ اُن کی گرد جھاڑنے کی خدمت پر بھی کسی نے ان کو مقرر نہ کیا۔ اور اپنے فخر نسب میں پڑے اور ڈوبے لیٹے رہے اور اس سے ذرا ابھرنے کی کوشش نہ کی۔ اور ان تمام فوائد سے محروم رہے جو اُخوت سے مترتب ہوتے ہیں بڑی ذات کے ابھمان کرنے والے چھوٹی ذاتوں کو حقیر سمجھتے سمجھتے خود حقیر کیا۔ فقیر لنگوٹے میں بھاگ کے کھلاڑی، عاجز، رسوا اور ذلیل بن گئے تھے۔ جن کو اب تک یہ فخر کرنے کا دعوے ہے کہ اس طریق سے انہوں نے اپنا آریہ خالص خون اب تک قائم رکھا ہے۔ وہ ذرا اپنے گریبان میں منہ جھانک کر دیکھیں۔ کہ وہی برہمن جو خالص آریہ خون رکھتے ہیں۔ اب روٹی پکانے اور جوتیاں جھاڑنے پر دو دو روپیہ کو شودروں کے ملازم اور خدمتگار ہیں۔ اسی خالص آریہ خون کے کھتری اور برہمن ہی تھے۔ جو مسلمان بادشاہوں کو خوشی اور فخر سے اپنی بیٹیاں دیتے تھے۔ وہی خالص آریہ خون کے دوج تھے جن کی عورتیں غزنی کے بازاروں میں دو دو دیناروں کو فروخت ہوئی تھیں۔ آریہ خون کس کام کا تھا جس میں غیرت نہ تھی۔ جس میں ہمت نہ تھی۔ جس میں بل نہ تھا جس میں خودداری نہ تھی۔ جس میں محبت قومی نہ تھی۔ قدرت نے انسان کی ذات ایک انسان بنائی ہے۔ اسی بنیاد پر گورو گوبند سنگھ نے چاروں برنوں اور مختلف ذاتوں کو ملانے اور ایک خالصہ ذات قائم کرنے کی بنیاد رکھی۔ گویا خالصہ دھرم ایک بحر ذخار تھا جس میں تمام دیگر ذاتوں کی ندیاں داخل ہو کر اپنے وجود کو کھو دیتی تھیں۔ اسی بنیاد پر گورو گوبند سنگھ نے سنگھوں کے لئے یہ اصول قرار دیا۔ کہ وہ کرت ناش ہوں یعنی کسی پیشہ سے کسی اہل خالصہ کی کوئی ذات قائم نہ ہوگی۔ اور پیشہ کے باعث سے کوئی چھوٹا بڑا نہ ہوگا۔ سب پیشے مساوی عزت کے مستحق ہوں گے۔ گویا گورو گوبند سنگھ نے ساتھ ہی اس کے یہ تعلیم دی۔ کہ کسی پیشہ کو حقیر سمجھ کر اس کو اختیار کرنے سے انسان کو رو کنا نہیں چاہیئے۔ اور کسی پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اور پھر کہا کہ اہل خالصہ کو دھرم ناش ہونا چاہیئے۔ یعنی خالصہ دھرم اختیار کرنے سے پہلے جو دھرم جس کا ہو وہ ناش سمجھنا کیونکہ اس وقت ویسے ہزاروں دھرم برہمنوں نے پھیلا رکھے تھے۔ اُن میں سے نکال کر

خالصہ دھرم میں داخل کئے جاتے تھے۔ اس لئے تاوقتیکہ وہ دھرم ناش نہ ہوتے خالصہ دھرم کی عملی ترقی کس طرح ہو سکتی تھی۔ اور خالصہ وہ کس طرح بن سکتے تھے، مہابھارت کے بعد یا پہلے جس قدر انسانی دھرم نکلے ہیں۔ ہندو نہیں وہ سب کے سب ویدک تعلیم سے کچھ نہ کچھ فاصلہ پر رہے ہیں۔ اگر کوئی دھرم ویدک دھرم کے زیادہ قریب ہے۔ بلکہ بہت ہی قریب ہے۔ اور ویدک دھرم کے ساتھ زیادہ ملتا جلتا ہے تو وہ خالصہ دھرم ہے۔ ویدک دھرم کا مرادف لفظ جو زمانہ قدیم سے مروج چلا آیا ہے آریہ دھرم کے آریہ لفظ کے بالکل وہی معنی ہیں جو لفظ خالص کے ہیں۔ خالص عربی زبان کا لفظ ہے جو فارسی زبان میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اور آریہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ لفظ آریہ کا عربی یا فارسی یا اردو میں ترجمہ کریں تو اس کے لئے لفظ خالص سے بہتر لفظ کوئی نہیں ملے گا جو مطلب لفظ آریہ سے مفہوم ہوتے ہیں وہی لفظ خالصہ سے بھی مفہوم ہوتے ہیں یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ اس لئے بجائے آریہ دھرم کے گورو گوبند سنگھ نے اس کا نام خالصہ دھرم رکھا۔ اور اس لئے گورو گوبند سنگھ چونکہ ویدوں کو پنڈتوں سے اچھی طرح سنتا رہا۔ اور اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اس کی خالصہ دھرم کی بنیاد آریہ دھرم ہے جس کے ماخذ وید ہیں۔ اس لئے خالصہ دھرم ویدک دھرم کے بہت نزدیک ہے۔ وید شودروں کو بڑی قوم بننے کی اجازت دیتے ہیں بہ لحاظ کرموں کے اور یہی بڑا اہم مسئلہ ویدک دھرم تعلیم کا ہے۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے شودروں کو کھتری بنانے کا اودیش جو دیا وہ کسی طرح نیا نہیں تھا۔ البتہ ان لوگوں کے لئے نیا تھا جو ذاتی قیود کو قائم رکھ کر اپنے فخر نسب میں مبتلا تھے پس گورو گوبند سنگھ کا اپدیش یہ تھا کہ تمام انسانی دھرم ناش کر کے خالصہ دھرم کے سنگھ کو اپنا خالصہ دھرم پالن کرنا چاہیئے۔ گورو گوبند سنگھ ویدک دھرم کے برخلاف دھرم قائم کرنے نہیں آیا تھا۔ بلکہ ویدک دھرم کی حفاظت کرنے جس دیش میں پراتن رشیوں نے ویدوں کو بڑی محنتوں اور تکلیفوں سے اپنے سینوں میں چھپا چھپا کر رکھا تھا۔ اس دیش اور وید کی رکھشا کے لئے وہ بھی آیا تھا۔ اس لئے خالصہ دھرم کی معراج صرف کھتری تھی یعنی جو اس میں داخل ہو وہ کھتری کا کام کرے اور بس۔ ایسے کھتریوں کے سوا باقی ہندو

جو چاہیں رہیں۔ اُن سے گورو گوبند سنگھ کو پرخاش نہیں تھا۔ بلکہ ہندوؤں کے تمام عقیدوں اور تمام ہندوؤں کے لئے اہل خالصہ اور خالصہ دھرم پیدا کئے گئے تھے۔ خالصہ دھرم کا منشا ویدک دھرم پر کسی قسم کا تصرف کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی حفاظت کا سامان مہیا کرنا۔ پھر کیا وہ دیگر برہمنی دھرموں کی طرح ایک جدید فرقہ پیدا کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا تھا؟ نہیں اگر ایسا ہوتا تو اس کا اُدیش برہمنوں کی کتابوں، مندروں، ہندوؤں کے تبرکات اور عقائد اور خود ہندوؤں کی ہستی کی حفاظت کرنا نہ ہوتا۔ اس کا مشن ہندوؤں کے کل فرقوں کی رکھشا نہ ہوتا۔ پھر خالصہ دھرم کیا تھا؟ خالصہ دھرم ہندوؤں کے لئے ایک ایسا طریق اور سلسلہ فرائض قائم کرنے کے لئے آیا تھا۔ کہ جس سے ہندوؤں کے تمام فرقے اور ذاتیں ایک ایشور نرانکار کی عبادت کرتے ہوئے اپنے ذاتیات اور مخالفتوں کو مٹاتے ہوئے کھترا کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے، ورن آشرم کی قید اُٹھاتے ہوئے اور ایک اُخوت اور محبت قومی کا نقارہ بجاتے ہوئے حب الوطنی کا پھریرا لہراتے ہوئے اس وقت کے مسلمان غازیوں کو آریہ ورت کے باہر نکالیں۔ اور اپنے آبائی حقوق کو حاصل کریں اور گورو گوبند سنگھ کا ہندوؤں کے لئے یہی پریم سندیسہ تھا۔ اور یہی اس کا اُدیش تھا۔

گورو گوبند سنگھ نے اُور مزید یہ کہا۔ کہ اہل خالصہ کرم ناش ہونا چاہیئے۔ یعنی اپنے حسب ونسب کا فخر مٹا دینا چاہیئے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ دوج ذاتوں کو جو اپنے بزرگی نسب کا خیال ہے۔ اور صرف نسب ہی کو وہ بزرگی کا ذریعہ مانتے ہیں۔ وہ خالصہ دھرم میں داخل ہو کر اپنی بزرگی نسب کا خیال چھوڑ دیں۔ جو خالصہ دھرم اختیار کرتا ہے وہ از سر نو خالص یا خالصہ بن جاتا ہے۔ اس کو حسب ونسب کی بزرگی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس امر کو خالصہ دھرم نے صاف کر دیا کہ برہمن کا بیٹا محض اس لئے برہمن ہی کہلائے کہ اس کا باپ برہمن تھا خواہ وہ خود مور کھ، بد چلن اور بے علم کیوں نہ ہو۔ اور کھتری کا بیٹا صرف کھتری باپ کی نسل سے پیدا ہونے کے باعث کھتری کہلائے۔ گو وہ کیسا ہی بزدل، کائر، بے ہمت اور کم حوصلہ کیوں نہ ہو ہندوؤں کا تنزل کیوں ہوا؟ اس لئے کہ بزرگی کا معیار صرف نسب پر رکھا۔ اور

آخر کار حصول تعلیم ہنر تحصیل کسب و کمال میں دن بدن بجائے ترقی کرنے کے تنزل کرتے گئے
اس لئے گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کے بنیادی اصولوں میں داخل کیا کہ خالصہ کو
کل ناش ہونا چاہیئے۔ دوسرا پہلو بھی صاف اس سے ہویدا ہے۔ کہ خالصہ دھرم میں سنگھ
خالصہ وہی ہوگا جو خالصہ سنگھ کے کام کرے گا یعنی سنگھ کا بیٹا محض جنم سے سنگھ نہ
ہوگا۔ تاوقتیکہ وہ خالصہ دھرم کو اختیار نہ کرے۔ خالص دھرم میں اس قید کے لگانے سے
گورو گوبند سنگھ نے اس کو آئندہ تنزل سے بہت کچھ بچا لیا۔ اس نے یہ اُصول اچھی
طرح سے مستحکم کر دیا کہ خالصہ صرف بزرگی نسب پر نہ اترائیں۔ ایک اور پہلو اس کا یہ تھا۔ کہ سنگھ
خالصہ دھرم کے پیرو بھی اپنی ایک علیحدہ ذات نہ بنالیں۔ یا ذات کی بزرگی قائم نہ کرلیں کیونکہ
اگر خالصہ اپنی ایک علیحدہ ذات بنالیتے تو بجائے اس کے کہ ہندو مرض کا علاج ہوتا ہندو
مرض اور بڑھ جاتا۔ اور خالصہ ہندوؤں سے بالکل علیحدہ ہوجاتے ہندوؤں سے ان کی ہمدردی
کٹ جاتی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو گورو گوبند سنگھ کی تمام محنت رائگاں جاتی اور اس کا ادویش پورا نہ ہوتا کیونکہ
اس نے خالصہ دھرم کی بنیاد دو خواہشوں سے رکھی تھی۔ ایک یہ کہ ہندو برہمنی دھرم کی دماغی
غلامی سے آزاد ہوں۔ اور دوسرا باہم مل کر مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کریں اور ہندوؤں کی
ہستی کو زندہ رکھیں تاکہ ہندو دنیا میں کھوئی ہوئی عزت پھر حاصل کریں اور اپنی گذشتہ بزدلیوں اور
بے غیرتیوں کا داغ اپنے نامۂ اعمال سے مٹا دیں پس خالصہ خالص ہندو تھے۔ لوہے گل کی
طرح ہندوؤں میں شامل بھی تھے اور علیحدہ بھی۔ لیکن اس امر کی احتیاط ضروری تھی کہ وہ علیحدہ فرقہ
بن کر ہندوؤں سے کٹ نہ جاویں۔ اس لئے حکم تھا کہ خالصہ دھرم کو کل ناش ہونا چاہیئے۔ جو لوگ
اس دھن میں لگے ہوئے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ کا منشا علیحدہ مذہب بنا کر ہندوؤں سے ان کو
جدا کرنے کا تھا۔ ان کے دماغ زنگ چاٹ گئی ہے حاشا! ایسا کہنا گورو گوبند سنگھ کی روح کو
دکھانا اور اس کے احسانوں کا ناشکرا پن ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا خالصہ دھرم کو ہندوؤں کی
شاخ بنانے آیا تھا۔ اس کا جواب بھی نفی میں ملتا ہے۔ بیشک ہندو دھرم جس کی بیخ نے وسیع ہے

اور اس میں ہر قسم کے خیالات اور مختلف قسم کے طریق مذہب رکھتے ہوئے بھی ہندو ہندو رہ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ لفظ ہندو کی وسعت نے خالصہ دھرم کو بھی اپنی وسعت میں داخل کر لیا لیکن گورو گوبند سنگھ کا منشا رخالصہ دھرم کو علیحدہ شاخ بنانے کا بھی نہیں تھا کیونکہ وہ تو ہندوؤں کی شاخ کو مٹانے آیا تھا۔ ہندوؤں کے مختلف مذاہب اور طریقوں کو ایک بنانے آیا تھا۔ وہ مِلانے آیا تھا نہ کہ جُدا کرنے۔ اسلیئے خالصہ دھرم اصلاح شدہ ہندو دھرم تھا یعنی خالصہ دھرم گورو گوبند سنگھ کی وہی ہوئی صُورت میں وہ ہندو دھرم تھا جو ہندوؤں کا پراچین دھرم تھا اس لئے یہ دونوں لفظ مرادف ہیں نہ کہ مخالف۔ اگر گورو گوبند سنگھ کا منشا خالصہ دھرم کو ہندوؤں کے مخالف قائم کرنے کا ہوتا تو وہ ہندوؤں کا دشمن ہوتا نہ کہ محافظ اور رکھشک وہ آریہ نسل کا بدخواہ ہوتا نہ کہ ریفارمر (اصلاح کنندہ) کیونکہ علیحدہ فرقہ ہونے کی صُورت میں انکی ہمدردی مٹ جاتی اور ہندوؤں کے ساتھ اُن کا قطع تعلق ہو جاتا اور اس صُورت میں ہندوؤں کی رکھشا اور حفاظت کا اودیش کس طرح پورا ہو سکتا اور پھر ہندو دھرم کی کھشا کے کیا معنے ہوتے افسوس ہے کہ گورو گوبند سنگھ تو اپنی زندگی اپنے بچوں کی زندگی۔ اپنے خالصہ کی زندگی ہندو قوم کو زندہ کرنے کے لئے نچھاور کرے اور اُسکے بعد صرف بال بڑھا کر سنگھی کا دعویٰ کرنیوالے خالصہ کو ہندوؤں سے الگ کرنے پر تیار ہوں؟ گرو گوبند سنگھ خالصہ دھرم کو ہندوؤں کے تفرق القصال کے زخموں کے مرہم بنا دے اور یہ لوگ اُسکو ہندو جسم سے ہی اسکو علیحدہ کریں۔ بخدا گورو گوبند سنگھ کی رُوح کو سخت صدمہ پہنچتا ہوگا۔ جب وہ محسوس کرتا ہوگا کہ چند آدمی خالصہ دھرم رکھتے ہوئے بھی خالصہ کو ہندوؤں سے جُدا کر رہے ہیں۔ خالصہ کو ہندوؤں سے جُدا کرنا گرو گوبند سنگھ کے اودیش کو مٹانا ہے اُس کے احسانوں پر پانی پھیرنا ہے اُس کے قومی نشانوں کا مٹانا ہے۔ بیشک کہیں یہ امر پایا جاتا ہے کہ خالصہ کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ نہ تو ہندوؤں میں ملیں اور نہ اُن کے ہاں بیاہ شادی کریں۔ اُس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہندوؤں سے بالکل جُدا ہو جاویں یا علیحدہ دھرم یا پنتھ مقرر کر لیں۔ بلکہ اُس کا منشار یہ ہے۔

کہ وہ ہندوؤں میں مِل کر اُن ہندوؤں جیسے نہ ہو جاویں جو انسانی مذاہب کی تقلید کے گھیرے
میں پڑے ہوئے بے ہمتی اور بزدلی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں اور نہ ایسے ہندوؤں
میں بیاہ شادی کریں جو شرافت نسبی کا تو دعویٰ کرتے ہوں۔ لیکن بُزدل، کایر، بے غیرت ہوں
اور جن میں جوشِ حمیت مطلق نہ ہو کیونکہ ایسے بیاہ سے طاقتور اور بہادر بیر پُتروں کا پیدا
ہونا ناممکن ہے اس لئے خالصہ اپنی ہستی کو ان خصوصیات سے متمیز رکھیں کیونکہ خالصہ دھرم
کی صُورت میں ہی اُنکے وجود سے ہندوؤں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اور کسی طرح سے متوقع نہ تھا
بیشک ہم جانتے ہیں کہ نکتہ چینی کا میدان وسیع ہے اور آسان اور کئی اعتراض کئے جا سکتے
ہیں لیکن ہم ان نکتہ چینیوں کے جوابات دینے میں معذور ہیں کیونکہ سوانحعمری کی وسعت سے
باہر ہے کہ ہم اس پیچیدہ بحث میں پڑ کر اصل مدعا سے دور چلے جاویں گے اسلئے معترضین
سے معافی مانگتے ہوئے آگے چلتے ہیں لیکن اتنا کہدیتے ہیں کہ خالصہ دھرم اور کچھ نہیں مگر اصلاح
شدہ ہندو دھرم خالصہ دھرم ہندوؤں کو جمع کرنے آیا تھا نہ تقسیم کرنے۔

خالصہ کو کرم ناش ہونا چاہئے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خالصہ کوئی کام اور کرم نہ
کرے یا کسی کے کرموں کو عزت سے نہ دیکھے نہیں ہرگز نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہندوؤں
کے مختلف فرقوں نے جو رسوم اور رتبوں کے قیود کو دھرم اور روزمرہ کی افعال زندگی کے ساتھ
وابستہ کرکے اُن کی آزادی کو محدود کردیا تھا اُن کو دُور کرے۔ جب دھرم یا دیگر سوشل یا
اخلاقی حالتوں میں زیادہ قیدیں لگائی جاتی ہیں تو انسان کی ترقی رُک جاتی ہے اور محدود
ہو جاتی ہے۔ اور آخر توہمات کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے ہندوؤں میں بیشمار خاندانی یا فرقہ بندی
کی رسم رسوم مروج تھیں اور اُن کی قید میں پڑے ہوئے ہندو ترقی کے راستہ سے بھٹک گئے
تھے اس لئے خالصہ کو تاکید کی گئی کہ وہ کسی رسم کی پابندی اختیار نہ کریں۔ اگر ایسا نہ کیا
جاتا اور ہندوؤں کی بیشمار رسوم کی قید سے خالصہ دھرم کو آزاد نہ کیا جاتا تو گورو گوبند سنگھ
کا اودیش غیر مکمل رہ جاتا۔ ہندوؤں میں رسم رسوم بہت درجہ تک مذہبی شکل اختیار کئے ہوئے تھے

اور اُن میں ذرا سی مداخلت سے سنور اُٹھنے کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ اگر گرو گوبند سنگھ ان رسم رسوم کی قید سے خالصہ کو نہ نکالتا تو گویا اپنے اودیش کو ادھورا چھوڑ جاتا اس لئے یہ حکم تھا کہ خالصہ کرم ناش ہوں یعنی رسوم کو ترک کریں۔ اُن کے لئے صرف خالصہ ہونا کافی ہے کسی رسم رسوم لی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آیا کیش وغیرہ رکھنے اور پاہل لینا وغیرہ امور کیا رسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ نشان ہیں جو ہر وقت خالصہ کو یاد دلائیں کہ وہ خالصہ ہے۔ اور اُس کا مشن کھشتر تا ہے اور ہمیشہ یہ نشان اُس کے ساتھ رہیں تاکہ اُنکو اپنا اودیش بھول نہ جائے اِن نشانوں کو خالصہ کی دوسری طبیعت بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ رسم رسوم کی حد سے باہر ہیں پس گورو گوبند سنگھ کا اُپدیش اور بنیادی اصول یہ تھا کہ خالصہ کو دھرم ناش، کل ناش، کرت ناش اور کرم ناش ہونا چاہیئے۔ اور ذات پات اور ورن کی قید کو ہٹا کر ایک بن جانا چاہیئے رسوم کی قید اُٹھا دینا چاہیئے۔ سکھوں میں جو ذاتیں سوڈھی بیدی، بھول وغیرہ زیادہ متمیز ہو رہی ہیں۔ یہ خالصہ دھرم کی روح کے مخالف ہیں اور اُن سے خالصہ کا ذات پات کی قید میں پڑ جانے کا احتمال ہے اور برہمن سکھ اور کھتری سکھ کی تمیز خالصہ میں قائم کرنا جیسا کہ اب یہ میلان پایا جاتا ہے بہت ہی خطرناک ہے۔

جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بلحاظ پیشہ و گُن کرم سبھاؤ ذات کا ہونا ضروری ہے اور سوسائٹی کا اس کے بدوں گزارہ نہیں ہے اُن کی توجہ اہلِ یورپ کی طرف مبذول کی جاتی ہے جس میں صرف مذہب کے لحاظ سے ایکتا ہے اور ذاتوں کی تمیز کی ضرورت شامل حال نہیں ہے بعض آدمی یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ ورن آشرم توڑنے کے حق میں نہ تھا اور اُس کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کیونکہ گورو نانک دیو اور اُسکے بعد کے جانشین قبل گورو گوبند سنگھ سب ورن آشرم کے حق میں تھے اور گورو گوبند سنگھ اُن پہلے گروؤں کے اصولوں کے ماننے کی ہدایت کرتا ہے گویا وہ اُس کی لڑئے کی تائید کرتا ہے اور اس لئے ورن آشرم کے توڑنے کے حق میں نہیں تھا۔ پہلے تو یہ بھی درست نہیں

کہ گورو گوبند سنگھ سے پہلے ۹ گروؤں کی رائے اس کے قطعی حق میں تھی۔ اگرورن آشرم کے حق میں چند شلوک ضمناً ملتے ہیں تو اس کے مخالف بھی بہت ملتے ہیں چنانچہ گورو نانک دیو سارنگ راگ میں کہتے ہیں کہ ذات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مکتی کی تلاش کرو۔ پربھاتی راگنی میں لکھا ہے ایشور انسان سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تمہاری ذات کیا ہے بلکہ پوچھیگا کہ تمہارے اعمال کیا ہیں گرو امرداس نے بھی بھیروی راگ میں کہا ہے کہ اگرچہ کہتے ہیں کہ چار ورن ہیں لیکن تمام ایک برہم کا بیج ہیں باوجود اس کے گورو گوبند سنگھ کا صاف اور صریح کتھن رہت نامہ میں موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ چاروں ذاتیں ایک ہو کر ایک ورن گرو دا ایشور پر لشواشش رکھیں۔ ایک موقع پر گورو گوبند سنگھ نے یہ کہا ہے (دیکھو تواریخ ملکم صفحہ ۴۷) کہ چاروں برن خالصہ میں ایک ہو کر اس طرح مل جاویں جیسا کہ پان میں سپاری وغیرہ چبانے سے ایک ہو جاتے ہیں۔ ان صریح صورتوں کے بعد یہ کہنا کہ گورو گوبند سنگھ ورن آشرم کے حق میں تھے سخت غلطی ہے گورو گوبند سنگھ نے خالصہ کو خالص ہندو اٹھایا ہے جو ذات پات ورن آشرم کی قید سے آزاد ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کا اُدیش تو صریح ظاہر ہے۔ لیکن جو لوگ خالصہ کو ورن آشرم کی قید میں ڈالنے کے مشتاق ہیں، وہ خود مختار ہیں جو چاہیں کہیں۔

چاروں برنوں کو ایک برتن میں کھانے کا حکم ہے جب وہ خالصہ ہو جاویں اُس کی تاویل غلط طریق پہ نہیں کرنی چاہئے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کی طرح ایک برتن میں مل کر کھائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک خالصہ کے برتن میں پکایا ہوا کھانا سب اہلِ خالصہ کو کھانا چاہئے اور اس سے کسی خالصہ کو پرہیز نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اس لئے بنیادی اصولوں میں رکھا گیا کہ گورو گوبند سنگھ کے زمانہ میں بھی کچی پکی روٹی کا تنازعہ پھیلا ہوا تھا ایک ذات دوسری ذات کا پکایا ہوا نہیں کھاتی تھی۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کا پکایا ہوا کھانا ممنوع اور حرام سمجھتا تھا۔ بلکہ ایک دوسرے کے مکان پر نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ یہاں تک اس وہم میں مبالغہ کر گئے تھے کہ بیوی خاوند کے ہاتھ کا نہیں کھاتی تھی۔ اور نہ خاوند

بیوی کے ہاتھ کا اس کھان پین کی قید نے ہندوؤں کو کبھی ایک قوم بننے کا موقعہ نہیں دیا۔ اس سے ہی اخوت اور قومیت کی جڑوں میں نفاق کا تیل ملتا رہا اور اس بے ہودہ قید نے ہندوؤں کی ترقی کو بہت کچھ روک دیا۔ اسی قید کا باعث تھا کہ ہندو دوسرے ملک کے مذاہب اور آدمیوں کو اپنے میں جذب نہ کر سکے۔ اپنے میں سے بچھڑے ہوؤں کو بھی پھر نہ کھینچ سکے اور آئے دِنوں تنزل کرتے چلے گئے۔ اسی قید کا نتیجہ تھا کہ ہندو بھارت ورش کی حدود سے باہر جانے سے رُک گئے۔ گویا قوم کی ہستی کی بنیاد پر ایسا کلہاڑا رکھا گیا کہ اگر گورو گوبند سنگھ ہمت سے اس کلہاڑا کو نہ اُٹھاتا اور نہ پھینکتا تو وہ ہستی فنا ہو کر اُس کی خاک بھی ہوا میں اُڑتی ہوئی نہ ملتی۔ اے گورو گوبند سنگھ آپ نے جو جو احسان کئے ہیں وہ بیشمار ہیں کس کس کو یاد کریں اور کس کس کے مشکور ہوں۔

گورو گوبند سنگھ نے تو ذات پات کی قید مٹانے کے بعد خالصہ دھرم میں یہ صلاحیت بھی کر دی کہ وہ غیر از ہندو مذاہب کے اہلِ مذہب کو بھی اپنے آپ میں جذب کر لیں۔ چہ جائیکہ ایک گمراہ شدہ اور بھولا بھٹکا ہوا عزیز واپس آ کر بھائیوں میں پھر نہ مِل سکے اس طریق سے ہندوؤں کی ہستی مِٹ جانے کے سوال کو ہمیشہ کیلئے حل کر دیا اور ہندو قوم کو پھر جلا لیا۔

خالصہ دھرم میں خالصہ کیلئے ایک اور بنیادی اصُول یہ رکھا گیا کہ لڑنا مرنا جو چھتریوں کا کام ہے وہ خالصہ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ جو خالصہ یُدھ میں مریگا جو دھرم یُدھ میں شامل ہوگا۔ جو اپنے دشمن کو ناش کرے گا جو مغلوب ہو کر بھی مایوس نہ ہوگا اُس سکھ کو اعلےٰ پدوی ملے گی اور کہ مکتی صرف خالصہ دھرم کے پالن سے ملے گی۔ اس لئے کہا کہ مکتی خالصہ دھرم میں ہی ملتی ہے وغیرہ وغیرہ ؂

یہ اُپدیش بھی گورو گوبند سنگھ کا نیا نہیں تھا بھیشم نے اور کرشن نے مہابھارت میں کہا ہے کہ جو کھتری یُدھ میں مرتا ہے وہ یُدھ کے میدان سے ہی سیدھا سورگ کو جاتا ہے یعنی کہ تلوار کھتری کیلئے یدھ کا راستہ ہے۔ کھتری کا سوائے میدانِ یدھ مرنا گناہ ہے

اور اس کی وکیل بھیشم نے ایک موقعہ پر یدھشٹر کو سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ دی تھی کہ تیاگی مکتی کا ادھکاری ہے لیکن تیاگیوں میں سب سے بڑا تیاگ کھتری کا ہے جو اپنے شریر کو میدان جنگ میں دوسروں کی بھلائی کیلئے تیاگ کرتا ہے اسلیئے وہ اوشیہ ہی مکتی کا ادھیکاری ہے۔

اسی آشا کو لے کر گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم میں اس اصول کو داخل کیا کہ خالصہ کا دھرم یُدھ میں مرنا ہے اور خالصہ دھرم کے پالن سے مکتی کا وہ مستحق ہے اور اس سے صریح یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ خالصہ سنگھ اور کھتری ایک معنی میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اس کھشترتا کو زندہ کرنے کیلئے گورو گوبند سنگھ نے یہ تمام کوششیں کیں جن کا بھیشم اور کرشن نے چار ہزار برس پہلے اُپدیش کیا اور جس کو ہندو اس درمیانی زمانہ میں کھو بیٹھے تھے۔ پہلے رواج کے مطابق وہ کھتری تھا لیکن اس کھترتا کو وہ بوسیدہ اور ناکارہ سمجھتا تھا اسلیئے وہ خود بھی نیا کھتری یعنی خالصہ بنا اور خود پاہل لی۔ کیا اس کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ پرانے ورن آشرم کو زندہ رکھنے کے حق میں تھا جس نے خود اپنی پہلی ذات مٹا کر خالصہ دھرم اختیار کیا اُس کی نسبت کہنا کہ وہ ذات پات قائم کرنے آیا تھا کتنا دھوکا ہے یہ اصلاح اُس زمانہ کی ضرورت کے موافق تھی۔ اور ہندو زمانہ کو اس کی بڑی احتیاج تھی اور یہ کام گرو گوبند سنگھ کے حصہ میں آیا تھا جس کو اُس نے نہایت خوش اسلوبی سے پورا کیا۔ تیاگ، ویراگ اور بزدلی کی جڑ کو جیسا کہ کرشن نے اپنے زمانہ میں کاٹ دیا تھا اُسی طرح گورو گوبند سنگھ نے کاٹا اور اسی ضمن میں گرو گوبند سنگھ نے اپنے خالصہ کو ہدایت کی کہ وہ ہمیشہ اپنی تمام طاقتوں کو لوہے پر صرف کیا کریں اور ہمیشہ مسلح رہا کریں اور ہتھیار اُٹھایا کریں اُس زمانہ میں اس ہدایت کی ازبس ضرورت تھی اور لوہے پر طاقت صرف کرنے کی طرف مائل کرنے سے اُس کی مراد محض یہ تھی کہ ہتھیار کے استعمال کو خالصہ اپنا پوتر اور مقدم دھرم سمجھیں۔

ایک اور بنیادی اصول خالصہ دھرم میں یہ قائم کیا کہ خالصہ کو زنار نہ رکھنے کی ہدایت کی ہندوؤں میں یگیوپویت (زنار بندی) ایک قدیمی اور اہم رسم چلی آتی تھی اور اب تک بھی وہ

نہایت ضروری رسم خیال کی جاتی ہے اگرچہ ایک اہل الرائے پنڈت کا یہ قول ہے کہ وید سنگتا میں یگیوپویت کی رسم کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن مجھے اس کے تحقیق کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس رسم کا ذکر ہندوؤں کے قدیم دھرم شاستروں میں موجود ہے۔ منو کے قوانین میں جو بہت پرانا مجموعہ ہے اس کا ذکر موجود ہے ہندوؤں کی یہ پرانی رسم تھی اور اُن کو بہت ہی ضروری خیال کرتے چلے آئے تھے دو جنمی ذاتیں اسی رسم سے متمیز ہوتی تھیں بلکہ دوج بننے کا دروازہ زنار کی رسم تھی۔ یہ سنسکار سب سے ضروری اور اہم سمجھا جاتا تھا خواہ کسی ورن میں کیوں نہ پیدا ہو کیونکہ شودر کو زنار پوشی کی اجازت نہ تھی۔ خواہ یہ مذہبی رسم تھی یا ودیا کی تحصیل کی نشانی تھی اس میں شک نہیں کہ ہندو دوج اس کو بڑی اہم چیز سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کی اس نشان مذہبی کے باعث ہی سے ان کو کافر سمجھتے تھے اور اس کے توڑنے کو ہی وہ اپنا پاک مذہبی فرض سمجھتے تھے اور اس سے اس امر کا پورا پتہ ملتا ہے کہ زنار بندی ہندوؤں میں نہایت لازمی جزو مذہب خیال کی جاتی تھی لیکن گورو گوبند سنگھ کی نظروں میں ہندوؤں کی یہ رسم شودروں کو اوپر بڑھنے سے روکتی تھی۔ اور ہمیشہ نیچے رہنے پر مجبور کرتی تھی۔ اس سے اعلےٰ ورن ہو۔ کا فخر پیدا ہوتا تھا اور ایک حصہ ہندوؤں کا بیکار پڑا ہوا تھا ہندوؤں کو اس رسم سے گریز نہ تھا جیسا کہ مسلمانوں میں ختنہ، عیسائیوں میں بپتسمہ ایک ایسی رسم ہے کہ ان کے عمل میں آنے کے بعد ہی وہ مسلمان یا عیسائی کہلا سکتے ہیں اُس سے پہلے نہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کی یہ رسم تھی اور یہی وجہ ہے کہ زنار بندی پر ہی غیر مذاہب کا ہمیشہ او رسخت حملہ رہا ہے۔ اورنگ زیب کا کل زلہ انکے زناروں پر تھا اکبر نے بھی میواڑ میں ½ ۷۴ من زناروں سے اپنی فتح کی کامیابی کو موازنہ کیا تھا۔ زنار کا نہ ہونا یا توڑنا گویا ہندو دھرم سے ایسا پست (گرجانا) ہو جاتا تھا کہ وہ پھر ہندوؤں میں شامل نہیں ہو سکتا تھا لیکن ہندوؤں کی اصلاح اور خالصہ دھرم کی بنیاد دیکھنے میں یہ زنار داری کا سوال گورو گوبند سنگھ کے سامنے بہت سنجیدگی سے آیا۔ اور اُسنے زنار پوشی سے خالصہ کو منع کر دیا کیونکہ خالصہ دھرم کیلئے اُس نے اُس کی ضرورت خیال نہیں کی اور

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ بجائے اس رسم کے اُس نے خالصہ دھرم میں داخل ہونیکے لئے پاہل تجویز کی تھی۔ سوال یہ ہے کہ زنار بندی کے ذریعہ اُس نے خالصہ دھرم میں داخل ہونے کی تجویز کیوں نہ کی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ گورو گوبند سنگھ کا مشن کیا تھا۔ وہ برہمنی دھرم یا لوپا انک دھرم کے طریقوں کو ہندوؤں کے تنزل کا باعث سمجھتا تھا اور اُن سے متنفر تھا اور اس سے کوشش کرتا تھا کہ خالصہ پھر پرانے ہندو بن جاویں اگر وہ کسی برہمنی طریق سے خالصہ دھرم میں داخل ہونے کی رسم مقرر کرتا تو گویا خالصہ دھرم کو پھر خطرہ میں ڈالتا اور اس کے عنان پھر اُن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے جو پہلے ہندوؤں کے تنزل کا باعث ہوئے تھے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ہندوؤں کے برہمنی دھرم کی قید سے آزادی کا خواہشمند ہو کر پھر اُن کو اُنکے رحم پر چھوڑ دیتا اگر وہ برہمنوں کی ذرہ سی مداخلت یا رسم بحال رکھتا تو ناممکن تھا کہ کامیاب ہوتا خصوصاً تاوقتیکہ زنار پوشی کی رسم کو علیحدہ نہ کیا جاتا۔ شودر کھتری نہ بن سکتے تھے اور نہ وہ بڑی ذات والوں کے ہم پلہ بن سکتے تھے خالصہ دھرم میں اس رسم کو بحال رکھنے سے گورو گوبند سنگھ کے سامنے جھمیلا نظر آتا تھا۔ اگر شودروں کی زنار بندی پر زور دیا جاتا تو برہمنی دھرم والے پہلے تو مانتے نہ اور دوسرا پھر اُن کا محتاج اور دست نگر ہونا پڑتا اور عرصہ پاکر شودر پھر وہی شودر ہی رہتے اور جو ترقی قومی مدنظر تھی وہ پیدا نہ ہوتی اور لاریب برہمنوں کے طریقوں سے شودروں کو بلندی پر اُٹھانا خالی از دقت نہ تھا۔ اس لئے زنار بندی کی قید کو اُٹھا کر بجائے اُس کے اُس نے پاہل کا طریقہ قائم کیا۔ جو لوگ اس سعی میں ہیں کہ گورو گوبند سنگھ نے چونکہ اہل خالصہ کو گورو نانک دیو کے تمام خیالات کی عزت کرنے کے لئے حکم دیا ہے اور گورو نانک دیو چونکہ زنار بندی کے حق میں تھے اس لئے گورو گوبند سنگھ کو بھی اُس کے حق میں تسلیم کرنا چاہئے لیکن ایسے بعید القیاس نتائج پیدا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہے خود گورو نانک دیو نے پاہل کا طریق علیحدہ مقرر کیا تھا جس ذریعہ سے وہ اپنے سکھی میں ہندوؤں کو داخل کرتے تھے اور زنار پوشی کے برخلاف اُن کے کئی اقوال موجود ہیں بفرض محال اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ گورو

نانک دیو اس رسمی زنار بندی کے حق میں تھے لیکن سوال تو یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ اس کے حق میں تھے یا نہیں۔ اُن کے جب صریح اقوال موجود ہیں کہ خالصہ کو جنیو نہیں پہننا چاہئے۔ تو پھر اس حجت کا کیا فائدہ کہ گورو نانک دیو اُس کے حق میں تھے۔ بجائے زنار کے اور زنار کا قائم مقام رسم پاہل کو کھتری دھرم کی شکل میں قائم کرنے کا ہے اُس کا مقصد تھا اس لئے یہ کوشش تو البتہ عبث ہے کہ گورو گوبند سنگھ زنار پوشی کے حق میں تھے اور جو لوگ یہ کوشش کرتے پائے جاتے ہیں کہ پاہل لئے ہوئے خالصہ بھی زنار پہنا کریں وہ دراصل گورو گوبند سنگھ کے اودیش کے مخالف چلتے ہیں جیسا وہ چاہیں کریں لیکن یہ نتیجہ نکالنا اُن کی غلطی ہے کہ گورو گوبند سنگھ اہل خالصہ کیلئے رسم زنار بحال رکھنا چاہتے تھے کوئی صریح سند یا دلیل اس بارے میں ہم نہیں دیکھتے ہاں اس میں شک نہیں کہ گورو گوبند سنگھ اُس زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ مسلمانوں کا نزلہ ہندوؤں کے زنار اُتارنے پر گرا ہوا تھا اُس سے پہلے بھی مسلمان حکومتیں ہندوؤں کی زنار داری پر حملہ کرتی رہیں کیونکہ ہندوؤں کا عقیدہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ زنار اُتارنے کے بعد وہ اپنے دھرم سے ایسے پتت ہو جاتے ہیں کہ پھر ہندو شکل سے بن سکتے ہیں اور حتےٰ کہ ایک لمحہ بھی ہندو زنار کے بغیر نہیں رہتے اگر بچے ہندوؤں کا جنیو کسی اتفاق سے ٹوٹ جاوے تو اُس عرصہ میں نہ بولتے ہیں اور نہ تھوک ہی نگلتے ہیں اور ہندوؤں میں جو اختلافات کی اندھیری چلتی رہی۔ ہے اُس سے زنار بھی نہیں بچے۔ اہمیں بھی اختلاف تھا کوئی کسی قسم کا اور کوئی دیگر قسم کا بہ لحاظ شناخت پہنتا تھا جب ہندوؤں میں یہ رسم ایسی ضروری تھی۔ اور بہت قدیمی بھی تھی تو گورو گوبند سنگھ کا دل کب گوارا کر سکتا تھا کہ وہ ہندوؤں کو زنار اُتارنے پر مجبور کرے یا اس رسم کو حقارت سے دیکھے اگر گورو گوبند سنگھ ایسا کرتا تو گویا ہندوؤں کے لئے وہ دوسری قسم ویسا ظلم ہوتا جیسا کہ مسلمان حکام اس وقت روا رکھتے وہ تو ہندوؤں کی سب چیز زندہ رکھنے کے لئے آیا تھا اسلئے گورو گوبند سنگھ نے زنار پوشی جو ہندوؤں میں مروج تھی اُسکے برخلاف زبان ہی نہیں اُٹھائی بلکہ ہندوؤں کے زنار کی وہ عزت کرتا تھا اور اسی لئے

خالصہ پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہندوؤں کے زنار کی رکھشا کریں کیونکہ اورنگ زیب اور اس کے مماثل متعصب مسلمان بادشاہ ہندوؤں کی زنار پوشی کے ایسے مخالف تھے کہ اسی کو بہانہ کفر ہندوؤں کا قرار دے کر اُن کو قتل کرتے اور جبراً اسلام میں داخل کرتے اور اپنی کامیابی کا پیمانہ ہندوؤں سے جنیو کے زنوں سے کیا کرتے تھے بہر حال چونکہ گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کے تمام فرقوں کے عقیدوں اور رسموں خواہ وہ کچھ تھے) کی رکھشا کرنے کیلئے جدوجہد کر رہا تھا اسلئے ہندوؤں کی رسم زنار بھی اُنکے اس سلسلہ حفاظت میں داخل تھی لیکن باوجود اسکے اُس کا صاف اُپدیش یہ تھا کہ خالصہ دھرم میں جو خالصہ ہو وہ زنار نہ پہنے اس لئے جو لوگ زنار پہننا چاہیں پہنیں لیکن خالصہ دھرم میں داخل ہونے کیلئے گورو گوبند سنگھ نے جو طریقہ پاہل (پاہل دروازہ کو کہتے ہیں) کا مقرر کیا ہے وہ خالصہ کیلئے کافی ہے۔ ہندوؤں میں زنار پوشی سے پہلے ہندو شودر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پاہل سے پہلے ہر صورت گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کو صرف ہندو سمجھتا ہے اور پاہل کے بعد وہ ہندو خالص ہندو ہو جاتا ہے وہ خالص ہندو خالصہ کہلاتا ہے اور اس کا بڑا فرض اُن ہندوؤں کی حفاظت کرنا بن جاتا ہے ایسے خالصہ میں ورن کی تمیز نہیں رہتی زنار نہ پہننے کے باعث جس فرقہ کو ہندو شودر اور حقیر سمجھتے تھے اُس کو گورو گوبند سنگھ بذریعہ پاہل ایسا خالص ہندو بناتا ہے جو دوج ذاتوں سے زیادہ معزز ہو جاتا ہے گویا خالصہ سکھوں میں زنار پوشی کی رسم کے یہ معنے ہونگے کہ وہ شودر بن جائینگے اگر زنار نہ پہنیں اور جو شودر ہیں وہ بدستور شودر ہی رہیں۔ اُن کی ترقی کا دروازہ پھر بالکل بند کر دیا جاوے۔ لیکن حاشا وکلا گرو گوبند سنگھ کا اودیش اس کے برخلاف تھا وہ شودروں کو خالص ہندو بناتا تھا اور خالصہ کو ہندوؤں کی دوج ذاتوں سے اونچا رکھنا چاہتا تھا اسلئے زنار پوشی کیطرف خالصہ کو لیجانا گورو گوبند سنگھ کی مہا اُتم کوشش کو نشپھل کرنے کی سعی کرنا ہے خود پہلے ہندوؤں میں بے جنیو کے آدمی اور فرقے ایسے ہیں کہ وہ دوج سے کم معزز اور کم رتبہ نہیں ہیں بلکہ کچھ زیادہ۔ پھر اگر خالصہ بے جنیو رہے تو ہندوؤں کا اس میں کیا نقصان ہے شاید یہ نقصان تو ہے کہ ہندوؤں

کیلئے ایک مساوی رسم ہندوپن میں داخل ہونے کی نہ رہے گی لیکن گورو گوبند سنگھ کا خالصہ
دھرم صرف پاہل ہی خالصہ کیلئے تجویز کرتا ہے اور اُس کی عزت اس میں ہے کہ اُس کے اُپدیش کو
نظر انداز نہ کیا جاوے گرو گوبند سنگھ کے پاہل اور ہندوؤں کی قدیم رسم یگیوپویت میں ایک فرق
نمایاں موجود ہے ہندو بذریعہ زنار پوشی شودروں کو دوج نہیں بنا سکتے اُن کے
قوانین میں اگر کوئی شودر عالم اور نیک اعمال ہو تو شاید کوئی بڑا درجہ حاصل کرے۔
لیکن صرف زنار پوشی سے وہ دوج کی کوئی پدوی حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ہندوؤں
کی زنار پوشی کی رسم غیر مذہب کے آدمی کو ہندو بنا سکے لیکن خالصہ دھرم کا پاہل شودروں
کو خالص ہندو بنا دیتا ہے اور غیر مذہب کو بھی خالصہ بنانے کیلئے دعوے کرتا
ہے ہندوؤں کی رسم زنار پوشی غیر مذہب کو ہندوؤں کا شودر بھی نہیں بنا سکتے۔
لیکن خالصہ پاہل اُنکو خالص ہندو بنا کر ہندوؤں کا ہمدرد اور خیر خواہ اور اُن کا جزو بنا دیتا
ہے۔ ہندوؤں کی زنار پوشی کی رسم نے ہندوؤں کا جو کچھ نقصان کیا تھا۔ اُسکو گورو گوبند
سنگھ کے پاہل نے پھر بحال کیا اس لئے جو ہندو زنار پہنے اُسکو گورو گوبند سنگھ ممانعت نہیں
کرتا لیکن جو خالصہ پہنے اُس کو یگیوپویت دھارن کرنے سے صریح منع کرتا ہے اور ساتھ
ہی اُس کو ہندوؤں کی اس رسم کی حفاظت کیلئے اُپدیش کرتا ہے۔

امرتسر میں کبھی کبھی سال میں جانے اور وہاں کے تالاب میں اشنان کرنیکے لئے خالصہ
دھرم کیلئے اُپدیش کرنا خالی از حکمت نہیں تھا بلکہ اُس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ وہاں سنگت
مختلف اطراف سے جمع ہو کر ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہونگے اس کے لئے
ایسا مقام تجویز کرنا ضروری تھا جس کو بہ لحاظ عزت اہل خالصہ اپنا متبرک تیرتھ سمجھیں امرتسر
سے زیادہ متبرک مقام اور دربار صاحب سے زیادہ پوتر مکان خالصہ کیلئے اور کہاں ہو
سکتا تھا ایک مقام کے مخصوص کرنے کی ضرورت سے مسلمانوں نے کعبہ کو اپنا سمت
سجدہ مقرر کیا اور عیسائیوں میں یوروشلم کو لینے کے لئے اہل یورپ عیسائیوں کی

مشترک کوششیں اور جہاد مسلمانان ترکی کے برخلاف تواریخی واقعہ ہیں - ہر مذہب کیلئے ہر مذہب کے لوگ کوئی متبرک مقام مرکز مذہب کا قرار دیتے آئے ہیں اور اس لئے گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کا مرکز امرتسر کو قرار دیا جس کو سکھ مدت سے متبرک خیال کرتے چلے آتے تھے - امرتسر کو مخصوص کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بہادر سکھ اِس مرکز کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مقام تیرتھ کا تجویز نہ کرلیں - اس لئے خود ہی اس کا یہ تصفیہ کر دیا کہ اُنکے خالصہ دھرم کا متبرک مرکز امرتسر ہوگا -

گورو گوبند سنگھ نے خالصہ کیلئے مسلمان (جن کو ترک بھی کہتے تھے) حکومتوں کو ہندوستان سے خارج کرنا معراج قائم کیا تھا اور یہی امر خالصہ دھرم کی بنیاد کی تحریک ہُوا تھا اس لئے اُس نے یہ بھی بُنیادی اصُولوں میں رکھدیا تھا کہ ترکوں کا ناش کرنا چاہیئے چنانچہ سنگھوں کے کارنامے اس کے شاہد ہیں کہ اُنھوں نے بڑے بڑے مصائب اُٹھا کر بھی اُس کو کسی حد تک پُورا کیا -

گورو گوبند سنگھ نے خالصہ کو صاف حکم دیا کہ وہ کسی مخلوق چیز کی پوجا نہ کریں اور نہ مڑھی و مقبرہ پوجیں لیکن اس زمانہ کے خالصہ اپنے گرو کے برخلاف گرنتھ کی پوجا کرتے ہیں اور ہندوؤں کی طرح جو آرتی ہندو مُورتیوں کے سامنے کرتے تھے وہ سکھ گرنتھ کی آرتی اُتارتے ہیں - خود بے شمار مڑھی اور مکان بنا کر پرستش کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے دیگر مذہب کے مقبروں، قبروں اور مڑھیوں کو بھی پوجتے ہیں چنانچہ صرف نگاہا پیر معروف بہ سخی سرور کے مقبرہ کی زیارت کو لاکھوں سکھ ہر سال جاتے ہیں - کاش خالصہ اس سے خبردار ہوتے اور اپنے گرو کے اودیش کے برخلاف نہ برتھتے -

خالصہ کو باقی ہندوؤں سے تمیز کرنے کیلئے ان کے پرنام کا طریقہ بھی بدل ڈالا - چنانچہ اُن کو ہدایت کی کہ وہ اور کوئی پرنام نہ کریں - سوائے اسکے کہ "واہگرو کا خالصہ" "واہگرو جی کی فتح" اس میں ایک خفیف سا اختلاف ہے کہ آیا یہ کل فقرہ پرنام کا یا جو گورو گوبند سنگھ

نے تجویز کیا تھا لیکن اس اختلاف کی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان الفاظ کے
معنے تو ظاہر ہیں کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں لیکن تاہم ایک دو پہلوؤں سے اس کی تشریح
کی جانی خالی از دلچسپی نہیں ہے - واہگورو سے مراد ایشور لی جاتی ہے جس کی مفصل بحث کسی
اور موقع پر کی گئی ہے - ایک مطلب تو یہ ہے کہ خالصہ واہ گرو کا ہے یعنی واہ گورو کا خاصہ
مخصوص اور مرغوب فرقہ ہے اور دوسری جزو فقرہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ واہ گورو جی کی فتح
ہو - جی اعزاز کے لئے بمعنے صاحب لگایا گیا ہے یعنی ہمیشہ ایشور کے حکموں کی تعمیل ہو -
اُس کو مخلوق میں سرود یا یک سمجھ کر اس کی جے منائیں دوسرا جے کے معنے جیو کے کرتے
ہیں اور یہ مطلب پیدا کرتے ہیں کہ اے ایشور (واہ گرو) جیو کی فتح ہو یعنی وہ مکتی حاصل کرے
یا خالصہ کے واہگورو کی کرپا سے فتح ہو گی یعنی اس کی دو تاویلیں کرتے ہیں ایک یہ کہ جیو مکت
ہو جاوے - دوسرا یہ کہ جیو اپنے اودیش میں کامیاب ہو - ایک اور طبقہ کی یہ رائے ہے کہ
ست یگ میں طریق پرنام واسدیو واسدیو تھا - دواپر میں ہری ہری تھا اور تریتا میں
گوبند گوبند تھا اور کل یگ میں رام رام تھا - یا یہ کہ یہ چاروں طریقے پرنام کے ہندوؤں میں
مستعمل ہوتے تھے جیسا کہ اب بھی ہوتے ہیں اس لئے سب کا پہلا حرف لے کر (و، ہ،
گ، ر، (واہ گرو) بنایا - گویا ایشور کے مختلف ناموں کو جمع کر کے اس کی فتح کی
پرنام مقرر کی - اس بحث کی ضرورت نہیں کہ اُن میں سے کونسا مطلب درست ہے -
لیکن اس میں شک نہیں کہ گورو گوبند سنگھ نے طریق پرنام ایسا مقرر کیا جو ہندوؤں
میں پہلے کبھی مروج نہیں ہوا تھا اس کا مطلب وہی ہے جو جے گوبند - جیگوپال جے
ہری اور جے رام کا ہے - تمام ہندو لفظ جے پہلے لگاتے ہیں گورو گوبند سنگھ نے اُس کی بجائے
فتح کا لفظ اخیر میں قائم کیا اور الفاظ واہگرو کا خالصہ - کے معنے صحیح ہیں - خالصہ واہگرو کا
بنایا ہوا ہے - تمباکو کے امتناع کے بارے میں غایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تمباکو تک بھی پینا
اُن کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو بھی منشی چیزوں میں شمار کرتے ہیں چہ جائیکہ

دوسری سخت منشی چیزوں کو خالصہ جائز سمجھیں اور علاوہ اس کے غالباً گورو گوبند سنگھ اس کو مضر صحت سمجھتے تھے ممکن ہے کہ اس لحاظ سے منع کیا ہو۔ یا یہ کہ چونکہ ایک رواج ہندوؤں میں یہ قائم ہو گیا تھا کہ جس سے ہندو بوجہ تخالف مذہبی یا مداخلت رسوم ناراض ہوتے تھے اُس کا حقہ برادری میں بند کر دیتے تھے اور حقہ کی آؤ بھگت اُن میں اس قدر زیادہ مروج تھی کہ مہمان کی سب سے پہلے تواضع حقہ سے کی جاتی تھی اور احتمال تھا۔ کہ ہندو خالصہ کو اپنے عقاید کے برخلاف پا کر اُن کے حقے برادری میں بند نہ کر سکیں اور مخالفت کا بازار گرم نہ ہو جائے۔ بہتر ہوگا کہ خالصہ کو حقہ نوشی سے ہی منع کر دیا جائے اور ممکن ہے کہ یہ خیال بھی ہو کہ حقہ نوشی کی عادت چستی کے مخالف ہے اور خالصہ سنگھوں کی عادات میں کاہلی پیدا نہ کرے۔ اُنکو اس سے باز رکھا ہو۔ مذہبی امور میں گورو گوبند سنگھ اپنے پہلے گروؤں کے نقش قدم پر چلنا چاہتا تھا اور چلتا رہا۔ تمام پہلے گروؤں کی عزت کے لئے خالصہ کو سخت تاکید کی اور خالصہ دھرم کے بنیادی اُصولوں میں رکھا کہ گورو نانک دیو کو ہمیشہ اپنا گورو سمجھنا اور اُس کے اُپدیشوں پر ہمیشہ عمل کرنا خالصہ کا فرض ہوگا۔ اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ گورو نانک دیو کا منشار کوئی علیحدہ مذہب یا دھرم پیدا کرنے کا نہیں تھا۔ اسی طرح گورو گوبند سنگھ کا منشار کسی علیحدہ مت کے بنانے کا نہ تھا کیونکہ وہ ہندوؤں کو ملانے آئے تھے نہ کہ اُنہیں الگ اور تفریق کرنے۔ گورو نانک دیو نے ایشور بھگتی پر زور دیا تھا گورو گوبند نے اُس کے قدم بقدم خالصہ کو ایشور بھگتی کی تاکید کی اور یہ قیمتی اُصول خالصہ کیلئے قائم کیا کہ خالصہ کا دھرم یہ ہوگا کہ ایشور کی سچائی اور صداقت کے ساتھ کرم کرنے میں عبادت کریں لیکن ایشور کی سرود یا یکتا کو کسی طرح زائل نہ کر بیٹھیں۔ صرف ایک ایشور کی ہی عبادت کریں یعنے نیک اعمال کے ذریعہ سے خدا کی عبادت کریں۔ صرف رسمی طور پر عبادت سے اُن کو منع کیا۔ اور اُن کے لئے مکتی کا ظاہرا آسان

طریق لیکن درا صل سب سے مشکل طریق کھشاتر دھرم کا پالنا قائم کیا جیسا کہ پہلے آریہ لوگوں کا تھا ہندوؤں میں اس قدر مختلف فرقے اور خیالات تھے کہ جن کا شمار بھی مشکل ہے ویدک دھرم سے گرنے کے بعد ہر ایک ہندو فرقہ اور مذہب خواہ وہ دیوتا دھرم تھا خواہ برہمن دھرم، خواہ منش دھرم تھا، خواہ حیوانی دھرم، خواہ پورانی مت تھا یا فلسفی مت سب ایک دوسرے کو جُدا کرتے آئے تھے۔ نفرت پھیلاتے آئے نفاق پیدا کرتے آئے ہندوؤں کو کمزور کرتے آئے۔ آریہ نسلوں کو منتشر کرتے آئے اور ویدانت کے صدمے سے تو ہندو قوم کی تمام طاقتیں بالکل بھنگ اور چکنا چور ہو گئیں۔ مایا کے جنجال میں ایسا پھنسایا کہ سب ویراگی بن بیٹھے، دُنیا اور مافیہا متھیا (ہیچ) تصور ہونے لگے۔ صرف گیان سے مکتی ملنے لگی کسی نے اُپاسنا کو ذریعہ نجات بتایا کسی نے پرارتھنا اور بھگتی کو وسیلہ مکت کیا۔ کرموں کی فلاسفی جو قانونِ قدرت کے مطابق اور فطرتی اصولوں پر مبنی تھی۔ اُس کو لوگ پس انداز کرنے لگے۔ کرشن کی فلاسفی بیکار ہونے لگی۔ اسلئے کرشن کی طرح گورو گوبند سنگھ نے بخوبی سمجھا کہ کرموں کے سوائے مذہبی آزادی کا ملنا ناممکن ہے اِس لئے اُس نے خالصہ کو خیالی اور وہمی طریقوں سے نکال کر حقیقی راہ دکھایا کہ ایشور کو اپنے افعال اور کرموں کے ذریعے سے سچائی اور صداقت کے ساتھ پرستش کریں اور اُس کا بھجن کریں۔ لیکن ساتھ ہی کہا کہ مادی اسباب میں ایسے نہ اُلجھو کہ ایشور کو بھول کر مادہ کی پرستش میں لگے رہو اس لئے تاکید کی کہ مخلوق کی پرستش چھوڑ دو لیکن باوجود اس کے اُس نے خالصہ کو کسی ہندو فرقہ کے مخالف نہیں کیا کسی سے نفرت اُس کی پیدا نہیں کی چار چیزیں اُسکے سامنے رکھیں ایشور بھگتی، کھشاتر بھگتی، دیش بھگتی اور ترکوں کی حکومت کو کمزور کرنا اور بس۔

خالصہ دھرم کے شمول سے کن کو خارج رکھا

خالصہ دھرم کی بنیاد رکھتے ہوئے گورو گوبند سنگھ نے پانچ قسم کے آدمیوں کو خالصہ

دھرم میں لینے کی ممانعت کی۔ اول مسند۔ جو اُن ایام میں دھرم سالوں کا انتظام اور اہتمام رکھتے تھے۔ گویا دھرم سالوں کے مینجر تھے جو ایک قسم کے پوجاری بن گئے تھے۔ اس جماعت کے لوگ عموماً بزدل، نکمّے اور اکثر خائن ہوتے ہیں۔ دوسرا دھیر ملئے یعنی دھیرمل کے پیرو چونکہ دھیرمل نے گدی کے لئے پہلے گرو کے ساتھ تنازعہ پیدا کیا تھا اور گرو تیغ بہادر کی مخالفت کی تھی۔ اور ہمیشہ اُس کو تکلیف دیتا رہا تھا۔ اسلئے حقارتاً اُن کو خالصہ سے علیحدہ رکھا۔ تیسرا رام رئیے۔ یعنی پیروان رام رائے۔ یہ رشتہ میں گورو گوبند سنگھ کا چچا تھا گرو تیغ بہادر اور گوبند سنگھ دونوں کی گدی نشینی میں تنازعہ کرتا رہا اور تکلیف رساں بنا رہا۔ ان کو بھی خالصہ دھرم سے خارج رکھا۔ چوتھے بنئے۔ پانچویں جینی۔ سرگم سراؤگی پہلے اور چوتھے پانچویں کو خارج رکھنے کے لئے وجوہ موجود ہیں۔ ایک مقولہ ہے کہ اگر کوئی گدا اگر امیر بن جاوے تو سو سال تک اُس سے بوئے گدائی نہیں جاتی۔ اور اسی طرح اس کے برعکس چونکہ قوم بنیا اور سراؤگی وغیرہ نہ فقط نہایت بزدل، کمزور، کائر، سخت طامع اور حریص اور زر پرست ہی تھے بلکہ اُن کو ایک ایک کوڑی کیلئے قوم کو قربان کرنے میں کبھی دریغ نہیں ہوا اور نہایت ڈرپوک ہونے کے سوا چیونٹیوں تک کو تکلیف دینا روا نہ سمجھتے تھے۔ صدیوں تک اُن میں کھشتریا کی عادت پیدا کرنا مشکل تھا اور گرو گوبند سنگھ کو سردست ایسے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ جو میدان میں نکل کر یدھ میں شامل ہوں، بہادر اور دلیر ہوں سنڈ رہوں۔ اُن سے گورو گوبند سنگھ کو کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس لئے اُن کو خارج رکھنے میں کوئی غیر مناسب بات معلوم نہیں ہوتی۔ اُن کا علیحدہ رکھنا ہی مناسب تھا لیکن رام رائے اور دھیر ملیوں کو خارج رکھنے میں اور ساری دُنیا کو خالصہ دھرم کی منادی دینے کے باوجود گورو گوبند سنگھ نے فراخ حوصلگی سے کام نہیں لیا اور ذاتی انتقام کو قومی اُدیش میں شامل کرنے سے گرو گوبند سنگھ نے دور اندیشی سے بعید کام کیا ہے ایسے دلیر بہادر سے جیسے کہ گورو گوبند سنگھ قومی جاں نثار

تھا ایسی تنگدلی بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ گورو گوبند سنگھ کی ایسی تنگدلی پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے یہ امر بھی بیشک ملحوظ رکھنا چاہئیے کہ اُن کو شامل کرنے میں شاید نفاق اور کدورت کا احتمال ہونا ممکن تھا اور اغلب ہے کہ ایسے ہی کسی خیال نے گرو گوبند سنگھ کو اُن کے شامل کرنے میں تامل کیا ہو ورنہ گورو گوبند سنگھ جیسے فراخ دِل آدمی سے یہ کب اُمید ہو سکتی ہے کہ محض ذاتی کینہ کے باعث ان کو ایسا حقیر سمجھے اُن کو شامل ہونے سے ضرور کچھ قباحتیں پیشِ نظر ہونگی اور اِس لئے اُن کو اُس نے شامل کرنے سے انکار کیا علاوہ اُن پانچ اقسام کے کہا جاتا ہے کہ جو شخص دختر کش ہو اُس کو بھی شامل خالصہ نہ کیا جاوے۔ اُس زمانہ میں ذات کے ابھمان وغیرہ کے باعث دُختر کشی کا بڑا رواج تھا اور گورو گوبند سنگھ نے اس کو بجا طور پر علیحدہ رکھا لیکن اگر ان کو شامل کیا جاتا ممکن ہے خالصہ دھرم میں آکر وہ اس عادت کو ترک کر دیتے لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس عادت سے باز نہ آتے اس لئے ان کو علیحدہ ہی رکھنا پسند کیا گیا۔ یہ امر بموجب ایک ضعیف روایت کے ہے البتہ یہ صحیح روایتوں سے تصدیق ہوتا ہے کہ سکھوں کو دختر کش لوگوں سے مِلنے جلنے اور اُن کے ہاں شادی بیاہ سے منع کیا۔

الغرض گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کی بنیاد رکھنے میں اپنا پریم سندیسہ پورا کیا اُس نے خالصہ دھرم کے اُصولوں کو صفحۂ عالم اور کاغذ زمانہ پر خوب نمایاں لکھا لیکن ابھی تک اُس پر خود گورو گوبند سنگھ نے دستخط کرنے تھے اور بذریعہ شہادت (گواہی) اُس کو مصداق کرانے کا کام باقی تھا۔ اپنے خون سے اُس نے اُس پریم سندیسہ پر دستخط لئے اور اپنے چار پسران کی شہادت و قربانی سے اُس کو مصداق کرایا۔

جس وقت گرو گوبند سنگھ خالصہ دھرم میں اُن پانچوں کو داخل کر چکا اور خود بھی داخل ہو چکا اور خالصہ دھرم کے بنیادی اصُول بھی خالصہ کے دلوں پر نقش کر چکا تو وہاں جو لوگ غیر سکھ کھتری اور برہمن موجود تھے۔ انہوں نے گورو گوبند سنگھ کی اس

کارروائی کو ناپسند کیا اور اُٹھ اُٹھ کر جانے لگے۔ جیسا کہ اُن کی عادت ہے اپنے دھرم اور رسوم اور ذات میں مداخلت دیکھ کر شور مچانے لگے لیکن گرو گوبند سنگھ نے خالصہ سکھوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ نیچوں کو اوشش ہی اُونچا ہونا چاہئے۔ یہ اکال پرکھ کا حکم ہے۔ جس کی میں نے تعمیل کرنی ہے اور جو لوگ اُس وقت اُن سے لینے دوج ذاتوں سے اس طرح نفرت کئے جاتے ہیں اُن کو میرے بعد کا درجہ ملے گا۔ گرو گوبند سنگھ نے اپنا قول پورا کیا۔ اور اُن کی مخالفت اور شور و فغاں کی کچھ پرواہ نہ کی۔

گرُو کی خانہ داری

گورو گوبند سنگھ کا پہلا بیاہ باپ نے اپنی زندگی میں بھائی ہر جس کی لڑکی مائی جیتوجی سے کیا تھا۔ بیاہ جیٹھ (۱۵) سمت ۱۷۳۰ بکرمی۔ بقول بعض اس وقت گرو کی عمر سات سال کی تھی۔ یہ شادی بچپن کی شادی تھی۔ یہ شادی باپ نے بڑی دھوم دھام سے کی تھی اور پہلے گوروؤں میں بھی بچپن کی کئی شادیاں ہوئی تھیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گرو گوبند سنگھ سے پہلے گروؤں میں یہ قیاس پیدا نہیں ہوا تھا کہ صغیر سنی کی شادی سے ہندو جاتی کو کچھ نقصان پہنچ رہے ہیں۔ اگر خیال پیدا ہوتا تو مسلمانوں کے جور و جبر کے باعث سے ہندوؤں کو صغیر سنی کی شادی کو زور و شور سے جاری کرنا پڑا تھا۔ وہ حالت گروؤں کے وقت تک برابر موجود تھی اور اغلب ہے کہ گرو نانک دیو سے لے کر گرو گوبند سنگھ تک اس حالت کو محسوس کرتے ہوں اور اس لئے صغیر سنی کی شادی کو ہٹانے کیلئے زبان اور قلم کو متحرک نہ کیا ہو۔

دوسرا اور تیسرا بیاہ گورو گوبند سنگھ نے خود کیا تھا۔ اور دونوں مت پہلی بیوی کی زندگی میں یہ بیاہ ہوئے تھے۔ دوسرا بیاہ مائی سندری سے ہوا۔ اور

تیسرا صاحب دیوی جی ایک رہتاس کے کھتری کی بیٹی سے ہُوا۔
اگرچہ زمانہ حال کے نکتہ چینوں کو گورو گوبند سنگھ کی اس خصلت کثیرالازدواجی پر نکتہ گیری کی گنجائش ہے لیکن اُس زمانہ میں زیادہ بیویاں کرنا خصوصاً امیروں کیلئے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جہاں تک معلوم ہُوا ہے ہندوؤں میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا بہت پرانا رواج ہے۔ کرشن کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ ارجن کا بھی یہی حال تھا۔ کثرت ازدواجی کے لئے ہندوؤں میں کوئی مذہبی ممانعت صریح موجود نہیں ہے۔ اگرچہ منع ہے۔ کم سے کم اگر کثیرالازدواجی جائز نہ تھی۔ تو رواج اُس کا ہندوستان میں مدت سے موجود تھا۔ کئی خاص رواج ایسے مروج تھے کہ اس زمانہ کے لوگوں کو وہ عیب معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ثواب۔ چنانچہ کھتریوں میں قدیم زمانہ میں لڑکیاں بھگا کر اور جبراً اُٹھا کر راکشس بیاہ کرنے کا قاعدہ تھا اور خود کرشن نے ایسا کیا تھا۔ بھیشم نے بھائیوں کے لئے ایسا کیا۔ ارجن نے ایسا کیا۔ فی زمانہ اس کو نہایت مذموم خیال کیا جاتا ہے لیکن اُس زمانہ میں معیوب نہ تھا۔ اسی طرح ایک سے زیادہ بیویوں کا معاملہ تھا اُس زمانہ میں عیب نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے بھی اس کو کبھی عیب نہیں سمجھا اور زمانہ کے رواج کے مطابق اور اُس زمانہ کی رائے کے مطابق تین شادیاں کرلیں اور اس لئے اُس کا یہ فعل کسی طرح قابلِ گرفت نہیں ہے۔ اگرچہ زمانہ حال کے خیالات کے موازنہ کے لحاظ سے پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اس امر کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ ہمارے زمانہ اور اُس زمانہ میں خیالات کا بڑا تفاوت ہے اور افسوس ہے کہ کسی جنم ساکھی کے مصنف نے وضاحت کے ساتھ نہیں لکھا کہ گرو گوبند سنگھ کو تین شادیاں کرنے کی کیا ضرورت درپیش آئی۔ اُس کی اولاد حسب ذیل تھی۔

پہلا پسر از بطن شریمتی سندری جی	اجیت سنگھ	سمت ۱۷۴۳ بکرمی میں پیدا ہُوا۔	
دوسرا پسر	جیتو جی	جوجھار سنگھ	چیت سمت ۱۷۴۷ " " " "

تیسرا پسر از بطن شری تتی جیتو جی	زور آور سنگھ	۶ مگھر سمت ۱۷۵۳
چوتھا " " "	فتح سنگھ	۷ پھاگن سمت ۱۷۵۵ء

گورو گوبند سنگھ کا طریق زندگی اور معاش

جو کچھ ہم گورو گوبند سنگھ کی خانگی عادات اور پرائیویٹ زندگی کے متعلق دریافت کر سکے ہیں۔ اُس کا ذکر اس کتاب میں نہ کرنا گویا فرض سوانح نویسی کو بیکار کرنا ہے اسلئے ناظرین کی دلچسپی کیلئے ہم کچھ یہاں درج کرتے ہیں۔

گورو گوبند سنگھ بدن کا کسی قدر بھاری اور منبیلا تھا۔ قد ذرا بلند تھا۔ شکل اور بناوٹ میں مضبوط تھا اور جفاکشی اور محنت کے کاموں میں دلچسپی لیتا تھا۔

آپ کو شکار کا میدان بہ نسبت ایڈیس لی گدی کے زیادہ پسندیدہ اور مرغوب خاطر تھا۔ اکثر حصہ اپنے وقت کا سیر و شکار میں بسر کرتا تھا اور سکھوں کو بھی اس طرف مائل اور راغب کرتا تھا۔ ریچھ۔ شیر۔ سور۔ چیتا اور گورخر کا شکار کرتا تھا۔ شکار کئے ہوئے مانس کے سوا دوسرا مانس نہیں کھاتا تھا۔ اور اس لئے اپنے خالصہ دھرم کے سنگھوں کیلئے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا نہ کھائیں بلکہ اُس کو حرام سمجھیں اور خود جھٹکا کر کے یا شکار کیا ہوا مانس بھوجن کریں۔ اس کا نام مہاں پرشاد رکھا تھا۔ اور اس کے سوا اُس کی نظر میں باقی پرشاد یا پرشادیاں تھیں ہتھیاروں کی مشق خود بھی کیا کرتا تھا اور سکھوں سے بھی کراتا تھا۔ اپنے بیٹوں کی تعلیم میں زیادہ تر استعمال اسلحہ کی کرائی تھی جو سکھ ہتھیار اور گھوڑا نذر کرتا تھا اُس سے نہایت ہی خوش اور آنند ہوتا تھا۔

گھوڑے رکھنے اور گھوڑے کی سواری کا آپ کو بہت شوق تھا۔ اور خود نہایت وجیہ اور جری شہسوار تھا۔ تلوار اور تیر کی مشق خوب بہم پہنچائی تھی شکار میں تیغہ۔ کٹاری

سروہی اور نیزہ کا بھی استعمال کرتا تھا۔ طویلہ میں اچھے اچھے گھوڑے رکھتا تھا۔ ہیروں
کی طرح دربار کیا کرتا تھا۔ ایک دیوان اپنا مقرر کیا تھا۔ جو ہمیشہ میر منشی اور انتظام خانہ
داری کیا کرتا تھا لباس بھی امیرانہ پہنتا تھا۔ تلوار اکثر کمر میں رکھتا تھا۔ خود بھی نظم کہنے
کا شوق رکھتا تھا۔ اور اپنی دیش بھاشا میں ہر قسم کی نظم کہتا تھا اور خوب کہتا تھا۔ رزمیہ
نظم کو بہت مؤثر اور زوردار الفاظ میں کہتا تھا۔ جو اثر لے کر نکلتی تھی۔ جس کے نمونے
ہم اُس کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے دکھائیں گے اور جہاں مروجہ مذاہب کے
بُرے پہلو دکھلانے کا موقعہ تھا وہاں نظم میں علاوہ زور اور متانت کے ایسی چاشنی
رکھی ہے کہ سننے سے مزہ دئے جاتی ہے۔ علاوہ اس کے کہ خود خوب نظم کہتا تھا۔ دیگر
کوی اور شاعر بھی اس کے دربار میں کثرت سے موجود رہتے تھے جو نظم اور نثر میں اپنی
طبع کی جولانیاں دکھا کر اُس کے پیش کرتے تھے اور گرو گوبند سنگھ اُن کی حسب لیاقت
قدردانی کیا کرتا تھا۔

علاوہ تازہ نظم کہنے اور سننے کے پورانی کتابوں کو سننے کا بہت شوق رکھتا تھا۔
فارسی اور عربی خود خوب جانتا تھا۔ اگرچہ سنسکرت کا بڑا پنڈت نہ تھا مگر اُس میں دسترس
رکھتا تھا۔ تواریخی کتابیں بڑے شوق سے سنتا تھا۔ خصوصاً جنگ کے کارنامے اور
بہت حصہ وقت کا اس میں دیتا تھا۔ اپنشد۔ وید۔ اُپ وید، پران اور سمرتیاں بھی
سنا کرتا تھا اور ہندوؤں کے مختلف مذہبی مسائل سے بخوبی واقف تھا۔ وہ علم دوست
تھا۔ شاعروں اور پنڈتوں کو اپنے پاس رکھتا تھا اور اُن کی عزت کیا کرتا تھا۔ اپنے
کئی سکھوں کو کانشی میں حصول تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ برہمنوں نے
وید کو دربار میں سُنانے سے بایں عذر انکار کیا تھا کہ آپ کے دربار میں شودر رہتے
ہیں اور اُن کے روبرو وید بانی کہنا پاپ ہے۔

وہ اگرچہ نانک سے لوکی طرح سماع وسرود کا اس قدر پریمی نہ تھا۔ لیکن تاہم وہ

بھجن ہر روز سنا کرتا تھا۔ لیکن وہ بھاٹوں سے رزمیہ نظمیں اور کتب سُن کر بہت ہی خوش ہوتا تھا اور اس میں آپ کا بڑا پریم تھا۔

وہ نت کرم کا بڑا پکا اور مستقل مزاج تھا۔ بہت سویرے اُٹھا کرتا تھا اور صبح و شام جپ جی اور رہ راس کا پاٹھ کیا کرتا تھا اور ایشور اُستتی میں کچھ دیر مصروف رہتا تھا وہ ہولیاں کھیلا کرتا تھا۔ پتہ نہیں ملتا کہ اُس کی ہولیاں کھیلنے کا کیا طریقہ تھا آیا یورپ ہولیوں کی طرح یا ہندو ہولیوں کی طرح۔ غالب یہ ہے کہ اس زمانہ کے امیر اور راجے جس طرح ہولیاں کرتے تھے اُن کے پیمانے پر نہ ہونگے لیکن اُن کی شکل ہولیاں ہونگی۔ یہ کہیں سے نہیں پایا جاتا کہ وہ ہولیوں کے موقعہ پر ناچ رنگ میں شامل ہوتا ہو اُس کی طرف اُس کا میلان اتنا نہ ہو گا کیونکہ عیش و عشرت کے سامان اُس کے اودیش کے مخالف تھے۔

ایک ضعیف روایت ہے کہ افیون کھانے کا عادی تھا اور لکھا ہے کہ بھنگ بھی پیا کرتا تھا اور پتہ چلتا ہے کہ لڑائی کے موقعہ پر سامان رسد میں اپنی جماعت کے لئے بھنگ اور افیون کا سامان بھی ساتھ رکھتا تھا۔ یہ کوئی نرالی اور عجیب بات نہیں ہے اب بھی انگریز اور اہلِ یورپ اپنی افواج کے لئے رم اور بیر شراب منوں کے من ہمراہ رکھتے ہیں اور نہ کچھ مضائقہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر مضائقہ اس میں ہے کہ اگر یہ امر سچ ہے تو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایسا بڑا ذکی اور خردمند آدمی ہر طرف اصلاح کرے۔ اور اس طرف ایسی غفلت کرے کہ بجائے اوروں کے منع کرنے کے خود اس کا عادی ہو۔ اگرچہ ہماری عقل اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کہ واقعی ایسا ہو مگر ہم نے اس کا ذکر کرنا اپنا اس لئے فرض سمجھا ہے کہ مختلف جنم ساکھیوں میں اس کا ذکر ہے۔ تریابس کے جو واقعات ایسے پرشوتم بیر کی لائف کے متعلق لکھتے چلے آئے ہیں۔ اُن کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔

ناظرین کا اختیار ہے کہ جیسا نتیجہ چاہیں نکالیں لیکن شراب کے استعمال کا کہیں

ذکر نہیں آیا۔ اور شراب کے نشہ کے استعمال کو وہ معیوب سمجھتا تھا۔

خالصہ دھرم اُس کی زندگی میں کس قدر پھیلا

گورو گوبند سنگھ کے اودیش اور خالصہ دھرم کی ترکیب نے جاٹوں اور ہندوؤں میں مقبول عام اور پسند تمام کا درجہ حاصل کر لیا اور اُس کے سہل فہم اُصول آزادانہ ویہ اور طریق زندگی میں کتنا اثر تھا کہ تھوڑے عرصہ میں اُس کے اودیش نے کامیابی حاصل کر لی اور ہزاروں آدمی سکھ ہو کر اس کے سنگھ ہو گئے۔ جاٹ جن کو چھوٹی ذات والے شودر سمجھتے تھے گورو گوبند سنگھ کے اس چشمۂ اخوت کی طرف ایسے بھاگے جیسا کوئی بڑی مدت کا پیاسا پانی کے چشمہ کی طرف بھاگتا ہے۔ چونکہ گورو گوبند سنگھ نے نہایت سچے دل سے اور ہندوؤں کیلئے پریہ بھاؤ سے یہ کام شروع کیا تھا۔ عوام الناس نے اس کی قدر دانی کی اور اُسکے خالصہ دھرم کو اپنے حال اور ضرورت کے مطابق پا کر گرہن کرنے لگے اور اُسکے سکھوں کی جماعت دِن بدن بڑھنے لگی۔ خالصہ دھرم میں بفرض محال اگر کوئی اور خوبی نہ بھی تاہم اُس میں اس زبردست خوبی کے ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اُس نے اُن ذاتوں کو اپنی طرف بڑے زور سے کھینچا جن کو کبھی کام میں لانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اور جو بالکل نکمی اور ذلیل اور صرف غلامی کے لئے ہی پیدا شدہ سمجھی جاتی تھیں کچھ شک نہیں کہ گرو گوبند سنگھ کی یہ جماعت سنگھ صادق اور اولوالعزم اور صاحب ہمت اور حوصلہ اور پکی عقیدت مند اُن بڑی ذات والوں سے نہ تھی جو کھتری کرتے اپنی بیٹیاں خوشی سے مسلمانوں کے حوالے کر رہے تھے اور نہ اس اُونچی ذات کے برہمنوں میں سے تھی جو دلیش کو اپنی دھوتی کی عزت رکھنے کیلئے فروخت کرنے کیلئے تیار تھے اور جن کی عورتیں اور عزتیں غزنی کے بازار میں دو دو دینار لینے ٹھہریا ۲ آر بحساب سکہ انگریزی فروخت ہوتی تھیں۔ لیکن یہ وہ جماعت تھی جو اپنے ماس اور ہڈیوں کے انبار کر کے ہندو قوم کو عزت کے بلند چبوترے پر

بٹھانے کو تیار تھے جو اپنے لہو سے سات سو سال کے داغ بے حرمتی اور بے عزتی کو دھونے اور اپنی زندگیوں سے قومیت کی حرارتِ غریزی کو فروغ دینے آئے تھے۔ اس ہی مسکین جماعت کو دیکھ کر اپنی بڑائی کے ابھمان اور اپنے نسب کے فخر میں پہاڑی راجوں نے گورو گوبند سنگھ کو طعنہ دیا تھا کہ ان چڑیوں سے تم دیش کی حفاظت کرو گے اور ان بلبلوں سے شیروں کا مقابلہ کرو گے۔ جس کے جواب میں گورو گوبند سنگھ نے کہا تھا "سوا لاکھ سے ایک لڑاؤں - چڑیوں سے باز تڑواؤں - بلبلوں سے شیر مراؤں تاں گورو گوبند سنگھ نام دھراؤں"۔

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ قول گورو گوبند سنگھ نے کس موقع پر استعمال کیا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کہ اُس نے ایسا کہا خواہ کسی موقع پر کہا ہو۔ کیونکہ مردانِ زمانہ کیا یہ قول اپنا اُس نے حرف بحرف پورا نہیں کیا؛

کیا اور خوب کیا۔ اُس کے پیرو سنگھ جس قسم کے مادہ کے بنے ہوئے تھے اور جس قسم کی صداقت اور حسن عقیدت اُن میں اپنے گورو کی تھی اُس کی مثال ہم گورو کے پانچ پیاروں کا ذکر کرتے ہوئے کر چکے ہیں اور اُس کے سنگھوں کی بہادری اور نڈر مارشل سپرٹ (یدھ بیرتا) تو اُن کے آئیندہ کارناموں سے بخوبی واضح ہو جاویگی جو خود گرو گوبند سنگھ کی زندگی میں وقوع میں آئی۔ بعد اس کے اور آج تک۔ لیکن اس کا نمونہ دکھانے کے لئے ہم دو ہی مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

ایک دفعہ دربار میں اچانک کہہ اُٹھے جب کہ ایک سکھ نے بندوق نذر کی کہ ہم اِس بندوق کو آزمائش کیلئے اپنے سکھ کو صدقہ کرنا چاہتے ہیں تو کئی سنگھ تیار ہو گئے اور ہر ایک یہی کہتا تھا کہ گورو جی مجھے قربانی کرو۔

ایکدفعہ ہنستے ہنستے گورو گوبند سنگھ نے ایک سکھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو جا کر فوراً پھانسی دے دو۔ کوئی وجہ نہ بتلائی اور نہ اُس کا کوئی قصور کہا۔ بلکہ کہا کہ گورو کو اس کے

سر کی ضرورت ہے۔ اُس سنگھ نے بلا چون وچرا اپنا سر پیش کر دیا اور گورو گوبند سنگھ اس سے بہت خوش ہُوا اور کہا کہ ایسے صاحب عقیدت اور صادق سکھوں سے ہندو جاتی کے اُدھار کا کام پورا ہوگا۔

گورو کی مذہبی مخالفت اور اُس پر فوج کشی

لیکن کھتری نسب کے راجوں اور برہمنوں نے حسب قاعدہ گورو گوبند سنگھ کے ساتھ کیا سلوک کیا علانیہ اُس کے او دیش اور اُس کی ذات کے مخالف ہو گئے۔ برہمنوں نے ذات کی قید اور زنار بندی کی رسم کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر بہت شور مچایا گرد و نواح کے پہاڑی راجوں کا ہندو دھرم لُٹ گیا۔ غارت ہُوا۔ نشٹ ہُوا کہہ کر اور سنا کر گورو گوبند سنگھ کے مخالف کھڑا کیا۔ پہاڑی راجے بھی کچھ تو اس لئے کہ گورو گوبند سنگھ نے نیچ ذات والوں کو اُن کے برابر کر دینے کی عملی کوشش شروع کی ہوئی تھی اور دوسرا اس حسد سے کہ مبادا اُس کا اقتدار روز افزوں اُن کی بیکلی کا موجب نہ ہو جاوے۔ ذاتی عداوت چند پہاڑی راجوں کی پہلے سے گورو گوبند سنگھ کی مخالفت میں قائم تھی اسلئے برہمنوں نے پہاڑی راجوں کو اُکسایا کہ گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کے دشمن دین کو ایسا ستانا چاہیئے کہ وہ دم نہ لینے پائے پہاڑی راجوں کو بھی گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کی دعوت دی لیکن اُنہوں نے بڑی ذات ہونے کے فخر میں حقارت ظاہر کی اور گورو گوبند سنگھ کے مخالف ہو گئے۔

ہا! ہندو قوم۔ تجھ سے بڑا احسان فراموش اور کون ہو سکتا ہے۔ تجھ سا ناشکرا اور کس قوم میں ہے۔ سچے بھگت قومی کی قدر دانی نہ کرنے کا مادہ تم سے زیادہ کن لوگوں میں ہے۔ صادق محب الوطن کی تکلیف رسانی میں تیاری کرنے کا سودا اور کن دشتیوں میں ہے۔ وہ گورو گوبند سنگھ جو تمہارے لئے اپنا خانمال ورجان نچھاور کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ تم کو ذلت سے اونچ درجہ پر لے جانے کی دُھن میں لگا ہُوا تھا اُس کے مخالف تم بہ نظر حسد اور خود غرضی

کھو بیٹھے ہو۔ اس ناشکراپن کا نتیجہ ہے اور اسی بُغض اور حسد کا پھل ہے کہ تم ہمیشہ غلامی میں رہنے کیلئے مجبور کئے گئے ہو۔ گورو گوبند سنگھ کا مشن کھتری بنانے کا نیا نہیں تھا۔ جب بودھ مذہب نے ہندوؤں کی تمام حرمت اور برہمنی دھرم کی تمام عزت خاک میں ملادی تھی تو اُس وقت بندھیاچل کی شودر قوموں کو اگنی کل کھتری بنا کر بُدھوں کا مقابلہ کرایا تھا اور اگنی کل کھتری بنانے کے سوا ان کے لئے مفر نہ تھا۔

اُس وقت مخالفت کیوں نہ کی۔ المختصر جو ہونا تھا ہُوا۔ راجپوت کھشترتا کے زبانی دعویدار بھارت کے جاہل اور نااہل دشمن پہاڑی راجے گورو گوبند سنگھ کے مخالف ہو گئے۔ اور چند پہاڑی راجے آپس میں مل کر گورو گوبند سنگھ کو تکلیف دینے کیلئے تیاریاں کرنے لگے۔ اگرچہ گورو گوبند سنگھ کا مہابلی دل ان تکالیف سے نہ توڑنے والا تھا اور نہ اس کو کوئی تکلیف پہنچا سکتا تھا۔ مگر اُس کے پوتر اودیش کو اُس وقت صدمہ پہنچا لیکن اُس نواح کے کھتریوں اور برہمنوں پر بے حمیتی اور بزدلی کے داغ کے علاوہ ناسپاسی کا داغ بھی لگ گیا۔ چنانچہ پہلا وار جیسا کہ ان تمام صورتوں میں ہُوا کرتا ہے گورو گوبند سنگھ پر یہ ہُوا کہ راجوں نے اُس کو کہا کہ وہ اُنکے علاقہ سے چلا جائے اور آنند پور چھوڑ دے۔ اور اُس کی جماعت نے اُن کے علاقہ میں جو لوگوں کے نقصان کئے تھے اُن کا عوضانہ روپیوں میں دے ورنہ اس پر فوج کشی کی جاوے گی۔ لیکن گورو گوبند سنگھ آنند پور کو کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے بزرگوں نے وہ زمین خرید کر کے وہاں گاؤں بسایا تھا۔ وہ کھشتری دھرم کا دلدادہ جو تمام بھارت کو غاصبوں سے چھوڑانے کی فکر میں تھا۔ وہ اِن راجوں کی گیدڑ بھبکیوں سے اپنا گوشہ فقیری اور کلبۂ احزان اِسطرح چھوڑ نیکا اِس طرح چھوڑنا گوارا کر سکتا تھا اسلئے جیسا کہ ایسے مہابیر سے اُمید تھی اُس نے راجوں کو جواب بھیجا کہ روپیہ تلوار سے اور آنند پور گولی سے دیا جاوے گا۔ یہ کڑا جواب راجپوتوں کو پسند نہ آیا۔ معترض یہ کہتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ کو ایسا کڑا جواب دینا مناسب نہ تھا خود گورو گوبند سنگھ نے ایسی سختی اور

درشت کلامی سے اپنے اودیش کو صدمہ پہنچایا - الفاظ کی شکل میں تو یہ اعتراض خوشنما ہے مگر خوش آئند نہیں - کوئی گورو گوبند سنگھ کی حالت میں آکر اس سوا دہ دل رکھتا ہو اجب اس سے اُس کا گھر چھیننے لگیں اور روغن تلی سے حوالہ کر دے تب ہم ہانیں کہاں معترضین جیسا کہ مرد سخن ہیں مرد میدان بھی ہیں ورنہ حضرات بغیر امتحان تو ہم آپ کی اس سخن سازی اور نکتہ گیری کے قائل نہیں ہیں - اس جواب سے راجپوتوں کا انتقامی خون اُبلا اور انہوں نے تلواریں میان سے نکالی اور گورو گوبند سنگھ کی طرف جھکتے کئی حملے کئے - کئی دفعہ فوجکشی کی اور ہر دفعہ جو نتیجہ پیدا ہوا اُس کو کسی قدر وضاحت سے مگر مختصر الفاظ میں لکھتے ہیں :-

گورو گوبند سنگھ نے ہندوؤں کے طوفانِ بے تمیزی اور مسلمانوں کے سیلاب تعصب میں خالصہ دھرم قائم کر کے برہمنوں اور ملانوں کے باطل عقائد اور بیکار مسائل مذہبی پر تو فتح حاصل کر لی تھی لیکن مسلمان شہنشاہِ ہند کی فوجوں کو شکست دینا ابھی باقی تھا جس کے لئے وہ منصوبے قائم کر رہا تھا - کئی یہ کہتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ کے یہ منصوبے دیوانگی اور خام خیالی پر مبنی تھے - کیونکہ اس قدر بڑی سلطنت کا مقابلہ بایں بے سروسامان ایک بیہودہ اور وحشیانہ کوشش کے سوا اور کچھ نہ تھا - لیکن گورو گوبند سنگھ کے خلاف یہ جملہ بیہودہ ہے - صرف ہمت درکار تھی ایشیائی سلطنتیں اکثر ایک شخص کی ہمت سے قائم ہوئی تھیں - نادر شاہ کی سلطنت ، بابر کی سلطنت وغیرہ وغیرہ اکثر اسی طرح قائم ہوئی تھیں کہ ایک آدمی نے چند آدمی جمع کر کے طاقت بڑھانا شروع کیا اور آخر شہنشاہ ہو گیا - اسی طرح گورو گوبند سنگھ میں ہمت موجود تھی اور جاں نثار قوم کا فرقہ ساتھ تھا - کچھ شک نہیں کہ وہ کامیاب ہو جاتا لیکن تین باعث ایسے ہوئے کہ وہ خود تو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکا کہ اپنے وقت میں مسلمانوں کی سلطنت کی بنیاد اُکھاڑ جاتا - مگر وہ ایک ایسا جنگجو فرقہ اور قومی جوش پیدا کر گیا کہ آخر سلطنت اسلام متزلزل ہو گئی -

اُس کے اپنے وقت میں ناکامیابی کا پہلا سبب یہ ہے کہ شیواجی کی طرح وہ چالباز نہ تھا

اور فریب کو استعمال کرنا بلحاظ رتبہ مذہبی لیڈر ہونے کے اپنے شایاں نہ سمجھتا تھا۔ صرف زور بازو سے کامیاب ہونا چاہتا تھا۔ جو البتہ کسی قدر مشکل تھا۔ حکمت عملی اور فریب قانونِ جنگ کی جان ہوتے ہیں۔ جن کو گورو گوبند سنگھ استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کامیابی سے وہ دُور رہ گیا۔ دوم گورو گوبند سنگھ نے پہاڑی راجوں سے واقفیت پیدا کرنے کے مواقع پیدا نہ کئے اور گھر ہی میں گویا لڑائی شروع ہو گئی اور چونکہ راجوں نے مذہبی مخالفت کی آڑ میں لڑائی شروع کی تھی یہ گورو گوبند سنگھ کیلئے نہایت باعث بےعزتی تھا اور جواں ہمتی سے بعید کہ اُن کے اس مذہبی پرخاش کے چیلنج کو قبول نہ کرنا قبل اس کے کہ اُس کی طاقت کافی مضبوط ہوتی اُسکو میدانِ رزم میں آنا پڑا اور اسلیئے کامیابی مشکل ہو گئی۔

تیسرا باعث یہ کہ گو صاحب ہمت خالصہ اس کی فوج میں تھے لیکن ایک تو انکو فنون جنگ سے ماہر کرنے کا کوئی اچھا موقعہ نہیں ملا کہ جلدی میدانِ جنگ میں جانا پڑا اور دوسرا سامانِ اسلحہ کافی نہ تھا تاہم بہت کچھ ہوا جس کا بیان آگے کریں گے۔ الغرض پہاڑی راجوں نے اس کے نالصعرم کی دعوت کا تلوار سے جواب دینا چاہا۔ اور میدانِ رزم میں اُتر آئے۔ چنانچہ کئی حملے کئے جن کی تفصیل اجمالی یہ ہے۔

پہلا حملہ گورو گوبند سنگھ پہاڑ کے امن میں نشکار کھیل رہا تھا کہ اُس کی کم سامانی سے فائدہ اٹھانے کیلئے پہلا حملہ راجہ عالم چند اور راجہ بلیہ نے کیا۔ گورو گوبند سنگھ بھی اپنی کم جماعت تعداد کے ساتھ بڑی مردانگی سے سامنے آیا اور تھوڑے وقت میں مگر بہت سرگرم ہنگامہ ہوا۔ آخر راجہ بلیہ مارا گیا اور پہلا میدان گورو گوبند سنگھ کے ہاتھ رہا۔

دوسرا حملہ اس شکست سے غضبناک ہو کر پہاڑی راجوں نے اپنی سرحد کے مسلمان صوبہ سرہند سے ایک دستہ فوج کی امداد حاصل کی اور آنندپور پر حملہ کیا۔ تیس دن تک خوب زور و شور کا مقابلہ ہوا۔ سینیدے خاں اس لڑائی میں کمان میں تیر کھا کر مارا گیا۔ دین بیگ بھاگ کھڑا ہوا اور سکھوں نے رستہ تک ان کا تعاقب کیا اس اثناء میں

اجیت سنگھ گورو گوبند سنگھ کے پہلے لڑکے نے خوب جوہر بہادری دکھائے۔
کیسری چند بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔ اس لڑائی میں کہتے ہیں کہ آنندپور کے قلعے کا دروازہ توڑنے کیلئے مخالفوں نے ایک ہاتھی آگے بڑھایا۔ گورو گوبند سنگھ نے دنی چند ایک کھتری سکھ کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر ہاتھی کا مقابلہ کرے لیکن وہ بھاگ گیا اسلئے گورو نے بچتر سنگھ کو آگے کیا جو پہلے قوم کا لبانہ تھا اور خالصہ دھرم اختیار کر لیا تھا اس نے مردانگی سے ہاتھی کا مقابلہ کیا اور اس کو پچھاڑا۔ اس مثال سے گورو گوبند سنگھ کے سکھوں اور اس وقت کے برہمنوں یا کھتریوں کا فرق صریح دکھائی دیتا ہے کہ جو ذات کے کھتری تھے وہ کس قدر گر گئے تھے اور جن کو گورو گوبند سنگھ کھتری بنانا چاہتا تھا وہ کیا تھے۔ اس فتح کے بعد گورو گوبند سنگھ آنندپور سے کوچ کر کے کیرت پور جا رہا۔ اور ایک بلند پہاڑی پر اپنا قیام قائم کیا۔

تیسرا حملہ اس شکست سے خجل ہو کر پہاڑی راجے صوبہ سرہند سے رجوع لائے۔ اور بیس ہزار روپیہ نقد اور بقول ایک روایت بھیم چند نے اپنا خاندان مسلمانوں کو دے کر گورو گوبند سنگھ کے مقابلہ کیواسطے آمادہ کیا۔ گورو گوبند سنگھ نے اگرچہ کچھ جمعیت بہم پہنچائی تھی اور تین چار قلعہ بھی بنا لئے تھے اور متصل ناہن پونٹہ میں بھی ایک چھوٹا قلعہ بنوایا تھا۔ چمکور میں بھی قلعہ تھا۔ یہ قلعے ضرورت کے وقت کام دینے کیلئے بنائے گئے تھے۔ گورو گوبند سنگھ کو شہنشاہ ہند کی مخالفت کرنے کے نتائج سے واقفیت تھی اور اس کو معلوم تھا کہ یہ سارے قلعہ کیا کام دیں گے لیکن راجوں کی مخالفت نے ان تمام تدابیر پر پانی پھیر دیا۔ اور پہلے ہنگامہ کے بعد پے در پے ہنگامے اور فوج کشی جو ہوئی تو گورو گوبند سنگھ کو اپنی حالت سنبھالنے کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ آخر اس کے پاس سوائے معدودے چند سکھوں کے اور کیا تھا۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہی سکھ خالی پیٹ اور بغیر سامان کے لڑتے تھے اور وہی کم و بیش نذر دیگر گورو کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اگرچہ گورو گوبند سنگھ

سنے کئی پٹھان ملازم رکھ لئے تھے۔ لیکن اس قدر کم تعداد کہ اس سے کوئی بڑا فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر پہاڑی راجوں نے صوبہ دار سرہند کی مدد لے کر فوج جرار کے ساتھ بمقام کیرت پور تہار سنگھ مہتؔ پر حملہ کیا اور متصل قصبہ مذکور رن پڑا۔

گورو گوبند سنگھ نے نہایت ہمت سے مقابلہ کیا لیکن کثیر تعداد کے سامنے میدان میں لڑنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ قلعہ آنند پور میں چلا گیا اور وہاں محصور ہو گیا۔ کچھ سکھوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور گورو گوبند سنگھ نے ان کو بد دعا دی لیکن تاہم اس کے ساتھ اس قسم کے سکھ تھے جیسا کہ جوگ سنگھ سکنہ پشاور۔ اس لڑائی کی تیاری کے ایام میں جوگ سنگھ کے بیاہ کا مہورت آ گیا تھا۔ گورو گوبند سنگھ سے رخصت ہو کر وہ پشاور گیا۔ گورو گوبند سنگھ نے اسکو حکم دیا تھا کہ بیاہ کی رسم ختم ہوتے ہی وہ روانہ ہو آئے اور وہاں نہ رہے چنانچہ جوگ سنگھ نے اپنے پرن کو پورا کیا اور پھیرے کی رسم ختم ہوتے ہی وہاں سے چل پڑا اسے ہر چند باپ نے اس کو منع کیا۔ لیکن اس نے اپنی بات پوری کی اور چل کھڑا ہوا۔ الغرض کچھ دن تو محاصرہ کیا اور سکھ نہایت بہادری سے لڑے۔ پہلے دن سکھ جیت میں رہے لیکن آخر گورو گوبند سنگھ کو شکست ہوئی کیونکہ قلعہ میں سامان اور آدمی کافی نہ تھے اور گوبند سنگھ شکست کھا کر راجہ سوہلی کے پاس چلا گیا۔ جس نے اس کی اپنے ہاں دعوت کی تھی۔ انگریزی مورخوں نے اس ہنگامہ کا ذکر کم کیا ہے لیکن اس ہنگامہ کا ذکر سکھوں کی تمام جنم ساکھیوں میں پایا جاتا ہے۔

اورنگزیب کی فوجکشی

اس کے بعد دو سال تک گورو گوبند سنگھ مختلف اطراف میں پھرتا رہا اور یہ تو خیال کرنا ہی عبث ہے کہ گورو گوبند سنگھ کے حوصلہ یا ہمت میں ان شکستوں سے کچھ کمی یا لغزش آ گئی تھی بلکہ حوصلے بڑھ گئے تھے اور ہمت آگے بڑھنے کو آمادہ کرتی تھی اس لئے اس

عرصہ میں وہ پھر سکھوں کو اکٹھا کرتا رہا۔ اور آئندہ آنے والے واقعات کی تیاری میں لگا رہا۔
راجہ سوہلی کے علاقہ میں سیر و شکار میں مصروف رہا۔ اور وہاں سے راجہ بھنبور کی دعوت
پر اُس کے علاقہ میں چلا گیا اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر روال سر گیا اور میلہ بساکھی وہاں دیکھا
وہاں سے دوہرتین راجہ منڈی کے علاقہ میں چلا گیا اس کے علاقہ میں ایک نعمہ بنوایا۔ اس
اثنار میں گورو گوبند سنگھ کے پاس چند سکھ تحفے لے کر آئے تھے راستہ میں راجہ کلموٹ نے ان کو
لوٹ لیا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ نے راجہ کلموٹ کی سرکوبی کیلئے اپنے سکھوں کی داد فریاد
پر اپنے پسر اجیت سنگھ کو بھیجا۔ راجہ کلموٹ کی امداد کو مہنت جوالا مکھی بھارتھی پانچ
سو اپنے آدمی لے کر آیا تھا۔ اس مہنت نے پہاڑی راجوں کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے
گورو گوبند سنگھ کے برخلاف بہت اُکسایا۔ آخر گورو گوبند سنگھ بھی اپنے بیٹے کی مدد
کو چلا گیا۔ راجہ کلموٹ نے شکست کھائی۔ گورو گوبند سنگھ نے مہنت جی کی خبر لی۔ اور
جوالا مکھی کے گاؤں کو سکھوں نے لوٹ لیا۔ اس لڑائی کا اتہام گورو گوبند سنگھ
پر یہ لگاتے ہیں کہ اُس نے بیوجہ لڑائی سہیڑی۔ لیکن پورا سوچنے سے اس لڑائی کا کرنا گورو
گوبند سنگھ کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس میں بھی حق بجانب گورو گوبند سنگھ تھا۔
گورو گوبند سنگھ کا ذخیرہ فوجی اور ذریعہ آمدنی صرف یہی سکھ تھے۔ اگر سکھوں کو راستے
میں بطور ڈکیتی راجے لوٹ لیتے تو پھر گورو گوبند سنگھ کے پاس آتا کون اور وہ اتنا
کام کرتا کس طرح اس لئے گورو گوبند سنگھ کا اس راجہ پر حملہ کرنا بالکل مناسب تھا۔
اور کسی طرح وہ قابل نقطہ گیری کے نہیں ہے بساکھ سمت ۱۷۵۸ میں گورو گوبند سنگھ
آنند پور واپس آیا مسلمانوں اور پہاڑی راجوں نے جو اس کو لوٹ کر برباد کیا تھا۔ اسکو
از سر نو مرمت کیا۔ چاروں بیٹوں کو یہاں پاہل دے کر سکھ بنایا۔ قلعہ کو درست کیا۔ اساڑھ
سمت ۱۷۵۹ میں مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے کروکھیتر کا میلہ دیکھا ایک رُوایت ہے کہ یہاں
گورو گوبند سنگھ نے برہمنوں کو سورج گرہن کے موقعہ پر بہت دان دیا ممکن ہے کہ مصلحت سے ایسا کیا گیا ہو۔

مگر ہماری رائے اس کو تسلیم نہیں کرتی۔ آخر وہ آنندپور واپس آ گئے اور پھر فوجی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور سکھ اُس کو سچا بادشاہ کہنے لگے۔ اور دُور و نزدیک یہ سچے بادشاہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پہلے گروؤں میں سے بھی بعض کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کیا گیا تھا۔ نیا نہیں تھا۔ گو زور و شور سے اب پھر تازہ کیا گیا تھا۔ پہاڑی راجوں کو اُس کے روز افزوں اقبال سے اندیشہ دامنگیر ہُوا اور اس کے سچے بادشاہ کے خطاب سے بہت گھبرائے۔ اُنہوں نے اپنی ہستی کو معرض خطر میں دیکھا اور گورو گوبند سنگھ کی ہستی کو مٹانے کے درپے ہوئے۔ بعد مشورہ قرار پایا کہ اورنگ زیب کو بھڑکایا جاوے اور گورو گوبند سنگھ پر شاہی فوج سے مقابلہ کیا جاوے چنانچہ یہ مجتمع ہو کر اورنگ زیب کے پاس ایک قاصد بھیجا گیا۔ جس نے جا کر دربار شاہی میں رسائی حاصل کی اورنگ زیب کے ذہن نشین کرایا۔ کہ جن سکھوں کے گورو تیغ بہادر کو آپ نے قتل کرایا تھا اسکے بیٹے گورو گوبند سنگھ نے ایک بڑی تعداد سکھوں کی جمع کر کے فوج بنالی ہے اور ان کا نیا دھرم ایجاد کر کے اِن کو مسلمانوں کے ساتھ فساد کرنے پر تیار کیا ہے۔ خود بھی بادشاہ لقب اختیار کیا ہے۔ وہ شاہی لباس پہنتا ہے۔ تمام ڈاکو اور راہزن اُس کے خالصہ دھرم میں آ کر اس کے مُرید بن گئے ہیں۔ روز بروز اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے اور بمصداق سے ع سرچشمہ باید گرفتن بمیل۔ چو پُر شد نشاید گذشتن بپیل پھر اُس کا تدارک مشکل ہو گا۔ اورنگ زیب یہ ماجرا سُن کر بھڑک اُٹھا اور اُس کا تعصب اور خونریزی کا خون اُبلنے لگا۔ اُس نے سارے راجوں کا مخالف ہونا غنیمت سمجھا۔ اور گورو گوبند سنگھ کی ہستی کے مٹانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

چوتھا حملہ

اورنگ زیب نے بایزید خاں صوبہ سرہند کو تاکیدی حکم بھیجا کہ گورو گوبند کو پکڑ کر حاضر دربار کیا جاوے اور دہلی سے امیر خاں دس ہزاری نجابت خاں اور وحید خاں سپہ سالاراں کو صوبہ سرہند کی امداد کے لئے بھیجا یہ فوج مکیشر راجہ

اجمیر چند کے ساتھ روانہ ہوئی۔ راجگان کوہی کی فوج بھی شامل ہو گئی۔ ۱۷ پھاگن سمت ۱۷۵۹ کو اس فوج نے انندپور کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ گورو گوبند سنگھ بوجہ کمی فوج کے میدان میں لڑنے کے ناقابل تھا۔ اس لئے وہ آنندپور سے باہر نہ نکلا۔ پانچ یوم تک نہایت خونخوار جنگ ہوا۔ اگرچہ بہت سے سنگھ کام آئے۔ مگر اُنہوں نے بھی مخالفوں کے پرے اُڑا دیئے۔ چھٹے دن گورو گوبند سنگھ آخر قلعہ سے باہر مقابلہ پر آیا اور نہایت زور شور سے حملہ کیا۔ سردار عظیم خاں ایک نامی سپہ سالار اور پائندے خاں کو گورو گوبند سنگھ نے اپنے ہاتھ سے لڑائی میں قتل کیا۔ ہرچند جسوالیہ گورو گوبند سنگھ کے ایک ملازم ماموں خاں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ راجہ اجمیر چند زخمی ہوا اور آخر شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ اور سکھوں نے روپڑ تک تعاقب کیا۔ اور اس فتح کا سہرا گورو گوبند سنگھ کے سر پر رکھا گیا۔

پانچواں حملہ

نیدانم حدیث نامہ چون است ۔ ہے بینم کہ عنوانش بخون است

اس شکست سے اورنگزیب کو بہت ندامت ہوئی اور گورو گوبند سنگھ کے مخالف ایک جرار فوج کے بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ صوبہ لاہو کو اور نیز جب ایک ورود کے صوبہ کاشمیر کو بھی فرمان بھیجا کہ صوبہ سرہند کے ساتھ مل کر گورو گوبند سنگھ کو میدان میں پچھاڑیں یا زندہ گرفتار کر کے حضور میں پیش کریں۔ ذرا دیکھنا ایک فقیر گوشہ نشین کی ہمت اور الہیت صرف ملک ہندوستان کا شمالی حصہ اُس کے برخلاف جنگ آزمائی کرنے چلا ہے مگر جیسا کہ ابتدائی زمانہ میں اورنگزیب کے حملہ آوروں کے برخلاف راجوں کے ساتھ مل کر گورو گوبند سنگھ نے امداد دی تھی۔ اگر کوئی راجے گورو گوبند سنگھ کا ساتھ دیتے اور اپنی خود غرضی کو قوم کی خاطر بھلا دیتے تو نتیجہ ان معرکوں کا کچھ اور ہی ہوتا مگر جو ہونا تھا ہوا۔ آخر بڑی جرار فوج صوبہ داران دہلی و سرہند، کاشمیر اور لاہور کے گورو گوبند سنگھ کے برخلاف حرکت میں آئی دہلی سے ظفر بیگ روانہ ہوئے۔ لاہور کی طرف سے دلاور خاں اور صفدر خاں وغیرہ میدان میں آئے گورو گوبند سنگھ کو بھی اس فوج کثیر کی خبر ملی اور بلحاظ وقت جلدی سے تردیاں جو کچھ

میسر آسکتا تھا۔ اپنے سکھوں کو جمع کیا۔ کہتے ہیں کہ دس ہزار نفر کی تعداد گورو گوبند سنگھ نے اس آخری لڑائی کے لئے بہم پہنچائی تھی۔ چنانچہ اجیت سنگھ اپنے بڑے فرزند کو قلعہ کیس گڑھ پر تعینات کیا معہ دو ہزار فوج ماہر سنگھ اور شیر سنگھ کو ایک ہزار فوج دے کر قلعہ لوہگڑھ میں مامور کیا۔ عالم سنگھ اور سوکیت سنگھ کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ دمدمہ پر متعین کیا۔ اودے سنگھ کو اگم پور میں لیکن یا تو یہ تقسیم غلط ہے یا یہ کہ ضرورت کے وقت یہ سب آنند پور چلے آئے ہونگے۔ کیونکہ بڑا رن انند پور کے میدان میں ہی پڑا تھا اور سب اس میں شامل تھے گورو گوبند سنگھ خود آنند پور میں موجود تھا کہ شاہی فوج نے آکر آنند پور کو گھیر لیا۔ بڑی خونریزی کا مقابلہ ہوا اور سکھ ایسی بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ مسلمانوں کا کئی دفعہ مُنہ پھیر دیا۔ سکھ جان توڑ کر لڑے۔ لیکن مسلمانوں نے تازہ امداد بہم پہنچا کر زور کا حملہ کیا۔ قریب تھا کہ مسلمان آنند پور میں داخل ہو جائیں کہ اجیت سنگھ اس موقعہ پر میدان میں آیا گورو گوبند سنگھ نے بھی نازک موقعہ دیکھکر خود دھاوا کر دیا۔ نہایت خونخوار رن پڑا۔ سکھوں نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے۔ اور آخر عظیم خاں اور دلاور خاں افسران شاہی قتل ہوئے اور شام کے قریب فوج شاہی کے پاؤں اُکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر چلے گئے اور اُس دن کا میدان سکھوں کے ہاتھ رہا۔

دوسرے روز پھر ہنگامہ کارزار شروع ہوا۔ گورو گوبند سنگھ دمدمہ پر تھے کہ زبردست خاں نے توپ کا گولہ اُس طرف مارا۔ گورو گوبند سنگھ خود تو اس صدمہ سے بچ گئے لیکن اُن کے پاس کھڑے ہوئے چند سکھ مارے گئے چند دن تک اسی طرح زور شور سے حملے ہوئے اور سکھوں نے روکے۔ آخر ایک مٹھی آدمیوں کی کب تک ٹڈی دل افواج کا مقابلہ کرسکتی۔ جب تعداد کم ہو گئی تو آنند پور کے دروازے بند کر کے سکھ محصور ہو گئے۔ باہر سے شاہی فوج نے رسد جانی بند کر دی۔ اثنا محاصرہ میں ایک رات موقعہ پا کر سکھوں نے شاہی فوج پر چھاپہ مارا اور ایسی کھلبلی پڑی کہ شاہی لشکر وہاں سے ہٹ گیا اور راجہ ڈڈوال

اور جیتو وال مارے گئے اور شاہی فوج کا کچھ اسباب سکھوں کے ہاتھ آیا۔ لیکن شاہی فوج اس نواح میں دیگر کمک کی انتظار میں پڑی رہی۔ آخر ہر طرف سے فوج اکٹھی کر کے اور راجپوتوں کو بھی شامل کر کے اورنگ زیب نے اُس پہلی فوج کی امداد پر روانہ کیا اور چیت سمت ۱۷۶۱ میں چھٹا حملہ اور گورو کے دو بیٹوں کی قربانی لشکر شاہی نے پھر آنند پور کا محاصرہ کر لیا۔ سکھوں نے بڑی ہمت سے محاصرہ کی تکالیف برداشت کیں۔ آخر کھانے کو کچھ نہ رہا اور سکھوں نے بھوک سے مرنے پر لڑ کر مرنے کو ترجیح دی۔ گورو گوبند سنگھ چند دن اور محاصرہ میں رہنا پسند کرتے تھے۔ مگر کئی سکھ اس پر راضی نہ تھے۔ گورو گوبند سنگھ نے ان کو جو راضی نہ تھے دھمکی دی کہ اگر وہ اُس کا حکم نہیں مانتے تو وہ لکھ دیں کہ وہ گورو کے سکھ نہیں ہیں منجملہ ان کے کئی تو لکھ دینے پر تیار ہوئے اور لکھ دیا لیکن کئی ثابت قدم رہے۔ ذرا غور کیجئے گورو گوبند سنگھ نے بڑا کام کیا کہ جان دینا تو منظور لیکن سنگھ ہونے سے انکار کرنا مشکل آخر پہاڑی راجوں نے گورو گوبند سنگھ کو ایک برہمن کی معرفت گئو کی قسم درمیان رکھ کر راغب کیا۔ کہ وہ قلعہ انند پور کو چھوڑ دیوے تو اُس کا تعاقب نہیں کیا جاوے گا لیکن یہ دغا تھا گورو گوبند سنگھ اپنے قبائل اور ہمراہیوں کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر ہوا اور کیرت پور کی طرف رخ کیا۔ شاہی لشکر نے انند پور کو لوٹ کر گورو کا تعاقب کیا۔ اور اپنے قول و اقرار کو توڑ دیا۔ دوسرے دن گورو گوبند سنگھ کیرت پور سے چل کر کنول سر بر لب دریائے سرسہ پہنچے دریا طغیانی پر تھا۔ پیچھے شاہی فوج تعاقب کئے چلی آتی تھی اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا معاملہ ہو گیا۔ گورو گوبند سنگھ اس طرح گھر گیا جیسا کہ ۱۸۹۹ء کی جنگ ٹرنسوال میں جنرل کرونجی بوئروں کے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ انگریزی افواج کے بے تعداد آدمیوں میں گھر گیا تھا۔ ایک طرف ندی تھی اور دوسری طرف پہاڑ۔ آخر اپنے تئیں اُس کو حوالہ کرنا پڑا۔ یہی حال گورو گوبند سنگھ کا تھا۔ گورو گوبند سنگھ حیران تھا کہ کیا کرے۔ پیچھے سے شاہی فوج دبائے چلی آتی تھی۔ اور مشکل یہ تھی کہ گورو گوبند سنگھ کے ساتھ قبائل اور

خوردسال بچے تھے۔ آخر کچھ سکھوں نے ہمت کی۔ گورو گوبند سنگھ کے بچوں کو اور قبائل کو عبور کر کے پار لے گئے۔ مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ گورو گوبند سنگھ کے باقی بچے ہوئے ہمراہی سامنے ہوئے مگر تاب مقابلہ نہ کر سکے منتشر ہو گئے۔ گورو گوبند سنگھ معہ دو بڑے بیٹوں کے اور چالیس ہمراہیوں کے چمکور میں جا داخل ہوئے اور ایک چار دیواری میں جبراً داخل ہو کر پناہ لی۔ سکھوں نے اس بھاگ دوڑ میں گورو گوبند سنگھ کی دو بیویاں دہلی پہنچا دیں اور والدہ گورو گوبند سنگھ کی معہ دو بچوں کے ایک براہمن گنگا رام نام اپنے قدیمی رسوئیے (خدمتگار خانعہ یہ) کے گھر پناہ گزین ہوئیں۔ ان کی دردناک کہانی آگے سُنائیں گے۔ اُن کو یہاں چھوڑ کر ہم آپ کو چمکور کے میدان میں لے جا کر گورو گوبند سنگھ کے وہ کارنامے دکھاتے ہیں جن کی نظیر ساری دُنیا کی تواریخ میں ایک بھی نظر نہیں آتی۔ گورو گوبند سنگھ صرف چالیس ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ چمکور میں داخل ہوئے اور شاہی فوج ہندو راجگان جو گورو گوبند سنگھ کے تعاقب میں تھی۔ اس سے آگاہ تھی کہ گورو گوبند سنگھ کے پاس اب فوج نہیں رہی۔ اور وہ نہایت مختصر جماعت کے ساتھ ایک چار دیواری میں مثل شیر کے پنجرے میں بند ہے۔ ایسے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اُس کا تعاقب نہیں چھوڑنا چاہیئے اور زندہ گرفتار کرنے کا ایسا سہل موقعہ ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ شاہی فوج نے وہاں جا کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اب دیکھئے کہ کیا نازک موقعہ ہے۔ کجا لشکرِ شاہی اور کجا چالیس بے سروسامان سکھ کوئی ساری دُنیا کی تواریخ کے ورق اُلٹ کر دکھا دے کہ چالیس آدمیوں کے ساتھ کسی جرنیل یا سپہ سالار یا بادشاہ نے لشکر شاہی کا جس میں ہزاروں کی گنتی ہو مقابلہ کیا ہو یا اُن کے سامنے مرد میدان بننے کی کوشش کی ہو اور اس لشکرِ عظیم سے پھر نکل گیا ہو۔ ایسی کوئی نظیر دُنیا کی تواریخ میں نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔ گورو گوبند سنگھ کیلئے وہاں سے ہٹ جانا بوجہ روشن دن کے ممکن نہ تھا۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ کی تدبیر یہ تھی۔ کہ جس طرح ہو سکے اُن چالیس آدمیوں کو شام تک لشکر

کے ساتھ اُن کو لڑاتا رہے اور رات کو موقعہ پا کر وہاں سے بھاگ جائے اس پر بعض آدمی اعتراض وارد کرتے ہیں کہ گورو کو مر جانا چاہیئے تھا۔ اور بھاگنا نہیں چاہیئے تھا لیکن شاید گورو گوبند سنگھ کی عقل معترضوں سے کم تیز نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا اودیش پورا نہیں ہوا۔ اور اُس نے اپنے اودیش کو پورا کرنے کیلئے ابھی جینا مرنے سے بھلا ہے۔ وہ بزدل نہیں تھا۔ وہ کائر نہیں ہوا۔ وہ گھبرایا نہیں۔ حفاظت جان کے لئے وہ نہیں بھاگا۔ بلکہ اس لئے بھاگا کہ وہ پھر تازہ ہو کر اپنے پوتر اودیش کو پورا کرے۔ اگر وہ بزدل اور بے حوصلہ ہوتا تو وہ اپنے بیٹوں کو ہمراہ لیکر بھاگتا۔ نہیں نہیں وہ وہ دونوں بیٹوں کو اُس میدان میں اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرا کے اور اپنے لخت جگروں کے خون سے اس پریم سندیسہ پر دستخط کر کے وہاں سے نکلا جو وہ اپنے اپاہج، نامرد، بزدل۔ بے غیرت اور بے حیثیت قوم ہندو کے لئے لایا تھا۔ اُس نے اس پیغام پر اپنے دو نوجوان بیٹوں کے خون سے دستخط کئے اور دو معصوم بچوں کی شہادت البتہ اُن سے اس دستاویز کی شہادت (گواہی) بہم پہنچائی۔ کون ایسا بزدل ہے۔ کہ دل میں خون رکھتا ہو۔ کون ایسا بے صبر ہے کہ چشم بینا رکھتا ہو۔ کون ایسا کوڑھ مغز ہے کہ دماغ میں مخز رکھتا ہوا گورو گوبند سنگھ پر بزدلی اور بے حوصلگی کا اتہام دے سکے دنیا میں کسی نے ایسی دلیرانہ اور ایسی بے بلا کانہ۔ ایسی عالیشان اور ایسی بیخوف جرأت نہیں دکھائی۔ نیپولین کے سامنے شہنشاہان جرمن اور روس اور آسٹریلیا نے لاکھوں کی فوج کی موجودگی میں اپنے تئیں حوالہ کر دیا تھا۔ مصر کے اسلام نے نیپولین کے سامنے ہزاروں نے اپنے تئیں حوالہ کرنے میں عار نہیں سمجھا تھا۔ حال کی لڑائی میں کرونجی جیسے دل چلے بوئر جرنیل نے افواج انگریزی کے سامنے باوجودیکہ کئی توپیں اور چار ہزار سپاہ موجود تھی اپنے تئیں حوالہ کر دیا لیکن گورو گوبند سنگھ کی ہمت کا ذرا انصاف سے موازنہ کرو کہ صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ جب اُس کو چمکور کی چار دیواری میں پھنسے اور گری ہوئی حالت میں بادشاہی فوج کے

جرنل نے پیغام بھیجا۔ کہ اب تم اپنے تئیں شاہی فوج کے حوالہ کرو اور اپنے خالصہ دھرم کو خیرباد کہو تو گورو گوبند سنگھ نے اپنے تئیں حوالہ نہیں کر دیا۔ بلکہ اُس کے بیٹے نے اس پیغام پر تلوار سے جواب دیا اور وہاں ہی قاصد کا کھیت کر دیا۔ اور اپنے ایک سکھ کے ہاتھ جواب بھیجا کہ اکال پورکھ کی آگیا ہمارے لئے حوالہ کرنے کی نہیں بلکہ لڑ مرنے کی ہے۔ اکال کی آگیا خالصہ دھرم چھوڑنے کی نہیں ہے بلکہ خالصہ دھرم پھیلانے کی ہے اور باوجودیکہ صرف گنتی کی چالیس جانیں اُس کے پاس باقی تھیں لیکن تاہم چالیس کے ساتھ بقول اپنی قوم کی چڑیوں سے میں باز جگاؤں۔ تاہیں گورو گوبند سنگھ نام کہاؤں۔ اُس نے شاہی فوج کا مقابلہ سارا دن کیا۔ کیا یہ کہنا سچ نہ ہوگا کہ ایسا مہاپُرش اور بیر نہ چشم زمانہ نے کبھی دیکھا اور نہ کبھی زمانے نے پیدا کیا۔ ساری قومیں اپنے بہادروں اور شہیدوں پر جس قدر فخر کریں زیبا لیکن جو فخر ہندوؤں کو اور خالصہ کو گورو گوبند سنگھ کا ہے اُس کا مقابلہ روئے عالم میں شش جہان میں اور کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ایسی مثال کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ گورو گوبند سنگھ چمکور کے قلعہ میں یا ایک چار دیواری میں گھرا ہوا سارا دن اپنے چالیس جوانوں کو سامنے کرتا ہے ہرگز۔ اور ہر موقعہ پر خود تلوار لے کر پہنچتا ہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لخت جگر کو اپنے اودیش پر خون نچھاور کرتا ہوا دیکھتا ہے اور اُف نہیں کرتا افسوس نہیں کرتا۔ ملال نہیں کرتا۔ اور اپنے اودیش کو نہیں چھوڑتا۔ رستم داستان کا قصہ آپ کو یاد ہے کہ جب اُس نے اپنے بیٹے کو غلطی سے قتل کیا تھا اور معلوم ہونے پر کس قدر گڑگڑایا تھا کہ جب بیہوش ہو ہو جاتا تھا نیپولین جیسا بہادر روس کی لڑائی میں ایک اپنے جرنیل کے مرنے پر آنسو بہاتا تھا۔ رام چند اپنے بھائی کے مورچھا (بیہوش ہونے پر) ردن یعنی غم کرنے سے تھکتا نہ تھا اور ہنومان کو پہاڑ سے جیون بوٹی لانے کو کہتا تھا لیکن گورو گوبند سنگھ ہی تھا کہ اپنے بڑے بیٹے کا بلیدان دیکھ کر بھی

ہمت نہیں ہارا تھا اور وہ یہاں بھی اپنے کام پر بدستور تُلا ہُوا تھا۔ اجیت سنگھ بڑے بیٹے کے مرنے پر دوسرا بیٹا جوجھار سنگھ جس کی عمر ابھی ۱۴ سال تھی باپ کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ پتا کیا اُس کو اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے اور بھائی کے انتقام لینے کی اجازت ہے گورو گوبند سنگھ اپنے بیٹے کی نوجوانی اور پدری ماتا کا کچھ خیال نہ کر کے اُس کی یقینی موت کو سامنے دیکھتا ہُوا کہتا ہے کہ ہاں ہاں بیٹا جاؤ اور اپنے خون سے میرے دستاویز کی شہادت پوری کرو تاکہ میں تمہارے اور تمہارے بھائی کے خون سے اُس پر دستخط کروں اور میرا معاہدہ تکمیل پاوے۔ بیٹا جانے سے پہلے پانی کی آرزو کرتا ہے اور باپ جواب دیتا ہے کہ بیٹا اس پانی کی تم کو ضرورت نہیں۔ جاؤ تمہارا پانی وہ خون ہے جو تم اپنے بلیدان سے بہاؤ گے تم میدانِ رن میں شربت شہادت پیو اور یہ تمہارا پیاسا رہنا اس امر کا نشان ہوگا کہ خالصہ دھرم اپنے دھرم کے مخالفوں کی جان کا پیاسا ہے جس راستے تمہارا بھائی سورگ کو گیا ہے اُسی راستے تم جاؤ خلف الرشید بیٹا بے مثال اور بے نظیر بیٹا۔ ایک ہاتھ میں اپنے حسن اور جوانی اور دوسرے ہاتھ میں تلوار اصفہانی باپ کی آنکھوں کے سامنے گرو گوبند سنگھ کی وصیت کے نشان لے کر میدان رن میں کودتا ہے اور اپنے بھائی کی طرح اپنا لہو ہندو دھرم کے بچانے کے لئے نچھاور کرتا ہے۔ کیا گرو گوبند سنگھ بزدل تھا۔ کیا گرو گوبند سنگھ کافر تھا نہیں نہیں وہ روسیاہ ہے جو ایسا کہے اُس مُنہ میں خاک جو یہ ادعا کرے اگر وہ میدان سے نکلا تو محض اُس اُمید میں کہ دُنیا بہ اُمید قائم است شاید آئندہ زمانہ میں وہ دیش اور دھرم کی کوئی خدمت کر سکے اگر وہ بے مہر ہوتا تو کیا وہ اپنے بیٹوں کو بچا کر ساتھ نہیں لیجا سکتا تھا اور اُن کو بھگا نہیں سکتا تھا۔ لیکن نہیں خود اُس نے اپنے بیٹوں کا لہو الیسے نکتہ چینوں اور زبان درازوں کے پیش کیا تھا۔ شام تک چالیس سکھ لڑتے بھڑتے رہے اور ۳۵ تو میدان میں کام آئے اور صرف گورو گوبند سنگھ اور تین اُن کے سکھ دھرم سنگھ۔ مان سنگھ۔ دیا سنگھ نام باقی رہ گئے تھے ذرا دیکھنا چار آدمیوں کو لشکر شاہی گرفتار نہیں کر سکتا اور رات کو اُس

مکان کا دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ بخوف رعب گورو گوبند سنگھ کوئی اُس مکان میں داخل نہیں ہوتا لشکر شاہی کا پہرو قایم ہوتا ہے لیکن وہ بینظیر بہادر اور بے مثال شجاع وہاں سے میدان جنگ کو نظر عبرت سے دیکھتا ہوُا اور اخیری واقعہ اپنے پیارے بیٹوں کے مُنہ اور اپنے پانچ پیاروں کے ہاتھ چُومتا ہوُا نکل ہی جاتا ہے اور اپنے بیٹوں کی لعشوں کے ساتھ اپنے پانچ پیاروں کی نعش وہاں ہی چھوڑ جاتا ہے کون سی چیز پیاری تھی جو گورو گوبند سنگھ نے قوم سے دریغ کر رکھی ہو یا اُٹھا رکھی ہو۔

گورو کا چمکور کے میدان جنگ سے نکل جانا اور اُسکی تکلیف اور معصوم بچوں کا قتل

گورو وہاں سے کس طرح نکلا۔ کہا جاتا ہے کہ بچے ہوئے سکھ ہمراہیوں نے اُس مکان سے باہر نکل کر شور مچایا کہ ہندوؤں کا پیر نکل چلا ہے۔ فوج شاہی میں کھلبلی مچ گئی اور دوسری طرف موقعہ دیکھ کر اندھیری رات کے سایہ میں گورو گوبند سنگھ باہر نکل گئے اور پا برہنہ با داغ دِل جنگل کی طرف راہ لی۔ گورو گوبند سنگھ کی غم انگیز کہانی کو یہاں چھوڑ کر ناظرین آپ کو اُس کے دو چھوٹے بچوں کی درد آمیز۔ اور رقت خیز قربانیوں کا ذکر سناتے ہیں۔ جب آنند پور سے نکلنے پر فوج شاہی نے گورو گوبند سنگھ کا تعاقب کیا اور چند سکھ مشکل سے دریا کے پار ہو کر گورو گوبند سنگھ کی بیویوں کو تو دہلی کی طرف لے گئے۔ گورو گوبند سنگھ کی والدہ نے علاقہ روپڑ میں بمقام موضع کھیڑی اپنے قدیمی نمکخوار ایک براہمن گنگا رام نامی رسوئیے رخدمتگار کے گھر پناہ لی۔ گورو گوبند سنگھ کی والدہ کچھ زر و جواہر ساتھ لیتی گئی تھی۔ اُن کے طمع میں براہمن کی آنکھیں بدل گئیں اور وہ نمک حرامی پر تیار ہو گیا۔ ہر چند اُس کی بیوی نے اسکو سمجھایا مگر اُس نمکحرام نے تمام حقوق خدمت پر پانی پھیر کر طوطا چشمی اختیار کی۔ اور زر و جواہر کی چمک سے اُس کی مروت کی آنکھیں چندھیا گئیں اور اُس نے نواب جانی خاں ماتحت صوبہ سرہند کو خبر کر دی کہ گورو گوبند سنگھ کے چھوٹے بیٹے

اس کے مسکن میں پناہ گزین ہیں۔ برہمن ایک ایسی قوم ہے کہ جو عرصہ دراز سے ہندوؤں کے جسم سے جونک کی طرح خون چوس کر گوارہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کو اپنی غرض اور پیٹ کے لئے اپنے آقا۔ راجہ۔ مالک اور قوم اور اہلِ وطن سے دغا کرنے میں ذرا بھی دریغ نہیں ہے۔ ہندوستان کی ساری تواریخ اس کی دغابازیوں اور نمک حرامیوں۔ خود غرضیوں۔ نفس پرستیوں سے پُر ہے۔ ان کو نہ مانگنے سے شرم ہے اور نہ گداگری سے عار ہے۔ نہ ان میں مروت ہے اور نہ احسانمندی کا مادہ۔ وہ ہندوؤں کی تمام ذات اور جان و مال کو اپنے تئیں قدرتی حقدار سمجھتے ہیں۔ کاش ہندو قوم اُنکے پھندے سے نکلتی اور اُن کے رعب سے باہر ہو سکتی۔ ان کی دغابازیوں اور ناشکریوں کے چند واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم نے مدت ہوئی ایک مختصر رسالہ برہمن دوست ہیں یا دشمن" میں لکھے تھے۔ غرض اس برہمن کی چغلی پر نواب نے اُن بچوں کو پکڑوا منگوایا اور صوبہ سرہند کے پاس بھیجدیا جبکو برہمن کی اس بدذاتی کا بھی باعث معلوم ہو گیا۔ اور اُس سے وہ زر و جواہر جس کے نشے میں وہ بہک گیا تھا لیکر اپنے تصرف میں لایا اور اس خدمت کا عوضانہ اس دیوتا کو یہ ملا کہ صرف اُس کی جان بخشی کی گئی۔ گورو گوبند سنگھ کے جو دو بچے صوبہ سرہند کے سامنے لائے گئے ایک کا نام زور آور سنگھ تھا اور دوسرے کا نام فتح سنگھ پہلے کی عمر ۹ سال کی تھی اور دوسرے کی ۷ سال کی۔ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ جب یہ صوبہ کے روبرو پیش ہوئے تو اُن کو اول ایک برج میں قید کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ برج ابتک ٹھنڈا برج کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ دوسرے دن یا چند دن بعد دونوں ننھا لال جگر گورو گوبند سنگھ کو اپنے روبرو بلایا اور کہا کہ لڑکو تم اسلام قبول کرو اور مسلمان ہو جاؤ اور پھر مزے سے شاہانہ زندگی بسر کرو۔ ورنہ تم کو قتل کیا جاوے گا اور تلوار کی گھاٹ پار اتارا جاویگا۔ اے اہل زمانہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان معصوم ناز پروردہ اور ان ننھے بچوں نے کیا جواب دیا۔ وہ جواب دیا کہ جو گورو گوبند سنگھ کے بچوں کیلئے شایاں تھا جو گورو گوبند سنگھ

کی عزت اور افتخار کا باعث تھا جس کی اس عمر کے بچوں سے کبھی اُمید نہیں ہو سکتی تھی اور وہ جواب یہ تھا کہ ہم گورو گوبند سنگھ کے لختِ جگر ہیں۔ ہم شہید القوم اور فنا فی الوطن کے نور چشم ہیں ہم میں اپنے بہادر باپ اور بیر پتا کا خون ابھی تک زندہ ہے۔ اس لئے ہم اسلام کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں اور اس کو کسی طمع یا اُمید میں قبول نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے خالصہ دھرم کو اپنی نقد جان کے عوض فروخت کرنا نہیں چاہتے اگر جان جاتی ہے تو جانے دو پرواہ نہیں لیکن اکال کی آگیا کو بھنگ کر کے ہم اپنے دیش اور دھرم کے دشمنوں کا دین اختیار نہیں کر سکتے۔ بڑے بیٹے نے یہ دلیرانہ اور بیباکانہ تقریر کی اور ساتھ ہی بیدھڑک ہو کر کہا کیا اسلام قبول کرنے سے ہم آخر موت کے پنجہ سے بچ سکتے ہیں۔ جب مرنا برحق ہے تو ہم کو اپنے باپ کے او دیش کیلئے مرنا چاہیئے اور ہم اُسکے لئے تیار ہیں۔ صوبہ سرہندان ننھے بچوں کی ایسی آزادانہ او بیباکانہ تقریر سُن کر ششدر اور حیران رہ گیا اور غصہ میں پیچ و تاب کھا کر دونوں کی گردن مارنے کا حکم دے دیا ساری دُنیا بیدرد نہیں ہوتی اور نہ سارے دل سیاہ ہوتے ہیں۔ نواب شیر محمد خاں کوٹلوی نے صوبہ کو کہا کہ ان ننھے بچوں کا کیا قصور ہے۔ قصور باپ کا اور سزا ان کو دی جاوے۔ یہ کہاں کا انصاف اور کیسی شرع ہے صوبہ شاید خونِ بے گناہاں سے ٹل جاتا مگر اُس کے دیوان سچانند کھتری نے جسکی گورو گوبند سنگھ سے ناسازی تھی کہا کہ افعی راکشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن کارِ خردمندی نیست۔ چراکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ ان بچوں کو بچانا بالکل غیر مناسب ہے۔ اے بھارت بھومی یہ تیری سنتان کا حال ہے اپنے برہمن بیٹے کا تم نے وہ حال دیکھا کھتری بیٹے کو بھی اب دیکھ دیوان جی کی دشمنی تو باپ سے ہے اور انتقام لیتے ہیں انکے خورد سال بچوں سے اے بھارت بھومی تجھے ایسے ہی خود غرض اور کمینہ خصلت اولاد نے پیرٹ کر رکھا تھا اے بھارت بھومی تیرے ایسے ہی بد اخلاق اور حسد سے معمور پتروں نے تجھے یہ دُکھ پہنچایا۔ جب تیرے اپنے بچے بھائیوں کے خون کے پیاسے ہوں بغض اور انتقام میں اپنے ہی بھائیوں کا لہو پئیں تو

پھر بتا اور کسی پر کیا گلہ اور کیا شکوہ۔ جب تیری اولاد آپس میں کٹ مرنے کو تیار ہو اور ایک دوسرے کی خون آشام ہو تو پھر تیری حفاظت کون کرے۔ تم نے اپنے دو بڑے درجہ والے دونوں پوتوں یعنی برہمن اور کھتری کا حال دیکھ لیا۔ مسکین چھوٹے بھائی شودر کا گورو گوبند سنگھ نے ہاتھ پکڑا ہے کہ وہ تیری حفاظت کریں۔ لیکن یہ بڑے بھائی اُس کو اس دُنیا میں کب اُبھرنے دیں گے اے بھارت بھومی! اپنے پتروں کیلئے تم ایشور سے پرارتھنا کرو کہ وہ آپس میں محبت کرنا سیکھیں۔ اور ایک دوسرے کیساتھ اخوت پیدا کریں۔ قصہ مختصر ایک دو دن کا وقفہ ڈال کر پھر بچوں کو دعوتِ اسلام دی گئی اور انعام و اکرام اور جاگیرات اور عیش و عشرت کے زبانی نقشے اُنکے سامنے کھینچے گئے مگر زورآور سنگھ نے وہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا اور کہا کہ اے بیمروت ہم ہنچروزہ زندگی کیلئے اپنے دھرم کو نہ بیچیں گے۔ ہم گورو گوبند سنگھ کے بیٹے ہیں جو موت سے نہیں ڈرتے۔ ہم کو موت سے نہ ڈراؤ جو تمہارے جی میں آئے کر گزرو۔ حیف ہے تم پر اگر تم نے اپنے دِل کا ارمان نہ نکالا اور حیف ہوگی ہم پر اگر ہم نے موت کا مقابلہ ہنسی اور خوشی سے نہ کیا۔ آخر بے درد اور بے رحم صوبہ نے حکم دیا کہ انکو زندہ دیوار میں چُن دیا جاوے دونوں بچوں کے ارد گرد دیوار کھنچی جانے لگی۔ لیکن بچے مُورت کی طرح خاموش کھڑے ہیں۔ پتھر کی طرح جمے ہوئے ہیں۔ دیکھنا اُن کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہیں اُنکے ہونٹوں پر لرزہ نہیں ہے اُن کے بازوؤں پر رعشہ نہیں ہے اُنکے چہرے کا رنگ سفید نہیں ہوا۔ اُنکی پیشانی پر پسینہ نہیں آیا۔ ہاہاہا! کیا استقلال ہے کیا حوصلہ ہے۔ کیا ہمت ہے۔ کیا بلیدان کا بل ہے۔ ذرا دل کو ٹٹولنا۔ وہ شانت ہے اور بے پرواہ ہے۔ یہ ہمت اور یہ روح یہ خون اور یہ جوشِ محبت کی بے پروائی ہی اُن کو کس نے سکھائی تھی پیارے پتا گورو گوبند سنگھ کی عملی زندگی نے جب دیوار ذرا آگے بڑھتی ہے تو چھوٹا بچہ آثارِ ملال ظاہر کرتا ہے بڑا بھائی للکار کر کہتا ہے کہ فتح سنگھ کہو۔ واہگورو کا خالصہ واہگورو کی فتح۔ خبردار اپنے پتا گورو گوبند سنگھ کی تم کو قسم ہے اپنے ماتا کے دودھ کی تم کو

قسم ہے اگر تم گھبرائے وہ سنبھل جاتا ہے اور دیوار تا بسینہ پہنچ جاتی ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے اور ایسے پیر ٹت وقت میں پھر انکو دعوت اسلام اور زندگی انکار اور موت پیش کئے جاتے ہیں اور پھر یہی جواب ملتا ہے کہ ہم کو اس دیوار کے اُس طرف بہشت نظر آتا ہے ہم کو اس دُکھ کی ذرا پرواہ نہیں ہے۔ ہم اپنے خالصہ دھرم کو اس ملعون موت پر ترجیح دیتے ہیں اور اکال پُورکھ کی آگیا کو پورا کرتے ہیں۔ آخر دیوار سر تک پہنچی اور معصوم بچے ہمیشہ کے لئے شانت ہو گئے اور اپنی بھارت بھومی کی گود میں شانتی کے ساتھ لیٹ رہے۔ وہ تو مر گئے مگر نام کر گئے اور ہندو قوم کو عموماً اور اہلِ خالصہ کو خصوصاً زندہ کر گئے اور دُنیا کو دکھا گئے کہ وہ قوم واقعی زندہ ہے جس میں ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں اور وہ زمین مبارک ہے جس کی گود میں ایسے پُتر پلتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ مرد صورت جو چند ٹکوں کی خاطر اپنے دھرم کو خیر باد کہتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ ریش دراز جو ایک بڑھیا کیلئے اپنا دین گنواتے ہیں۔ کوئی محمدؐ کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور کوئی عیسےٰ کے پیرؤں کی جگہ کو رونق دیتے ہیں۔ اے اہلِ وطن یہی دو بچے تھے جنہوں نے اپنے باپ کے پریم سندیسہ پر اپنے لہو سے گواہی لکھی اور خلف الرشید ہونے کا ثبوت دیا۔ کرشن نے جوان اور بلوان ہو کر اپنے باپ کے دشمنوں کا انتقام لیا۔ اُس کا مقابلہ ہم گورو گوبند سنگھ کے ان ننھے معصوم بچوں کی ہمت اور بہادری سے کس طرح کریں۔ باپ نے حکم نہیں دیا مگر تا ہم باپ کے دیش کے لئے قربانی کی۔ کرشن جیسے بلوان اور جوان نہیں مگر اُس سے بڑھ کر ہمت دکھاتے ہیں۔ ان بچوں کے مارنے میں مسلمانوں نے اُس ظلم سے کچھ کم ظلم نہیں کیا جو خود انہوں نے اپنے پیغمبر کے معصوم نواسوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں کئے تھے جن کو آجتک شیعہ مسلمان بذریعہ گریہ و زاری اور دیگر مسلمان بذریعہ سوزِ دل آجتک یاد رکھتے ہیں۔ لیکن سکھوں نے اُنکے غم کو نہایت حوصلہ سے برداشت کیا۔

جب گورو گوبند سنگھ کی والدہ نے اپنے ننھے بچوں کی اس دردناک اوستھا کا حال سُنا

تو غم سے بیہوش ہو کر زار زار روئی - ایسا دلسوزی سے گریہ وزاری کی کہ بیان سے اُس کا قیاس زیادہ آسان ہے - فرطِ غم اور کثرتِ غم میں درد دلیار کے ساتھ سر ٹکرا کر یہ کہتی ہوئی مرگئی کہ میرے لاڈلے بچو میرے پیارے پوتو میرے لالو میرے لونہالو ذرا ٹھہر جانا میں تم کو تھپک تھپک کر سلانے اور لوری دینے کیلئے تمہارے پاس آیا چاہتی ہوں - وہ کیا وقت ہوگا اور کیا زمانہ جس کا حال سننے سے طبیعت گھبراتی ہے اور کلیجہ مُنہ کو آتا ہے اور دل خونبار ہو جاتا ہے - دیکھنے سے معلوم نہیں کہ کتنے دکھ ہوتے اور کتنا فکر اور درد پہنچتا - ایشور ہمیشہ تیری منگل اچھیا پوری ہوتی ہے -

ناظرین آپ کو اس اندوہگیں نظارے سے نکال کر اب دوسری طرف لیجانے کی ضرورت ہے - آپ نے چاروں بیٹوں کی جان نثاری اور شہادت دیکھ لی - اب باپ کی درد کہانی سنو -

گورو گوبند سنگھ کا حال بعد اُسکے کہ وہ چمکور سے نکل کھڑا ہوا

اندھیری رات میں وہ پا برہنہ چلنے لگا کانٹے اور جھاڑیاں نظر ہی نہ آتی تھیں وہ اُن سے بچ کیونکر سکتا تھا پاؤں زخمی ہو گئے اور لہو لہان - تاہم وہ سورج نکلتے تک چلتا رہا - شاہی فوج نے کچھ تو رات کو تعاقب کیا تھا اور کچھ دن کو نعشوں کے ڈھیر میں اُس کی لاش شناخت نہ کر کے فوج ہر سمت تعاقب میں روانہ ہوئی - صبح چلے جا رہے تھے کہ دو گوجروں رمضو و کالو نام نے جنگل میں اُن کو شناخت کر لیا اور پکڑ لو پکڑ لو کا شور اُٹھا دیا - قبل اس کے کہ ان کا شور کوئی سُنے گرو بجلی کی طرح اُن کے سر پر پہنچے اور پہلے چند اشرفیاں اُنکے سامنے پیش کر کے اُن کو چپ کرانا چاہا مگر وہ ماننے میں نہ آئے اسلئے گورو گوبند سنگھ نے اُن کو اپنی تلوار سے خاموش کرایا اور آگے چلنے لگے - چونکہ دن چڑھ آیا تھا اور سایہ بے تعاقب کیئے جانے کا انکو یقین تھا اس لئے ایک مقام پر گھنے جنگل میں گورو گوبند سنگھ زمین پر دو چار ڈھیلے جمع کر کے اور تکیہ بنا کر سو رہے تھکے ہوئے تھے اور خبر نہیں کہ کئی راتوں سے

نیند نہیں لی تھی نیند آگئی۔ ایسے موقعہ کے مناسب حال کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

خشت زیر سر نہیں بالاں تکیہ تھا زالفِ دوست

رات کو بھی وہاں ہی رہے اور کھایا پیا کچھ نہیں۔ اس مقام پر اب گوردوارہ بنا ہوا ہے
ٹھیک معلوم نہیں کہ دراصل یہ وہی مقام ہے پچھلی رات کو چل کر قصبہ ماچھی واڑہ کے
شرق میں ایک باغ میں دن کو اپنے تئیں پوشیدہ کر رکھا اس باغ میں اُنکی یادگار میں
ایک مکان چرن کمل کے نام سے بنا ہوا ہے وہاں نبی خاں اور غنی خاں دو پٹھان
بھائی اُس اپنے باغ کی سیر کو آئے اور گورو گوبند سنگھ کو شناخت کرلیا جس کے پاس وہ
عموماً گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے اور اُنکی صورت اور وضع سے قیاس کیا کہ میدان
جنگ سے بھاگ آئے۔ اگرچہ مسلمان تھے مگر کسی وقت کے گرو کے گرویدۂ احسان تھے
اِن میں اس قدر لیاقت اور دل موجود تھا کہ وہ اپنے احسان کو یاد رکھیں اور احسان فراموشی
کا کمینہ داغ نہ اُٹھائیں۔ چنانچہ انہوں نے بجائے اس کے کہ گرو کو نقصان پہنچائیں یا
اس کو افشا کریں بہلول پور تک اپنی حفاظت میں پہنچا دیا۔ اس مقام پر تین سکھ
جو چمکور کے میدان سے باقی بچ کر اُس رات کو شور کرتے تھے کہ گرو بھاگ گیا وہ بھی
فوج کی کھلبلی میں بھاگ کھڑے ہوئے راستہ میں مسلمانوں کا بھیس بدل کر تلاش کرتے
کرتے گورو گوبند سنگھ کے پاس یہاں پہنچے۔ اس نواح میں شاہی لشکر کا ایک حصہ
بھی تلاش گرو میں پہنچ گیا۔ گلابہ سنگھ ایک سنگھ کے گھر میں پناہ لی۔ ایک روایت ہے
کہ گلابہ سنگھ نے آخر گورو کو گھر سے نکال دیا۔ دوسری یہ ہے کہ خود گورو کو بہلول پور میں قاضی
پیر محمد یا میر محمد کے گھر پہنچا آیا۔ یہ قاضی گرو کا لڑکپن کا ہم سبق یار تھا اُس نے پناہ دی اور
شرط مروت اور موانست کو پورا نبھایا اسکے گھر میں گورو گوبند سنگھ نے اُسکے گھر کا پکا ہوا
کھانا کھایا کیونکہ اگر وہ کسی ہندو سے کھانا منگواتے تو چونکہ شاہی فوج ہر طرف پھر رہی تھی اور
گورو کی تلاش ہو رہی تھی مبادا شک پیدا ہو اور گورو کو ہندوؤں پر چنداں بھروسہ بھی نہ

تھا۔ اس لئے ان کے گھر کا پکا ہوا کھانا پسند کیا اور ایسے موقعہ کیلئے اس نے ہدایت کی کہ آئندہ لضرورت سکھ مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں یہاں قاضی پیر محمد کے مکان میں مشورہ ہوا اور آخر یہ تجویز ہوئی کہ غنی خاں اور قاضی ساتھ ہوں۔ گرو اُس زمانہ کے مسلمان پیر کا لباس اختیار کریں اور اُنکو اوچ کا پیر مشہور کر کے ملک مالوہ میں پہنچا دیں۔ اُس زمانہ میں دستور تھا کہ پیر جی کو چارپائی پر بٹھا کر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے جاتے تھے۔ اسی تدبیر پر عمل کیا گیا۔ ہمراہی تین سکھوں نے بھی مسلمانوں کا لباس پہنا گرو نے نیلی پوشاک پہنی اور اُنکو چارپائی پر اُٹھا کر اوچ کا پیر مشہور کرتے ہوئے گاؤں بہ گاؤں پھراتے ہوئے مالوہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ کیسی مبارک پارٹی تھی۔ گورو گوبند سنگھ بڑی ہمت اور دلیری کو کام میں لائے کہ مسلمانوں کے ہاں پناہ لی۔ اور یہ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے ایسے نازک وقت پر مسلمانوں کے ہاں کیوں پناہ لی۔ جہاں خطرہ زیادہ تھا اور اُمید کم۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اُس نبض شناس کو کوئی سکھ اس نواح میں نظر نہ آیا ہوگا جس کے ہاں وہ پناہ لے سکتے۔ ہندوؤں کی بزدلی اور خودغرضی پر انکو بھروسہ نہ ہوگا۔ واقعی اگر وہ کسی کھتری یا برہمن کے گھر پناہ لیتے تو ضرور شربت مرگ اُنکے نذر ہوتا لیکن گورو گوبند سنگھ نے اپنی تجربہ کار آنکھ سے دیکھ کر یہ مناسب خیال کیا ہوگا کہ از بیم بلا در بلا بودن بہ۔ چنانچہ اُن کا تجربہ صحیح نکلا۔ اور مسلمانوں نے اُنکو پناہ دی اور ملک مالوہ تک آخر لے ہی گئے۔ مسلمان پیر کی صورت میں موضع گھنگھر لے پہنچے۔ وہاں جھنڈا استری ہمراہیوں کے لئے ہتھیار خرید کئے اور وہاں سے موضع ہیر میں مہنت کرپال داس کے ڈیرے میں پہنچے۔ اس نے اُنکو اپنے مکان میں نہ رہنے دیا کہ بادشاہ کے باغی کو وہ اپنے مکان میں جگہ نہیں دے سکتا۔ ذرا مہنت کا حوصلہ بھی دیکھنا۔ رائے کلہ رئیس رائے کوٹ کے مسکن جت پورہ میں پہنچے بارے اُس نے گورو کی خاطر و مدارات کی۔ وہ بھی مسلمان تھا۔ اور وہاں

سکھوں نے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ گورو گوبند سنگھ کے نذر کئے۔ یہاں پر گورو گوبند سنگھ
کو اپنے دو خورد سال صاحبزادوں اور والدہ کے مرنے کی خبر ملی جس کو اُنہوں نے اپنے
معمولی حوصلہ سے سُنا اور ایشور کی منگل اچھیا پورن ہونے پر شانتی ظاہر کی۔ اور گورو
نے کہا کہ جو کچھ ہُوا سو ہُوا لیکن ایک دن آوے گا کہ خالصہ سرہند کی ایک ایک اینٹ
جُدا کر کے اپنے معصوم بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ یہ ایک قسم کی پیش بینی کی صورت
میں سکھوں کے لئے گرو کی وصیت تھی جو پوری ہوئی۔ جس کا مفصّل بیان ہم گرو بندا کی سوانح
عمری میں لکھ آئے ہیں۔ آخر وہاں سے چند مواضعات شیخو پورہ۔ دھنولہ۔ ناگرہ سے
گذرتے ہوئے بماہ مگھر سمت ۱۷۶۱ بمقام دینہ پہنچے یہاں گورو گوبند سنگھ نے کچھ دن آرام کیا۔
اور اپنی حالت کو کچھ پھر سنبھالا۔ مالوے کے چند سنگھ جمع کر کے اسلحہ بہم پہنچائے اور سکھوں کے لئے
تدبیریں حاصل کیں اور یہاں سے ایک خط ملے ہوئے فارسی اور پنجابی بھاشہ میں نظم کر کے
اورنگزیب کے پاس بھیجا یہ خط ظفر نامہ کے نام سے منسوب ہے اگرچہ اس خط کے مضمون کو
غیر فارسی دان سکھوں نے گورمکھی زبان میں لکھکر بہت کچھ ناقابل فہم بنا دیا ہے۔ لیکن جو
کچھ اس سے پتہ ملتا ہے اُس سے واضح ہوتا ہے کہ اورنگزیب نے اُسے دربار میں
وعدہ وعید دے کر بُلایا اور قسمیں درمیان میں لایا۔ بجواب اس کے گورو گوبند سنگھ نے
بڑے شد و مد سے لکھا کہ اُس کو اورنگزیب کے قول و قرار پر اعتبار نہیں ہے۔ وہ بے ایمان
ہے اور بیدین اور اس شخص کے وعدہ اور قسموں پر اعتبار کرنا آسان نہیں ہے۔ اور
ساتھ ہی اُسکے اُسکو لکھا کہ وہ مظالم اور بیرحمیوں سے باز آ جاوے ورنہ خدا کے سامنے
اُس سے اس کی بابت کوئی جواب نہ بن پڑیگا اور نہ کوئی صفائی اُسکے اعمال بد کی ہوگی اور ساتھ
ہی یہ بھی لکھا کہ وہ خود اب دنیا سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا محض اُس کی تخریب کے لئے وہ اور ہمیشہ
سکھ تیار رہیں گے اور اُس کی بیخکنی کیلئے ہمیشہ وہ سعی کرتے رہیں گے اور کھ انتقام لیکر آرام کرینگے۔
مضمون خط ثابت کرتا ہے کہ گرو گوبند سنگھ بلا کا بہادر اور نڈر تھا۔ دینہ سے چلکر گورو گوبند سنگھ مختلف مواضعات

میں سے گذرتے ہوئے کوٹ کپورہ پہنچے۔ رائے کپورہ نے گورو کی سیوا کی۔ اور کئی گھوڑے ہتھیار اور نقد بھی نذر کیا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کی اُس خواہش کے پورا کرنے سے انکار کیا۔ کہ وہ گورو گوبند سنگھ کو کوٹ کپورہ میں رکھ کر بادشاہی افواج کے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے کی مہلت دیوے۔ اور خود بھی اُس کے ساتھ شامل ہو۔ وہاں سے گورو گوبند سنگھ ناراض اور کچھ نا امید ہو کر آگے بڑھے۔ موضع ڈیلوان میں پہنچے سوڈھی کول صاحب پرتھی چند کی اولاد سے یہاں رہتے تھے۔ وہ گورو گوبند سنگھ کو بڑے تپاک سے ملے۔ اور انہوں نے گورو گوبند سنگھ کو کہا۔ کہ اب نیلا لباس اتار دینا مناسب ہے۔ چنانچہ گورو گوبند سنگھ نے نیلا لباس اُتار کر آگ میں ڈال دیا۔ اور زبان مبارک سے یہ کہا۔ "نیلے بسترے کپڑے پھرے ترک پٹھانی عمل گیا"۔ یہ کپڑے آگ میں کیوں جلائے؟ اس لئے کہ سکھ ان کو اپنے پاس رکھ کر اُن کی پوجا نہ کرتے پھریں۔ اگرچہ آپ کی یہ احتیاط بہت دانشمندانہ تھی لیکن وہ قوم جو اس کے قدم قدم پر احسان مند تھی یعنی سکھ۔ کب اس کی یادگاروں اور تبرکوں کو اپنے پاس رکھنے سے باز آ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کئی تبرک قابو رکھے۔ مثلاً نشان صاحب چولا صاحب۔ جو آج کل مشہور اور منجملہ گروؤں کے تبرکات کے ہیں۔ لیکن افسوس۔ کہ ان کی ایک گونہ پرستش کی جاتی ہے اور اُن کو ذریعہ معاش بنایا جاتا ہے۔ یہ مذموم ہے۔ لیکن تبرکات کا رکھنا اپنے بزرگوں کی تعظیم: احسانمندی اور شکر گذاری کا نشان ہے۔ اس مقام پر وہ سکھ اپنے گورو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے آنند پور کے معرکہ جنگ میں گورو کا ساتھ چھوڑا تھا۔ اور گورو سے عفو تقصیر کے خواہشمند ہوئے۔ کیونکہ جب وہ اپنے گھروں کو واپس گئے تھے تو خویش و اقربا ناراض ہوئے۔ اور بھائیوں نے سب کو شرمندہ اور ذلیل کیا۔ کہ تم ایسے نازک وقت میں اپنے گورو کو چھوڑ کر کیوں نکل آئے۔ اُن کا وہاں رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنے اہل وطن کی نظروں سے گر گئے تھے۔ اس لئے ناچار اُن کو پھر اپنے گورو کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

خالصہ دھرم کی بزرگی اور گورو گوبند سنگھ کی محبت ہر ایک دل میں گھر کر گئی تھی۔ اور ہر ایک دل سے چاہتا تھا۔ کہ وہ گرو کی خدمت کرے۔ گورو گوبند سنگھ کا مشن اس وقت بالکل عام پسند ہو رہا تھا۔ چونکہ اس اثناء میں صوبہ سرہند کو خبر ملی۔ کہ گورو گوبند سنگھ موضع ڈلیوان کیطرف منڈلا رہا ہے۔ اور پھر سکھ اس کے ماتحت جمع ہو رہے ہیں۔ کچھ اس کو اورنگ زیب کے تعمیل حکم اور کچھ اپنے اعمال کا خطرہ اس بات پر آمادہ کرتے تھے۔ کہ گورو گوبند سنگھ کو بالکل نابود یا کمزور کیا جاوے۔ اپنی فوج لیکر پھر گورو گوبند سنگھ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ گرو گوبند سنگھ کو جب خبر پہنچی تو پھر ایکدفعہ میدان جنگ میں آنے کے لئے تیار ہو گیا اور ہر طرف سے سکھوں کی ایک مختصر جماعت جو مل سکی تیار کر کے میدان میں نکلا۔ اسی عرصہ میں ان سکھوں نے عفو قصور چاہا اور موقعہ کی ضرورت محسوس کر کے گورو گوبند سنگھ نے ان کا قصور معاف کر دیا اور اپنے ساتھ لڑائی میں شامل کر لیا۔ گورو گوبند سنگھ میدان صحرا کھندرانہ میں مورچہ بنا کر صوبہ سرہند کے حملہ کی انتظار کرنے لگا۔ آخر وزیر خاں صوبہ سرہند وہاں گرو کے تعاقب میں پہنچا اور تاریخ یکم ماگھ سمت ۱۷۶۲ کو لڑائی کا میدان گرم ہو گیا۔ سکھ بڑی مردانگی سے جان توڑ کر لڑے لاشوں کے ڈھیر جمع ہو گئے۔ اس میدان میں پانی کے ذریعہ کو سکھوں نے قابو کر لیا۔ مسلمان لشکر کو پانی نہ ملنے کے باعث تکلیف ہوئی وزیر خاں نے پانی کے چشمہ کو قابو کرنے کیلئے کئی بار حملہ کیا لیکن پسپا ہوا۔ پانی کی تکلیف سے لشکر گھبرایا۔ آخر وزیر خاں نے میدان چھوڑ کر مراجعت کی سکھوں نے تین چار کوس تک تعاقب کیا اور اس لڑائی میں بہت نقصان مسلمان فوج کو پہنچا۔ آخر میدان گورو گوبند سنگھ کے ہاتھ رہا مسلمان شکست کھا کر واپس سرہند چلے گئے اور آئندہ تعاقب گورو گوبند سنگھ کا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اب ویران جنگلوں میں مزید تعاقب مشکل ہو گیا تھا۔ ان واقعات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ گرو گوبند سنگھ اپنے اودیش کے پورا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اور موقعہ کا منتظر تھا۔ اور چمکور کے میدان سے نکل کھڑا ہونا کسی قسم کی بزدلی یا خوف کے باعث سے

نہ تھا۔ بلکہ کسی آئندہ موقعہ پر کام کے لئے زندگی کو محفوظ رکھنے کا تھا کیونکہ وہ اپنی زندگی تو اپنی قوم کیلئے دے چکا تھا اور اس قوم کے کام میں اسنے اپنی قیمتی زندگی خرچ کرنی تھی لیکن کام بہت کرنا تھا اور جو کچھ ہوا تھا۔ وہ ابھی تک مکمل نہیں تھا۔ ایک امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس لڑائی میں رائے کپورا جو گورو گوبند سنگھ کے ساتھ مسلمانوں کے مخالف لڑنے سے انکار کرتا تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ گورو گوبند سنگھ کے مخالف میدان میں آیا تھا۔ گویا ہندوؤں سے گورو گوبند سنگھ کو امداد تو کجا۔ ہر وقت مخالفت کی امید تھی۔ کیونکہ ہندو ناخدا شناس اور ناسپاس ہو گئے تھے۔ قومیت کی محبت ان میں چھو بھی نہیں گئی تھی۔ اسوقت کے ہندو بھی معلوم ہوتا ہے کہ چشم بصارت سے محروم تھے یا کوڑ مغز تھے۔ باوجودیکہ گورو گوبند سنگھ کا اودیش ڈنکے کی چوٹ ظاہر تھا لیکن تاہم خود ہندو اس کی مخالفت کئے جاتے تھے۔ اور اسکے مقابلہ میں دشمن سے ملکر تلوار اٹھاتے تھے۔ خیر جب مسلمان رزمگاہ کو پشت دیکر چلے گئے تو گورو گوبند سنگھ نے اپنے سکھوں کی لاشوں میں خود جا کر انکے منہ پر سے اپنے رومال کے ساتھ خون پونچھتا رہا اور یہ کہتا رہا۔ کہ شاباش بہادرو تم تلوار کے راستہ سورگ میں چل بسے جہاں سنگھ ماجہ کے بدن میں کچھ جان باقی تھی گورو نے اسکے منہ میں پانی ٹپکایا۔ اور اسنے آنکھیں کھولکر جو دیکھا گورو گوبند سنگھ کو سامنے پایا اور موقعہ دیکھ کر اسنے اپنے تئیں سنبھالا! اور گورو گوبند سنگھ کو ناتوان آواز میں کہا۔ کہ میری اس خدمت کے صلہ میں آپ ماجہ کے سکھوں کے اس کاغذ کو پھاڑ ڈالیں جسکے ذریعہ انھوں نے اپنے تئیں خالصہ سے باہر اور خارج کرایا تھا اور انکو ان کا یہ قصور معاف کردیں۔ گورو گوبند سنگھ نے اسکے ایسے نازک موقعہ کے سوال کو مان کر پھر خالصہ میں داخل کر لینے کا وعدہ کیا۔ جہاں سنگھ کا یہ کام بہت ہی مہان تھا۔ کہ وہ اپنے خون کے صلہ میں اپنے اہل وطن کی عزت اور بھلائی کی خواہش کرتا ہوا مرا۔ مہان ہیں وہ پرش جو اپنی زندگی کو اپنے اہل وطن کی بہتری اور عزت کے لئے قربان کرتے ہیں۔ جن دیشوں میں اس امر خیال پر عمل ہوا وہی دیش رفعت اور بلندی کے آسمان پر پہنچا

اور جاہ وجلال حاصل کیا۔ اور کمال ان کا دست بستہ غلام ہوا۔ بجز کم وبیش قربانی کے دنیا کی کوئی قوم بلند نہیں ہوئی اور نہ کوئی اہم کام سرانجام ہوا۔ اور قومی کارناموں میں قربانی کی ہمیشہ ہر وقت ہر کال اور ہر زبان اور ہر ملک میں ضرورت رہی ہے اور رہیگی۔ بدوں اسکے کوئی قوم بڑی نہیں ہو سکتی۔ قربانی ترقی کی جان ہے۔ بلیدان بلندی کا زینہ بان۔ قومی عظمت کا وسیلہ اور چراغ عزت کا فتیلہ ہے۔ گورو گوبند سنگھ ان سکھوں کا آخر بہر تک سنسکار کر کے آگے بڑھا۔ اس موقعہ جنگ پر ایک قصبہ اس لڑائی کی یادگار میں آباد کیا گیا جس کا نام مکتسر (مکت سر۔ یعنے تالاب نجات) رکھا گیا۔ کیونکہ گورو گوبند سنگھ نے اس رن بھومی پر مرنے والوں کو مکتا کے نام کی عزت دی تھی۔ یہاں سے چل کر گاؤں بہ گاؤں چلتے رہے۔ واضعات وزیرپور وغیرہ کے لوگوں نے ان کو اپنے گاؤں میں رہنے سے منع کیا۔ اس جنگل میں براڑ ملازموں نے تنخواہ کا تقاضا کیا۔ اسکے پاس سوائے فاقہ کشی کے تھا کیا۔ ایک موقعہ پر ان ایام میں دو دن تمام ہمراہی سکھوں کو بھوکا رہنا پڑا۔ تنخواہ کہاں سے دیں۔ آخر تنخواہ کا انتظام کر دیا لیکن ایک نے ان میں سے تنخواہ لینے سے انکار کیا۔ جس کا نام دیوان سنگھ تھا۔ ایک برہمن فقیر کو جو جنم کا مسلمان تھا۔ پاہل دے کر اجمیر سنگھ نام رکھا۔ وہاں سے تلونڈی آئے۔ اس مقام پر گورو کے قبائل بھی آملے۔ کچھ دن یہاں ٹھہر کر بھٹنڈا پہنچے۔ بھٹنڈا سے چل کر دمدمہ وارد ہوئے۔ اس مقام پر گورو گوبند سنگھ نے کچھ عرصہ قیام (بقول ایک روائیت اسلیئے اس مقام کا نام دمدمہ پڑا۔ کہ گرو نے وہاں کچھ عرصہ دم لیا تھا) اور گذشتہ تکان سے کچھ آرام حاصل کیا۔ دوسری روائیت یہ ہے۔ کہ اس مقام پر قبائل دہلی سے آکر ملے تھے۔ جو لڑائی کے وقت جدا ہو کر دہلی پہنچائے گئے تھے یہاں ہی سے دیا سنگھ اور دھرم سنگھ وغیرہ اورنگ زیب کا بازجوابی مراسلہ لے گئے تھے اور جواب واپس لائے تھے جس میں اورنگ زیب نے بڑے تملق کے طریق پر گورو گوبند سنگھ کو دہلی میں آنے کی دعوت دی تھی۔ گورو گوبند سنگھ اورنگ زیب کے

پاس جانے کو پہلے تو تیار ہو گیا۔ لیکن آخر کار یہ سوچکر کہ اسکے قول اقرار اور وعدہ وعید کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اور اس کو ابھی بہت کام کرنا باقی ہے۔ اس کے پاس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور ایک ضروری کام میں فراغت کا موقعہ دیکھ کر مصروف ہو گیا۔ لیکن جو جواب یہاں سے گورو گوبند سنگھ نے بھیجا۔ اورنگ زیب کو اس میں گورو گوبند سنگھ نے ذرہ بھر انکساری سے بھی کام نہیں لیا جیسا کہ اس سے امید ہو سکتی تھی۔ اس نے بڑی متانت اور خودداری سے جواب دیا۔ اورنگ زیب کو سخت لعنت ملامت کرنے میں نڈر اور بے دھڑک دلیری اور جرأت سے کام لیا۔ یہ جواب وہی تھا۔ جو نظم میں ظفرنامہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس میں اس کو صاف لکھا ہے کہ خدا کا قہر تم پر نازل ہوگا۔ اس کو شہنشاہ دہلی کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ یعنے گورو گوبند سنگھ نے اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ نانک دیو کا دھرم سب سے خالص ہے اور اشارہ دیا کہ وہ اب لاولد ہے۔ اور دنیا میں اس کا کچھ تعلق یا شوق باقی نہیں ہے وہ صبر سے اپنے آخری وقت کا منتظر ہے۔ اس کو سواءِ اکال پرکھ کے کسی کا خوف نہیں ہے۔ اور زور سے لکھا۔ کہ مظلوموں کی آہ بے اثر نہ ہوگی۔ بروز قیامت اس کو اسکی بے رحمیوں اور ظلموں کی سزا دی جاوے گی۔ اور دیکھیں گے۔ کہ اورنگ زیب وہاں کس طرح اپنے اعمال بد کی صفائی کرتا ہے۔ دوسری دفعہ بھی اس نے گورو کو بلوایا۔ مگر گورو نے جانے سے انکار کیا۔

گرنتھ کی تالیف تصنیف اور تدوین

اس دمدمہ کے مقام پر آ کر گرنتھ کو پھر نقل کروایا۔ اور اس میں اپنے پتا تیغ بہادر کی بانی (کلام) کو ایزاد کرا دیا۔ جو دمدمہ والی بیڑ کے نام سے موسوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں بوقت نقل اُدگرنتھ کے گورو گوبند سنگھ نے ایک دو مقاموں پر اپنے مطلب کی تعریف

بئی کرلی۔ مثلاً اصل بھجن تھا۔ "کہو کبیر جن بھئی خلاصی" کے بجائے "کہو کبیر جن بھئے خالصے" لکھوا دیا۔ لیکن اس کے لئے کوئی قابل یقین روائت موجود نہیں ہے۔ اس گرنتھ کی نقل کرانے کی ضرورت کئی باعثوں سے منسوب ہوسکتی ہے۔ ایک تو اپنے پتا کی بانی کو شامل کرنے کا موقعہ مل جائے دوسرا کرتار پور والے دھیر مئیے اسکو گرنتھ نہیں دیتے تھے اور چھاپہ کا رواج تھا پہلے اس کو دوسرے کاموں سے فراغت نہ تھی۔ اسلئے یہاں فرصت کا موقعہ دیکھ کر نہ فقط اس کو ہی نقل کرایا۔ بلکہ اس پر جو کسی دیگر گرو کی کلام کو ایزاد کرنے کی ممانعت تھی۔ اس کو توڑ کر اپنے پتا کا کلام اس میں کسی قدر ایزاد کر ہی دیا۔ معتقد سکھ یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے یہاں آدگرنتھ سارا اپنی یاد سے لکھوایا تھا۔ اور اس کو اس کے صاحب کرامت ہونے کی دلیل گردانتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب امر تو نہیں۔ کہ سارا گرنتھ یاد ہو۔ لیکن ہم دعویٰ کرامت کے قائل نہیں ہیں۔ اور نہ اس کی سچائی کی شہادت پائی جاتی ہے۔ البتہ اس قدر تو قابل تسلیم ہے کہ وہاں اس نے آدگرنتھ کو نقل کروایا۔ خواہ اپنے یا دیگر لوگوں کے حافظہ سے۔ یا کسی اور گرنتھ سے۔ اور یہ غیر ممکن یا عجیب امر نہیں ہے۔ کہ اس کو یا دیگر سکھوں کو جزو یا کل گرنتھ یاد ہو۔

ایک فریق کا دعوے یہ ہے۔ کہ دسویں بادشاہی کا گرنتھ اگر اسجگہ بہت کچھ تصنیف نہیں ہوا تو تالیف اور مدون وہاں ضرور ہوا ہے لیکن مخالف فریق اس سے انکار کرتا ہے دعوے اور انکار دونوں کیلیئے کافی ثبوت موجود نہیں ہے مگر قرین قیاس ضرور ہے کہ فراغت کا موقعہ دیکھ کر گورو گوبند سنگھ نے اسکے مدون کرنے کے لئے کچھ وقت صرف کیا ہوگا۔ اور اس میں تو ذرہ بھی شک نہیں کہ بچتر ناٹک گورو گوبند سنگھ نے اسی مقام پر لکھا۔ اور دسویں گرنتھ کو مکمل کیا۔ بچتر ناٹک میں اسنے اپنے سے پہلے ۹ گروؤں کی زندگی کے واقعات اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا ہے اور پھر اپنی زندگی کے واقعات

لکھے ہیں۔ اور ایشور کی مہما کے گن گائے ہیں۔ اور اس بات کو زور سے ظاہر کیا ہے کہ جو کچھ اسنے کیا ہے خود نہیں کیا۔ بلکہ اکال پرکھ کی آگیا سے کیا اسکی نسبت مفصل بحث گورو کی تصنیف پر رائے لکھتے ہوئے کرینگے۔ اس عرصہ قیام میں گورو گوبند سنگھ بدستور دھرم اپدیش دیتے رہے اور غالب ہے۔ کہ یہاں اپنی جمعیت پھر اکٹھا کرنیکی سعی کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی *

گورو گوبند سنگھ کا دکھن کیطرف جانا

گورو گوبند سنگھ نے جب دمدمہ میں اپنے اودیش کیلیئے کافی سامان بہم پہنچتا نہ دیکھا۔ تو دکھن کی طرف جانے کا ارادہ کیا اس طرف بھی گاؤں بہ گاؤں چلتے رہے غالب یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے مرہٹوں کے حالات سنکر انکو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے یہ سفر اختیار کیا اور نہ اور کوئی خاص باعث اس طرف جانے کا ظاہر نہیں ہے۔

راجپوتانہ میں سے گذر کر دکھن کی طرف جا رہے تھے۔ راجپوتانہ میں جانے کا بھی باعث یہی تھا۔ کہ راجپوت راجوں یا راجپوت لوگوں کی توجہ کو اپنے اودیش کے لئے زندہ کرے اگرچہ جہاں جہاں راجپوتانہ میں گئے وہاں کے باشندوں نے گورو کی بڑی عزت اور تواضع کی۔ اور شان و شوکت سے ان کی آؤ بھگت کی اور ان کے اپدیشوں سے مستفید ہوئے لیکن اصل مطلب کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور راجپوت اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ گورو گوبند سنگھ کے مددگار نہ اٹھ سکے۔ ایک مقام پر مہنت جیت رام دادو پنتھی سے ملاقات کا موقع ملا۔ اس سادھو نے گورو کی آؤ بھگت بڑی گرمجوشی سے کی۔ گورو اور اس کا مختصر مکالمہ روایتوں میں چلا آتا ہے۔ اگرچہ اسکو صحت یا غلط ہونیکے لئے ہمارے سامنے کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس کا روایتوں میں ذکر ہے اسلئے ہم ناظرین کی آگاہی کے لئے یہاں اس کا مختصر ذکر کر دیتے ہیں :۔

گورو گوبند سنگھ کے حالات سے آگاہی حاصل کر کے مہنت جیت رام نے یہ کہا۔

داو ودعوسے دور کریں۔ بن دعوسے دن کٹ گئیتی سود اگر گئے۔ اس سناری دسے ہٹ تیاگ ویراگ۔ سب فناہی فنا کے لباس ہیں یہ کلام بزدلی۔ کاہلی اور کاپرپن سے بے غرتی بے حمیتی بے شرمی۔ کمزوری اور ذلت پسندی کا نمونہ ہے۔ اور اسی قسم کی تعلیم ہندستان میں خصوصاً ہندؤوں میں عرصہ سے جاری تھی۔ اور اسکے سوائے ہندؤوں کا چارہ ہی کیا تھا جب کچھ نہ رہا اور سب کچھ مسلمانوں نے چھین چھان لیا تو تیاگی اور ویراگی بن بیٹھے گورو گوبند سنگھ نے جواب میں کہا۔

داو ودعوسے اپنے کے سبھ نوں سلئے لُٹ
ایکو رہسی خالصہ ہور رہسی سبھ ٹُٹ

مہنت مذکور
داؤد سماو چار کے کل کا کیجئے بھاؤ
جو کوئی مارے وٹھیم اینٹ لیجئے سیس نوار

گوبند سنگھ
داؤد سماو چار کے کل کا کیجئے بھاؤ
جے کوئی مارے ڈھیم اینٹ پاتھر ہنے رسائے

اختلاف خیالات جو ظاہر ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔

آخر گورو گوبند سنگھ راجہ اودے پور کے علاقہ میں جا رہے ۔۔ وہاں کچھ عرصہ سیر و شکار میں مصروف رہے۔ لیکن جس اودیش کو لیکر وہاں پہنچے تھے۔ اسمیں کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمان حکومت کے برخلاف راجپوت اٹھنے کے لئے اسوقت آمادہ نہ تھے۔ کیونکہ ماریں کھا کھا کر بالکل کمزور ہو گئے تھے اور ان کے جوہر قابلیت کو زنگ کھا گیا تھا وہاں اور دیگر راجپوت ریاستوں میں کام بنتا نہ دیکھ کر گورو گوبند سنگھ نے سیدھا دکن کی طرف رُخ کیا۔ تاکہ مرہٹوں سے اگر ممکن ہو کام نکالے۔ اثناء راہ میں کارتک سمت ۱۷۶۳ کو پورنماشی کا میلہ پشکر راج میں دیکھا۔ اجمیر میں جب گئے تھے تو اس کی یادگار میں ایک باغنفاد سکھ نے گھاٹ بنوا لیا جو گوبند گھاٹ کے نام سے مشہور ہے قصبہ بھگور میں خیمہ زن تھے کہ اسجگہ گورو کو اورنگ زیب کے

مرنے کی خبر پہنچی۔ جو سمت ۱۷۶۴ میں فوت ہوُا تھا۔ اس خبرِ گو سنگر بھی گرو بدستور سنجیدہ رہے ان کی گفتگو یا چہرہ پر کوئی خوشی کے آثار نمایاں نہ ہوئے۔

گورو گوبند سنگھ اور بہادر شاہ

اورنگ زیب کے مرنے پر اسکے بیٹوں میں سلطنتِ ہندوستان کے لئے تلوار چلی۔ اسکا بڑا بیٹا بہادر شاہ بوقت وفاتِ والد کابل میں تھا۔ اسکے مقابلہ میں عظیم شاہ نے تلوار میان سے نکالی اور اپنے چھوٹے بھائی کام بخش کو بہانہ سے بلوا کر باپ کے قدم بقدم چلتے ہوئے مراد کی طرح بے گناہ قتل کرایا۔ اور بہادر شاہ کو سخت دشمن کا مقابلہ کرنا تھا۔ اور اس کو خوف تھا کہ کہیں دارا شکوہ کا سا اس کا بھی انجام نہ ہو۔ اسنے مقابلہ کے لئے زبردست تیاری کی۔ بہادر شاہ نے اس موقع پر گورو گوبند سنگھ کی امداد سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا۔

چونکہ اسوقت سکھوں کا ایک بڑا جنگجو فرقہ موجود ہو گیا تھا۔ بہادر شاہ نے ان کی طاقت سے مستفید ہونے کا ذریعہ گورو گوبند سنگھ کی ذات کو سمجھا۔ اسنے بنظر دور اندیشی اس میں یہ بھی فائدہ سوچا ہوگا۔ کہ بصورتیکہ وہ کامیاب ہو گیا تو گورو گوبند سنگھ کی صلح ہو جانے کی صورت میں اس کی مخالفت سے محفوظ رہیگا جسکے ارادے سے اسوقت کوئی ناواقف نہ تھا کہ وہ سلطنت اسلام کی بیخکنی پر ادہار کھائے بیٹھا ہے۔ چنانچہ وہ دو ہندو دیوانوں کو گورو گوبند سنگھ کی خدمت میں بھیجکر امداد کا ملتجی ہوُا۔ گورو گوبند سنگھ نے ہر پہلو پر سوچکر اس کی امداد کا وعدہ کر لیا۔ کسی ہند و طاقت کا مقابلہ تو تھا نہیں۔ اس لئے غالب یہ ہے۔ کہ چونکہ گورو گوبند سنگھ کسی عمدہ موقعہ کی انتظار کر رہا تھا۔ اس لئے اس نے مناسب خیال کیا ہوگا۔ کہ بجائے دشمن کی صورت میں اور سکھوں کے مرکز سے دُور رہنے کے لئے بہتر ہوگی۔ کہ آئیندہ شہنشاہِ ہند کے ساتھ ملکر وہ موقعہ کا منتظر بیٹھے اور سکھوں کو باقاعدہ ترتیب دے کر اور مکمل سامان بہم پہنچا کر کام نکالے چنانچہ گورو گوبند سنگھ نے اس کو امداد کا

وعدہ دیا۔ اور جب گورو گوبند سنگھ اس کے پاس پہنچا۔ تو گرو کے ساتھ نہایت تواضع اور عزت
سے پیش آیا۔ آخر گورو گوبند سنگھ نے بہادر شاہ کا ساتھ دیا اور آگرہ کے مقام پر جو جنگ عظیم
مابین بہادر شاہ اور اعظم شاہ ہوا۔ اس میں گورو گوبند سنگھ اپنی کثیر فوج خالصہ کے ساتھ شامل
تھا۔ روایت ہے۔ کہ اعظم شاہ کو گورو نے ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تیر مار کر گرا دیا۔ اور یہ قرین قیاس
ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے اس کے مارنے میں بڑی کوشش کی ہو کیونکہ اپنے دشمن کے
بیٹے کا اپنے ہاتھ سے مارنا اسے دل وجان سے پسند ہوگا۔ خواہ اعظم شاہ گورو گوبند سنگھ
کے ہاتھ سے مارا گیا یا کسی اور طرح۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بہادر شاہ کی اس
فتح حاصل کرنے میں گورو گوبند سنگھ کا بڑا حصہ تھا۔ اس کارنمایاں کے صلہ میں بہادر شاہ
گورو گوبند سنگھ کو دہلی میں لایا۔ اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ ایک رائے یہ ہے۔
کہ گورو گوبند سنگھ نے بہادر شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ جانی خان کی سند پر
الفنسٹن نے بھی یہی رائے قائم کی ہے کہ اسنے ملازمت ہی کر لی تھی دوسری رائے یہ
ہے کہ ملازمت نہیں کی محض بطور ایک مددگار دوست کے ہمراہ ہوئے تھے اور یہ آخری رائے
زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ تمام حالات کو زیر نظر رکھ کر یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اسنے
ترکوں کی ملازمت اختیار کی ہو مصلحت وقت دیکھ کر ایک بھائی کے مقابلہ میں دوسرے
بھائی کی امداد کرنا اور بات ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ اس نے ملازمت اختیار
کر لی تھی۔ غلط ہے۔ چنانچہ آئندہ کے واقعات بھی یہی نتیجہ پیش کرتے ہیں کہ اسنے
ملازمت قبول نہیں کی تھی۔ جیسا کہ راجوں یا امیروں کا بطور امداد بادشاہوں کے ساتھ
لڑائیوں میں شامل ہونے کا دستور تھا۔ وہ بھی بطور رفیق ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ گورو گوبند سنگھ
کے اس کارنمایاں کے صلہ میں بہادر شاہ نے ایک بڑی جاگیر اور ریاست پیش کی
جسے گورو گوبند سنگھ نے لینے سے انکار کیا اور کہا۔ کہ ہمارے دادا گورو ارجن دیو
کے دشمن چندولال دیوان کو اس کے سپرد کیا تھا۔ آپ کو موجب وعدہ صوبہ داران سرہند

اور لاہور کو اور راجگان پہاڑی وغیرہ کو جنہوں نے اسکے معصوم بچوں کو قتل کیا تھا۔
میرے حوالے کریں۔ بہادر شاہ نے اقرار پورا کرنے کا وعدہ تو دہرایا مگر سال کی مہلت کے
عرصہ میں اس کا یہ اقرار پورا نہ ہوا۔ ہر چند گورو گوبند سنگھ نے ایفائے عہد کی طرف
بہادر شاہ کی توجہ دلائی لیکن وہ ایفائے عہد میں آخر تک قاصر ہی رہا۔ اور اصل حالات میں ہرگز
یہ قیاس قبول نہیں کرتا۔ کہ گورو گوبند سنگھ بحیثیت ملازم کے ایسے اقراروں کا ایفاء چاہتا
ہوگا جب بہادر شاہ مہم دکن پر روانہ ہوا۔ گورو گوبند سنگھ بھی ہمراہ گیا۔ گورو گوبند سنگھ نے دکن
کی سمت روانہ ہونے سے پہلے اپنی بیوی سندری جی کو ایک پالک بیٹا گود لینے کی اجازت
دی جس کا نام اجیت سنگھ رکھا گیا۔ بہادر شاہ کے ساتھ گورو گوبند سنگھ متھرا۔ بھرت پور اور
جے پور وغیرہ مقامات ہوتا ہوا اجین پہنچا۔ وہاں سے گورو گوبند سنگھ کو بہادر شاہ نے ایک
بڑی فوج کا افسر مقرر کر کے مرہٹوں کے مقابلہ میں بھیجنا چاہا۔ اسکا مطلب اس سے یہ تھا
کہ اسکو مرہٹوں کے مقابل کر کے اپنا اُلو سیدھا کرے۔ اور دونو ہندو طاقتوں کو لڑا کر۔ جو
ان میں سے کمزور ہو وہ خود اس سے فائدہ اٹھائے لیکن گورو گوبند سنگھ خود اس پولیٹیکل میدان
کا پورا ماہر تھا۔ وہ اس کی اس چال کو بخوبی سمجھتا تھا۔

بندا کو انتقام پر تیار کرنا

چنانچہ اسنے مرہٹوں کے مقابلہ میں جانا نہ پسند کیا اور بہادر شاہ سے کنارہ کش ہو گیا اگر
گورو گوبند سنگھ ملازم ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔ بہادر شاہ نے گورو گوبند سنگھ کے نقصانات کے عوض
میں ایک بڑی رقم دینی چاہی لیکن گورو گوبند سنگھ نے اسکے لینے سے بھی انکار کیا اور اس
سے جدا ہو گیا۔ گورو گوبند سنگھ وہاں سے چلکر مختلف مقامات کی سیر کرتا ہوا ناڈیڑ پہنچا وہاں ایک
فقیر مادھوداس عرف زاہد اس بیراگی سادھو رہتا تھا اس سے ملا۔ اسمیں ہندو دھرم کا جوش اور
کھشتریتا کی قابلیت دیکھی اور اسکا مادہ اس قابل پایا کہ وہ ہندو دھرم کیلئے قربانی کرنیکا دل گردہ

کہتا ہے اسکو اپنا جانشین بنایا لیکن پاہل نہ دی اسکو پاہل نہ دینے کا باعث یہی معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کا منشاء یہ تھا کہ بعد اسکے گورو نانک دیو کی گدی پر گرو بٹھانے کا دستور بند کیا جائے کیونکہ عموماً اس پدوی کے لئے خاندان میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور سکھ بھی فرقہ بندی میں آجاتے ہیں اور علاوہ اسکے معلوم نہیں کہ بعد اسکے کس کس مزاج خیال اور حوصلہ کس کس خصلت اور طاقت کے آدمی ہونگے جو گرو بنیں گے. اس سلسلہ سے خالصہ کی تفریق کا بہت ہی احتمال تھا اسلئے بہتر یہی خیال کیا گیا تھا۔ کہ بعد اپنے کسی کو گرو نہ بنایا جائے تاکہ اسکا اودیش میں خلل نہ آوے چنانچہ اسکا مفصل ذکر آئیندہ کرینگے۔ اسلئے اسکو پاہل نہ دی کہ مبادا وہ گورو یائی کا دعویدار ہے جب پاہل نہ ہوگی تو گورو یائی خالصہ کا دعوے اسکا قایم نہ ہوسکیگا. کیونکہ خالصہ اسکو گرو تسلیم نہ کرینگے۔ آخر کار اسکا نام بندا رکھکر اسکو سرہند کی طرف انتقام لینے کے لئے تیار کیا چنانچہ وہ تیار ہوگیا مختلف اطراف کے سکھوں کو حکمنامے لکھے کہ وہ بندا کے ساتھ ہوکر گرو کا انتقام لیں اور ایک کافی تعداد سکھوں کی اسکے ساتھ دیکر اسکو اسطرف روانہ کیا ؏

گورو گوبند سنگھ نے یہ طریقہ بہت موزوں اختیار کیا تھا کہ وہ خود ایک جگہ بیٹھکر اپنے سکھوں کو مختلف اطراف میں لڑائی کے لئے بھیجے لیکن موت نے اسکو مہلت نہ دی اور اس تدبیر میں بہت کچھ عملی کارروائی عمل میں نہ آئی ✦

گورو گوبند سنگھ نے بندا کو روانگی کے وقت پانچ نصیحتیں کیں اول جتی رہنا دوم جھوٹ کبھی نہ بولنا. سوم اپنا مذہب کوئی ایجاد نہ کرنا. چہارم گرو گدی لگاکر نہ بیٹھنا. پنجم سکھوں کو اپنے مساوی اور بھائی سمجھنا. سکھوں کو لکھا کہ اس کے ساتھ شامل ہوکر اسکا ہاتھ بٹاؤ اور اپنی تلوار بندا کو عطا کی ✦

چنانچہ بندا نے گورو گوبند سنگھ کی زندگی ہی میں اپنا کام شروع کیا چنانچہ سرہند کے غارت کرنے اور اسکو برباد کرنے کی خبر گورو گوبند سنگھ کو پہنچی لیکن انہوں نے اس خبر کو سنکر بھی کوئی خوشی ظاہر نہ کی۔ کیونکہ اول تو یہ کام اسکے اودیش کے سامنے بالکل ہیچ تھا۔ دوسرا جو شخص اس دنیاوی خوشی

سے بہرہ ور ہونیکے لئے نہ بھیجا گیا ہو بلکہ دوسروں کی بھلائی اور بہتری کے لئے دکھ اٹھانے کے واسطے تو اسکو ایسی ضعیف کامیابی پر سکھ اور خوشی کیونکر حاصل ہو سکتی تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ یہ دکھانے کے لئے آیا تھا کہ قربانی اور دکھونکے خمیر سے سکھ اور راحت کا جسم تیار ہوتا ہے بندا کی کامیابیوں کی تسلی بخش کارروائی کو دیکھنے کا اسکو بہت موقعہ نہ ملا اور ایشور کی طرف سے آپکو وہ بلاوا آیا جسکیلئے ہر انسان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

گورو گوبند سنگھ ناڈیر کے نواح میں گوداوری ندی کے کنارے خوشنما نظارہ دیکھ کر خیمہ لگا کر رہنے لگے تھے۔ پھر وہاں ایک ٹکڑا اراضی کا خرید کر کے مکان بنالیا۔ افضل نگر معروف بہ ابچل نگر اسکا نام رکھا جہاں اب تک ایک مندر اس نام سے مشہور ہے یہاں وہ بہت عرصہ رہا اسجگہ بھی اسکے گرد ہر طرف سے لوگ جمع ہونے لگے اس مقام پر آپ کا وقت صبح بھجن کیرتن میں صرف ہوتا تھا دوپہر کو کھانا کھاکر محتاجوں کو کھی تقسیم کرتے تھے۔ سہ پہر کو گرنتھ کی کتھا سنا کرتے تھے اور کبھی کبھی شکار پر بھی جاتے تھے کیونکہ وہ کھتری مریاوا پرشوتم تھے۔ اور اپنے خالصہ کے لئے مثال سامنے رکھتے تھے کہ کسطرح ان کو اپنی زندگی ایشور بھگتی۔ محتاجوں کی امداد کھترانا اور بیرتا کے کاموں میں صرف کرنی چاہیئے۔ یہاں ہی گورو گوبند سنگھ کو خبر ملی۔ کہ تاریخ ۳ جیٹھ سمت ۱۷۶۴ بکرمی بندا نے صوبہ سرہند کو میدان جنگ میں قتل کر کے نہایت ہی زبردست انتقام لیا ہے یہ خبر سنکر خالصہ سکھوں نے تو خوشیاں منائیں لیکن گورو گوبند سنگھ نے اس خبر کو نہایت متانت اور سنجیدگی سے سنکر کہا کہ جو اکال پرکھ کا حکم تھا۔ وہی ہوا۔ اور کسی قسم کا اظہار خوشی نہیں کیا۔ جو دل دکھونکی پرواہ نہیں کرتا تھا تکالیف اور رنج ومحن سے گھبراتا نہیں تھا۔ وہ ایسی ادنےٰ قسم کامیابیوں پر کسطرح خوش ہو سکتا تھا۔ آخر گورو گوبند سنگھ نیکدل انسان تھا وہ کسی کی خونریزی کی خبر سے کیونکر خوش ہو سکتا تھا۔ لیکن فرض کا ادا کرنا دوسری چیز ہے اسلئے فرض اسے مجبور کرتا تھا کہ وہ اپنے اودیش کی کامیابی کے طریقے ایسے ہی مشکل اور خطرناک تلاش کرے

گورو گوبند سنگھ پر قاتلانہ حملہ

بہادر شاہ مہم دکن سے فارغ ہو کر اور احمد نگر کو فتح کر کے ناڈیر کے نواح میں سے گذرا۔ اور گورو گوبند سے ملا۔ اسنے اسکو ہمراہ لیجانے کی کوشش کی مگر گورو گوبند سنگھ نے انکار ہی کیا اور اسکو بے عہد اور بیوفا کہکر اسکا ساتھ دینے سے پہلو تہی کیا۔ بہادر شاہ کو گورو گوبند سنگھ کا وجود پہلے سے کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور وہ بخوبی جانتا تھا۔ کہ گورو گوبند سنگھ کا اودیش کیا ہے اسلئے وہ دل سے تو یہ چاہتا تھا کہ موقعہ پاکر اسکا قصہ تمام کرے۔ لیکن موقعہ کا منتظر تھا۔ وہ اپنے تئیں ہمیشہ خطرہ میں سمجھتا تھا۔ جب تک گورو گوبند سنگھ اس کی مخالفت میں موجود تھا لیکن اسکے خطرہ کو سرہند پر بندا کے کارناموں نے اور بھی مضبوط کر دیا اور اسکے درپے ہوا کہ گورو گوبند سنگھ کا قصہ پاک کیا جاوے چنانچہ ایک سازش اسکے قتل کے لئے کی گئی۔ خود تو وہاں سے آگے چلا گیا اور ایک ترک زادے مسلمان کو جو گورو گوبند سنگھ کے ملازموں میں تھا۔ یہ جوش دلاکر کہ گورو گوبند سنگھ تمہارے باپ اور دادا کا قاتل ہے اور کہ باپ دادے کے انتقام لینا مسلمانوں کا پہلا فرض ہے اور یہ شرم دلاکر کہ تم اپنے باپ کے قاتل کی خدمت کرتے ہو گورو گوبند سنگھ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور ساتھ انعام و اکرام کا وعدہ بھی کیا گیا۔ اس شخص کا نام گل خان تھا جو معہ اپنے بھائی عطاء اللہ خان کے اسکی ملازمت میں تھا۔ جو پیندیخاں کی اولاد میں سے تھے جو گوروؤں کے ہاتھ سے کسی لڑائیوں میں فوت ہوئے تھے۔ غرض یہ گہری سازش کام کر گئی اور گورو گوبند سنگھ کو چونکہ ان پر بشواش تھا۔ اور حجکور سے آتے وقت چند مسلمانوں کے سلوک نے اسکو یقین کرا دیا تھا۔ کہ ان میں سے بعض بیشک بشواس کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن یہ بشواش گورو گوبند سنگھ کے لئے موت کا کٹار نکلا اور ہلاکت کا خنجر۔ آخر بشواس گھات ہوئی۔

گورو گوبند سنگھ کا مشن روز روشن کی طرح روشن تھا کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کریں۔ اسمیں گورو گوبند سنگھ نے کافی دوراندیشی سے کام نہیں لیا۔ کہ مسلمانوں کو اپنی ملازمت میں داخل کیا۔ اور اسطریق سے انکے ساتھ سلوک کیا کہ گورو گوبند سنگھ کے سونے بیٹھنے تک کے مکان تک انکو دخل مل گیا چنانچہ گلخان نے ۲ بھادوں سمت ۱۷۶۵ بکرمی کو گورو گوبند سنگھ کو تنہائی میں

سوتا پاکر اسکے پیٹ میں کٹار بھونک دی۔ گورو گوبند سنگھ زخم کھا کر اٹھا۔ ایک ہاتھ سے تلوار سنبھالی اور دوسرے ہاتھ کو زخم پر رکھ کر اپنے قاتل پر حملہ کیا اور اس کو وہاں ہی کھیت کر دیا اگرچہ زخم بہت سنگین نہیں پہنچا تھا مگر نازک موقعہ پر تھا۔ سکھ جمع ہو گئے تجربہ کار جراح بلا کر مرہم پٹی کی گئی۔ زخم کو ٹانکے لگائے گئے اور چند دنوں میں زخم بھر آیا۔ اور آثار صحت نمودار ہونے لگے لیکن گورو گوبند سنگھ نے تیر اندازی میں ایک دن زور آزمائی کی تو زخم پھر تازہ ہو گئے اور اسمیں سوزش پیدا ہو گئی۔ اسکو اچھا کرنے کے لئے پورا زور لگایا گیا۔ لیکن وہ زخم اچھے نہ ہوئے اور اسکی حالت دن بدن غیر ہوتی گئی ؎

ایک روایت یہ ہے۔ کہ افغان سوداگر سے گورو گوبند سنگھ نے کچھ گھوڑے خریدکئے تھے سوداگر نے طلب قیمت میں تقاضا کیا اور گستاخی سے پیش آیا۔ گورو گوبند سنگھ نے جوش میں آکر حکم دیا کہ وہ قتل کیا جائے چنانچہ وہ قتل کیا گیا۔ لیکن اس افغان کے بیٹوں نے باپ کا انتقام لینے کی ٹھان لی اور بقول ایک دیگر روایت کے ان کی ماں انکو ہر وقت انتقام لینے کے لئے اکسایا کرتی تھی۔ اور ایک اور روایت یہ ہے کہ لوگوں نے اسکو طعن کیا تھا۔ کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کی ملازمت میں رہ کر کمینے ہو گئے ہیں غرض کچھ ہی ہو ایک افغان نے سوتے میں گورو گوبند سنگھ کو تنہا پاکر کٹار چلائی۔ گرو بیدار ہوا۔ بقول اس آخری روایت کے قاتل گرفتار کیا لیکن گورو نے خالصہ سکھوں سے کہا کہ بدلہ ہمیشہ سپوت لیا کرتے ہیں اسکو چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر ایک اور روایت ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے ان نوجوان افغانوں کو خود اپنے باپ کے انتقام کے لئے راہنمائی کی یعنے انکو کہا کہ باپ کا انتقام لینا جوانمردی کا کام ہے اور یہ کام گورو گوبند سنگھ نے اسلئے کیا کہ وہ جینے سے بیزار تھا۔ اور اپنے بیٹوں کی وفات کے غم میں حالت دیوانگی میں اسطرح اسکو آمادہ کیا تھا۔ سیر المتاخرین والے کی یہی رائے ہے۔ لیکن یہ بالکل ضعیف اور بیہودہ کہانی ہے بعض لوگوں نے گورو گوبند سنگھ کے مقام وفات پر بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ کئی کہتے ہیں کہ ناودیڑ میں لب گوداوری وفات پائی اور کئی کہتے ہیں کہ بمقام پٹنہ لیکن صحیح امر یہ ہے کہ

کہ منجملہ تمام روایتوں کے پہلی روایت درست ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ بہادر شاہ کی سازش سے قتل کیا گیا۔ اور لب گوداوری اسکی وفات کا مقام ہے کوئی صورت ہو اسمیں سب روایتیں متفق ہیں۔ کہ گرو گوبند سنگھ کو کسی مسلمان افغان نے کٹار ماری جبکہ وہ سوتا تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے کٹار کھا کر اپنے پریم سندیسہ کو اپنے لہو سے ختم کیا یعنی لفظ لفظ۔ یا آخری ایڈیشن یا امانت شدہ اس نے اپنے ہی خون سے لکھا جس وصیت یا توشہ قومی کو اسنے اپنے تمام آرام اور خوشیوں کی قربانی کی روشنائی اپنے خون جگر کا پانی ملا کر حب الوطنی کے کاغذ ویش بھگتی اور محبت قومی کی قلموں سے لکھنا شروع کیا تھا جس میں کہ اسنے بیشتر قوم کے لئے یہ مضمون لکھا تھا۔ کہ کبھی ہم اور تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو" اور دلداری بھی لکھا تھا۔ کہ "لتا حباب ہستی کا دریا رواں رہے۔ افسوس ہیں نہ رہوں اور جہاں رہے"۔ اس توشہ کو اس نے اپنے دو بڑے بیٹوں اور پانچ پیاروں کے خون سے ختم کیا۔ اسپر اپنے دو چھوٹے معصوم بچوں کی شہادت (قربانی) کے لہو سے شہادت (گواہی) لکھوائی اور اپنے خون سے اس کا خاتمہ کیا۔ اسی وصیت کا ابتدا اور انتہا خون سے لکھا گیا۔ گورو تیغ بہادر کے خون سے اس وصیت نامہ کا ابتدا شروع ہوا تھا۔ گورو گوبند سنگھ کے جوان بچوں کے خون سے اس کا مضمون لکھا گیا۔ دو معصوم بچوں کے خون سے گواہی ثبت ہوئی اور گورو گوبند سنگھ کے خون سے اسکا انجام ہوا۔ سعدی نے اپنے ایک شہزادہ کے جوان مرگ کا مرثیہ لکھا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :-

ہمہ حدیث نام چون است ہمہ ہنیم کہ عنوانش بخون است

لیکن خالصہ کے بادشاہ کا مرثیہ نہ صرف عنوان خون سے لکھا گیا۔ بلکہ سر سے سر ہر سطر اور ہر حرف اور ہر نقطہ خون سے لکھا گیا اور ایسے خون سے کہ جب تک زمانہ رہے گا وہ خشک نہ ہو گا۔ دوبارہ زخموں کے نا رہ ہو جانے کے بعد انکے اچھا کرنے کے لئے تمام تر کوشش کی گئی لیکن آخر زخموں کی حالت پراگندہ ہو گئی اور آخری وقت نزدیک آنے لگا جو لوگ اسوقت گرو کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے حالت نازک دیکھ کر وسی کہا

آپ انکو یعنی خالصہ کو بکیس سیلہ چھوڑ چلے ہیں۔ کوئی اولاد بھی آپکی نہیں جو بعد آپکے خالصہ کی رہبر ہو اب انکو کیسا کرنا مناسب ہے اور گدی کسکو سجاوے۔ دوسری روایت ہے۔ کہ خود گورو گوبند سنگھ نے گریائی کے معاملہ کو فیصلہ کرنا چاہا چنانچہ گرو نے ایک نا ریل اور پانچ پیسے بموجب رسم منگوا گرنتھ کے آگے رکھے اور خالصہ کو کہا کہ اسکے بعد خالصہ کا گرو صرف گرنتھ ہوگا۔ یہ تمہارا ایسا دوامی گرو ہوگا کہ ہے تک تمہاری نگہبانی کریگا اور ہمیشہ تم کو اپدیش دیتے گا تم میرے بعد کبھی اور کسی زمانہ میں اور کسی انسان کو اپنا گرو نہ ماننا سوائے ایک اکال پرکھ (ایشور) اور اس گرنتھ کے کسی کو سر نہ جھکانا اور نہ کسی اور کا سوائے انکے سیوک یا سکھ بننا۔ سوال اس کیا جاتا ہے کہ کس گرنتھ سے مراد تھی۔ کیونکہ دو گرنتھ ہیں۔ لیکن گرو گوبند سنگھ نے کبھی اپنی تصنیف شدہ گرنتھ کو آدگرنتھ سے سبقت دینے کی کوشش نہیں کی اور ہمیشہ وہ آدگرنتھ کی عزت کیا کرتے تھے اسلئے غالب مراد انکی آدگرنتھ سے تھی اور سکھ دنیا آجتک ایسا ہی سمجھتے آئے ہیں لیکن دسویں بادشاہی کا گرنتھ بھی اگر شامل سمجھا جاوے تو اسکے برخلاف کوئی امر شبہ پیدا کرنیوالا نہیں ہے۔ خود گرو گوبند سنگھ کا اپنا قول حسب ذیل مشہور چلا آتا ہے۔ "آگیا بھئی اکال کی تب ہی چلائیو پنتھ سب سکھوں کو حکم ہے گرو مانیو گرنتھ" اگر واقعی یہ قول گرو کا اپنا ہے تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا لیکن سکھ دونوں کی مساوی عزت کرتے ہیں اور کرنی چاہیئے۔ اگرچہ رواج آدگرنتھ کی تعلیم اور تلقین کا زیادہ ہے۔ آخری اپدیش میں خالصہ کو تاکید کی ہمیشہ وہ مستقل مزاج اور پختہ اعتقاد رہیں۔ جہاں پانچ سکھ جمع ہونگے انمیں خود گرو گوبند سنگھ موجود ہوگا۔ خالصہ دھرم میں داخل کرنے کا اختیار صرف پانچ سکھوں کو ہوگا

گریائی کے سلسلہ کا اختتام

اس گوریائی کے سلسلہ کو ختم کرنیسے اسنے بڑا کام کیا۔ جن لوگوں کا یہ اعتراض ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ کے اس فعل سے حضرت محمدؐ کی طرح ختم المرسلین بننے کی خواہش تھی۔ مگر وہ غلطی پر ہیں۔ یہ تو تب ہو کہ اسنے کبھی پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کیا ہو یا خدا کی دوستی یا رشتہ داری کا وہ اپنے تئیں صرف ایک ادنےٰ خدمتگار اکال پرکھ کا رکھتا تھا۔ اور یہی کہتا اور یہی کام کرتا رہا

اور یہی کہتا مرا کہ اسکو نش سے زیادہ ہرگز نہ سمجھو۔ جو اس کی پرستش کریگا۔ گنہگار ہوگا۔ پھر اس میں گورو گوبند سنگھ پر ذاتیات کا الزام لگانا نہ صرف کفران نعمت ہے۔ بلکہ غایت درجہ کی زوالت ہے۔ افسوس ہے کہ ہم ایسے مہاں پرش پر ذاتیات کا الزام لگائیں۔ جو تمام ہندوؤں سے ذاتیات کا نام و نشان مٹانے آیا تھا۔ جو لوگ گورو کی نسبت ایسی رائے منسوب کرتے ہیں۔ یا تو وہ نابینا ہیں۔ کہ دیکھ نہیں سکتے یا سودائی ہیں۔ کہ سمجھ نہیں سکتے۔ یا احمق ہیں۔ کہ دریافت نہیں کر سکتے۔ یا حاسد ہیں کہ انکی بڑائی کو سہار نہیں سکتے یا دشمن ہیں کہ نیکی کو برائی کر دکھاتے ہیں۔ اس میں گورو گوبند سنگھ کی ذاتیات کو مطلق کچھ دخل نہیں ہے اگر کوئی دخل ہوتا۔ تو گورو گوبند سنگھ یہ کہتا کہ جو کچھ کیا میں نے کیا۔ نہیں بلکہ اس نے کہا کہ جو کچھ کیا دس گروؤں نے کیا۔ آئیندہ صرف گرنتھ ہی ان کا گرو ہوگا۔ تمام دنیا کے ریفارمروں میں بھی خالصہ دہرم اور اودیش کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی غرض تھی۔ گویا آئیندہ آنیوالے گروؤں کی مختلف مزاجی اور مختلف حالات میں جو تغیر و تبدل ہونے کا امکان تھا یا ہو سکتا ہے اسکا انسداد بہ نظر دور اندیشی کر دیا۔ تاکہ خالصہ دہرم ہمیشہ خالص ہی رہے اور کسی طرح کی ملاوٹ سے خراب نہ ہو جائے۔ اور کیا معلوم تھا کہ بعد کے گرو سلسلہ در سلسلہ کس قسم کے لوگ ہوتے اور خالصہ دہرم کے لباس میں کیا کیا گل پھول کترتے اور شائید ہندو دہرم کی طرح شاخ در شاخ ہو کر خالصہ دہرم وہ صورتیں اختیار کرتا کہ پھر اس کا شناخت ہونا بھی ناممکن تھا۔ اور اسکی کئی شکلیں ہر آئینہ نکل آتیں۔ اگر گریائی کا سلسلہ ختم نہ کر دیا جاتا تو قطع نظر اسکے گدی نشینی کے لئے بہت تنازعات مثل زمانہ سابق پیدا ہوتے جو اور بھی خطرناک ہوتے یہ یقین کہ نیکی کوئی وجوہات نہ تھیں۔ کہ جو انکی محبت قومی کی وہ سلگتا چلا آتا ہے اور اسکو آئیندہ آنیوالے گرو زندہ رکھ سکینگے۔ یا بجھا دینگے اسلئے انہے نہایت ہی مناسب کام کیا۔ کہ گریائی کے سلسلہ کو وہاں ہی ختم کر دیا۔ اسمیں سے دیش بھگتی کی بو آتی ہے نہ کہ ذاتیات کی کون نہیں جانتا کہ جب کبھی مذہب میں مختلف پیشوا ہوتے ہیں۔ بوجہ اختلاف خیالات حالات و زمانہ اختلافات

واقعات وقت کے لحاظ سے اور طبعی جماعتی اور تمدنی عادات کے باعث وہ پیشوا کچھ نہ کچھ تغیر و
تبدل کرتے ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ ایسا تغیر و تبدل ترقی کی جان ہے۔ کیونکہ جہاں آزادی
کو زیادہ دخل ہے وہاں ترقی کی زیادہ وسعت ہے۔ لیکن ہر ایک چیز کی حد ہوتی ہے اس حد
تک اگر وہ پھیلے تو نتائج نیک پیدا ہوتے ہیں اور حد سے تجاوز کرنے میں نقصان عام بد
ہوتے ہیں۔ میری رائے میں جس قدر خالصہ دھرم آزاد ہے۔ اور قیود سے مبرا ہے اور کوئی
ہندو دھرم نہیں ہے اور گربائی کے سلسلہ کو بند کرنے سے کسی طرح خالصہ دھرم کی عالمگیر
اور آزاد دھرم کے مسائل میں قید نہیں لگائی بلکہ خالصہ دھرم کو آئندہ نامعلوم ہاتھوں میں دیکر
خراب ہونے سے بچایا گیا ہے انسانوں کے ہاتھ میں آکر ہندوؤں میں جسقدر فرقے اور
مسائل ہیں افراط تفریط ہوتی ہے وہ اب بھی ظاہر ہے۔ اور گورو گوبند سنگھ کے وقت تک
بھی ظاہر تھی۔ گورو گوبند سنگھ ہندوؤں کی مذہبی ترقی اور تنزل کے اسباب سے بخوبی واقف تھا اگر وہ
گربائی کے سلسلہ کو ختم نہ کر دیتا تو اسکے تمام کاموں میں یہ ایک نقص رہ جاتا۔ لیکن چونکہ وہ
صاحب احتیاط اور تجربہ کار شخص تھا اور زمانہ کی نبض پر اس کا ہاتھ تھا۔ اس نے بڑی دانشمندی
اور دور اندیشی سے یہ قید لگا کر خالصہ دھرم کو آئندہ کدورت سے بچا لیا اور یہی باعث ہے۔ کہ
تین سو سال سے خالصہ دھرم بہت کچھ خالص چلا آتا ہے۔ جہاں تک اس کے اصولوں کا
تعلق ہے لیکن اہل خالصہ وہ خالصہ نہیں ہیں۔ جو گورو کے وقت تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کی طرح وہ
پھر توہمات اور رسومات میں گھرے ہوئے ہیں۔ بطور نمونہ میرے ایک معزز دوست ذکر کیا کرتے
ہیں۔ کہ اسکے خاندان کے اکثر لوگ سکھ دھرم رکھتے ہیں۔ اور سکھوں میں جنیو پہننا ممنوع ہے اسلئے
وہ جنیو پہنتے تو نہیں لیکن خرید کر کے ایک میخ پر لٹکا رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی موقعہ شرادھ و شادی
وغیرہ کا ہوتا ہے۔ برہمن کے سامنے اس کو پہن لیتے ہیں مشتے نمونہ از خروارے۔ باقی اطراف
میں بھی خالصہ کا یہی حال ہے گورو گوبند سنگھ کا مشن کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن ہر سال لاکھوں
سکھ لنگا ہا پیر معروف سخی سرور کی زیارت کو جاتے ہیں۔ آجکل جو اسمیں گرما گرم بھائی

سکھوں میں ہشیار پائی جاتی ہیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ کی نفسی تعلیم کے برخلاف ہیں۔
پانچ سکھوں کی ہی صرف پاہل دینے کا اختیار دینا یہ مذہبی جمہوری سلطنت قایم کرنے کے اصول پر مبنی تھا اور اس ذریعہ سے گروڈم کی غلامی سے جسکے بھیانک نمونے ہندؤں کے سلسلہ میں پائے جاتے تھے اور جنکی خرابیاں برہمنی دہرم کی تعلیم میں نمایاں تھیں۔ نکالنا تھا۔ یہ ایسا اودیش تھا کہ جسکو گورو گوبند سنگھ کسی حالت میں ترک نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا تھا۔ کہ گورو گوبند سنگھ خود اپنے ہاتھ سے گروڈم کی بیخکنی کرے قانون قدرت ہم کو کیا سکھاتا ہے اور فطرت کا تجربہ ہمارے سامنے کیا ہے یہی کہ جس حدتک کسی چیز میں وسیع ہونے کی قابلیت ہے۔ اسکو اس حدتک اگر آزاد نہ چھوڑا جاوے۔ تو اس سے اس کی قابلیت کے درجہ تک فوائد حاصل نہیں ہوتے۔ یہی حال ہر حالت میں پایا جاتا ہے۔ کیا مذہبی دنیا میں کیا سوشل دنیا میں۔ اور کیا پولٹیکل دنیا میں۔ گورو گوبند سنگھ کے سامنے ہندؤوں کی تمام حالتوں کا نقشہ تھا۔ اور اس کو بخوبی معلوم تھا۔ کہ ہندو خود غرض لوگوں کی کوشش کے باعث سے دماغی غلامی میں پھنس کر اپنی ساری عزت کھو بیٹھے تھے۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ کا اودیش یہ تھا۔ کہ دماغی غلامی سے انکو نکال کر مذہبی غلامی سے بھی نکالدے۔ تب ہی ان کی پولٹیکل ترقی آگے بڑھ سکے گی۔ اسی لئے اسنے حکم دیا کہ کوئی پانچ سکھ پاہل دیا کریں۔ گویا کسی ذات خاص یا شخص خاص سے گرپائی نکال ہی لی۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ گرنتھ کو محدود کر دینا بھی ایک قسم کی غلامی میں ڈالنا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک چیز کی ترقی کے حدود ہیں۔ اور اپنی حدتک ہر ایک چیز کو آزادی چاہیئے خالصہ دہرم اور آدگرنتھ کی تعلیم کافی حدتک آزادی کی اجازت دیتے ہیں۔ یعنے کافی حدتک آزاد ہیں۔ خالصہ دہرم میں قیود بہت کم بلکہ سب مذہبوں سے کم ہیں اسکے لئے پر وبال بڑھانیکی پوری گنجائیش ہے۔ اور اس امر کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ خالصہ کو برائے آئیندہ گرنتھ پر محدود کرنے سے اسقدر حایل نہ تھا۔ جو کسی شخص کو گورو ماننے میں خطرے ہوتے

ہیں اسلئے گورو گوبند سنگھ نے اس بارے میں جو کچھ کیا بہت ہی مناسب کیا اور ضرورت کے لحاظ سے کیا۔ ہندوستان کو اس کی احتیاج تھی۔ جو ہوا بجا ہوا۔ نکتہ گیروں کے لئے نکتہ چینی کا میدان وسیع ہے جس طرف چاہیں قدم فرسائی کریں انکو بھی آزادی ہے ۰

گورو گوبند سنگھ کا آخری وقت

گرنتھ کو آیندہ گورو قرار دینے کے بعد دوسرے دن بتاریخ ۱۵ ماہ کاتک سمت ۱۷۶۵ گورو گوبند سنگھ نے اول غسل کیا اور تمام کپڑے پہنکر ہتھیار لگائے اور چند بھجن کہہ کر چارپائی پر لیٹ گیا اور سکھوں سے گرنتھ کی بانی سنتا ہوا ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کرلیا۔ اور واہگورو کا خالصہ واہگورو کی فتح کہتے ہوئے اپنی جان اکال پرکھ کے سپرد کردی اور اپنے شرمیدا اس اگنی کنڈ میں ایک اور آہوتی ڈال کر اس کو پھر سلگا دیا۔ جو ہندو قوم کی بھلائی کے لئے بنایا گیا تھا اُسدن ہندوؤں کا وہ سورج جس کی روشنی میں ہندوؤں نے پھر دیکھنا شروع کیا تھا جس کی حرارت سے انکے اجڑے ہوئے باغوں میں سوکھے ہوئے مرجھائے ہوئے کملائے ہوئے بوٹوں میں پھر رگ وبار آنے آغاز ہوئے تھے۔ موت کی رات میں چھپ گیا وہ امیدوں پر سے گھٹا اور قومی پریم سے گونجتی ہوئی بجلی بھارت دیش بھگتی کی بوندیوں سے بھرپور بادل جس سے ہندوؤں کے تپے ہوئے دل وجان اور جلے ہوئے ملک وخانمان کی اگنی بجھنے لگی تھی۔ اس کو موت کی ہوا ہندوستان سے اڑا لے گئی وہ دریا امواج جس کی طغیانی سے ہندوستان کا اجڑا ہوا کھیت وکشت وزار سرسبز وشاداب ہونے کی آثار رکھتا تھا۔ سیلاب ہوکر بہہ گیا۔ وہ مہاں آتما جو ہندوؤں کو پھر زندہ کرنے آیا تھا صفحہ ہستی سے اٹھ گیا وہ محبت بھرا دل جو ہندوؤں کے لئے خون جگر پی کر انکی بہتری کے لئے تڑپتا تھا۔ سرد ہوگیا آہ ہندوؤں کا سچا محب ہندو قوم کا سچا بہی خواہ دیش کا پریمی غمگسار اہل ہند کا پریہ مونس ومددگار حقیقی ہمدرد۔ اصلی خیر خواہ آخر چل بسا۔ مگر اپنی ہڈیوں کے کھاد اور خون کا پانی دے کر قومیت کا پودا لگا گیا۔ جو آخر پھل لایا

وہ اپنا کام کر گیا۔ اگرچہ اس کا اودیش اسکے اپنے وقت میں پھل نہ لایا جیسا کہ وہ چاہتا تھا۔ لیکن اسکے لگائے ہوئے پودے نے پھل دیا۔ اسکی محنتیں رائگاں نہ گئیں۔ جس پریم بھرے دل سے اسنے کام کیا تھا جس صدق دل سے اسنے کارروائی شروع کی تھی جس پاکیزہ مشن کو اس نے دلسوزی سے شروع کیا تھا۔ اور اپنے خاندان کی خونریزی سے خاتمہ کیا تھا وہ محنتیں تمام بارور ہو گئیں۔ گو اپنی زندگی میں اپنی کامیابیوں کو دیکھنا اسکے حصہ میں نہ تھا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے اسلئے اس کی زندگی ناکامیاب زندگی نہ تھی۔ ناکامی کا اسکے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا۔ وہ بامراد مرا۔ کامیاب مرا۔ وہ کر گذرا جس کا ارادہ کیا تھا۔ کیوں اہل خالصہ آپ زندہ شہادت اسکی کامیابی کی موجود نہیں ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کو مرنے سے پہلے بخوبی اطمینان تھا۔ کہ وہ اپنا کام کر چلا ہے۔ اپنے فرض کو مکمل کر چلا ہے اور جس غرض کے لئے اکال پرکھ کی اسکو آگیا تھی۔ اسکو ادھورا نہیں چھوڑ چلا۔ اسلئے مرتے وقت وہ خوش تھا۔ اور اسی کسی قسم کی اسکو اس وقت نہیں تھی۔ سیواجی مرہٹہ قریباً اس کا ہمعصر تھا۔ اسکو جو کامیابی ہوئی ہے۔ اسکے ساتھ مقابلہ کر کے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ کو کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر یہ نتیجہ غلط ہے۔ ایسا نتیجہ قائم کرنے کے وقت تمام واقعات کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ سیواجی جو کام کرتا تھا۔ اس میں قومی بھلائی بھی ضمناً ضرور شامل تھی۔ مگر اس کی خودغرضی طاقت حاصل کرنے کی اس میں محرک تھی۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کا اودیش نشکام تھا۔ اپنے لئے طاقت حاصل کرنا اور بات تھی۔ اور اس نیت سے جدوجہد کرنا کہ ہندوستان ہندو دیش اور ملک کے غاصبان کو باہر کیا جاوے اور بات تھی۔ سیواجی اپنے لئے کام کرتا تھا۔ اور گورو گوبند سنگھ دوسروں کے لئے سیواجی کا معراج اپنے لئے پولٹیکل طاقت تھا۔ گو اس میں قومی بھلائی بھی شامل تھی لیکن گورو گوبند سنگھ کا معراج مذہبی اور پولٹیکل دونوں طاقتیں حاصل کرنے کے ساتھ قومیت پیدا کرنا تھا سیواجی کے لئے پولٹیکل اقتدار حاصل کرنے کیلئے حکمت

عملی یعنی فریب دغا اور جھوٹ استعمال کرنے کا میدان خالی تھا لیکن گورو گوبند سنگھ کے لئے مذہبی پیشوا ہونے کے باعث یہ میدان بند تھا۔ وہ اپنے زور بازو اور قدیم کھتریوں کی ہاں دست بدست اور مقابلہ میں لڑائی کر کے کامیابی چاہتا تھا۔ سیواجی کی فتوحات اسکے گرد آدمی جمع کرتی تھی اور گورو گوبند سنگھ فتوحات حاصل کرنے کے لئے آدمی بناتا اور تیار کرتا تھا۔ سیواجی کی مخالفت ہندو احاطے سے اتنی نہیں ہوئی جتنی کہ گورو گوبند سنگھ کی ہوئی۔ اس لئے گورو گوبند سنگھ کا اودیش اسکی زندگی میں پھل نہ لایا جو سیواجی کا مشن لایا۔ لیکن سیواجی کی کوششوں کا پھل دیرپا نہ تھا۔ مرہٹوں کی پولیٹیکل طاقت کے ساتھ ہی ان کا سب کچھ چلا گیا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کے اودیش کا پھل دیرپا تھا اور اسکا پھل لا انتہا زمانہ تک محسوس ہوگا ؛

کہا جاتا ہے کہ اگر گوبند سنگھ زیادہ احتیاط برتتے اور پہاڑی راجوں سے موافقت پیدا کرتے تو کامیابی کی زیادہ امید تھی۔ اسی فریق کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ اگرچہ گورو گوبند سنگھ نے کام شروع کرنے میں جلدی نہیں کی۔ اور سوچ بچار کر کام شروع کیا۔ لیکن اگر زیادہ تیاری کر کے کام شروع کیا جاتا تو شاید بہتر ہوتا۔ لیکن ہم اتنے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے کس طرح رائے زنی کر سکتے ہیں۔ کہ آیا اسنے وقت مناسب پر کام شروع کیا یا نہیں یا پہاڑی راجوں نے اس کو مخالفت پر مجبور کیا یا گورو گوبند سنگھ نے ان کو مخالف بنایا۔ لیکن جس قدر واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ پہاڑی راجوں نے اسے جلدی میدان جنگ میں آنے پر مجبور کیا۔ گھر کی مخالفت کے باعث سے اگر گورو گوبند سنگھ اپنی زندگی میں ناکامیاب رہا تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن گورو گوبند سنگھ بہمہ وجوہ بامراد اور کامیاب مرا۔ وہ اپنا پاک فرض پورا کر گیا۔ دلسوزی سے جس کھیت کو تیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کو سرسبز چھوڑ گیا۔ اس کھیت میں پھول آئے پھل آیا۔ اور اب تک وہ کھیت سرسبز چلا آتا ہے۔ اور اس احسان میں ہندوؤں کی گردنیں اسکے سامنے نیچے

جھکی جاتی ہیں ؛

گورو کے خصائل

اسقدر لکھنے کے بعد اپنے فرض کو ادھورا چھوڑنا ہوگا۔ اگر ہم گورو کے خصائل پر کچھ حوالہ قلم نہ کریں۔ گذشتہ واقعات سے جن کا ذکر اوپر کے اوراق میں ہوا ہے۔ جو خصائل گوبند گوبند سنگھ کے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف انکو ہی لکھنے کی کوشش کرینگے۔ اور اگرچہ پہلے کبھی انپر لکھنے کی کوشش نہیں ہوئی۔ لیکن پنجاب دیش میں قریباً سب لوگ ان خصائل سے واقف ہیں مگر میری کوشش یہ پہلے ہوگی۔ کہ میں اسکے خصائل لکھنے پر قلم اٹھاؤں۔ اور اگر کہیں میں لغزش کھا جاؤں۔ تو امید ہے۔ کہ معذور خیال کیا جاوے گا۔ اگرچہ کسی کسی جگہ مضمون میں اعادہ یا تکرار الفاظ کا احتمال ہے۔ مگر اس سے چارہ نہیں۔ کیونکہ پہلے اس بارے میں کبھی کسی نے قلم نہیں اٹھایا اور گذشتہ ذکر یافتہ واقعات سے خصائل کا نتیجہ اخذ کیا گیا ہے ممکن ہے کہ کئی خیالات اور الفاظ کا اعادہ ہو جائے ؛

گورو گوبند سنگھ سچا تیاگی تھا اور نشکام دیش بھگت کرشن اور بھیشم نے مہابھارت میں اپدیش کیا ہے کہ سب سے بڑا تیاگی وہ ہوتا ہے۔ جو دوسروں کی بھلائی کے لئے میدان جنگ میں پران تیاگتا ہے۔ گورو گوبند سنگھ نے محض دوسروں کے فائدہ کے لئے نہ فقط اپنے پران تیاگ کئے [illegible] اس نے سب کچھ جو اپنا تھا اور انسان کے پاس ہو سکتا تھا۔ وہ دیش بھگتی میں لگایا۔ جو روپیہ پیسہ آیا وہ سب قوم کے ارپن کیا۔ اپنی پیاری اولاد ساری قوم کے ارپن کی اپنے پیارے پانچ بھگتے قوم کے ارپن کئے۔ اپنی طاقت اور بھیجا بل کو قوم کے واسطے خرچ کیا۔ اپنی قوت دماغ کو کام میں لگایا اپنے آرام کو قوم کے لئے نثار کیا۔ اپنے جسم اور لہو کو قوم کے لئے نچھاور کیا۔ کونسی چیز تھی جو اسنے قوم کی نذر نہیں کی۔ کیا چیز تھی جو اس نے قوم سے اٹھا رکھی۔ اس لئے سب سے بڑا تیاگی بھارت ورش میں گورو گوبند سنگھ

ہی تھا۔ تیاگ اسکو کہتے ہیں۔ کہ کچھ پاس ہو اور تیاگ دیا جاوے۔ بدھ کا تیاگ تھا۔ بھیشم کا تیاگ تھا۔ بدھ کا تیاگ دنیا کی تکالیف سے دور کرنا تھا۔ بھیشم کا تیاگ خود غرضانہ مگر اپنے پتا کی خوشنودی کے لئے تھا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کا تیاگ اور وہاں تیاگ قوم کے لئے تھا۔ اور یہ بھلا تیاگ جس کو تیاگ کہہ سکتے ہیں۔ اسکو تیاگ نہیں کہتے کہ جب پاس کچھ نہ ہو کاہلی سے کچھ کام نہ کر سکیں اور تیاگی بن بیٹھیں۔ تیاگی دراصل وہی ہے جو کچھ رکھتا ہو اور تیاگ کرے لنگوٹے میں بھاگ کھیلنے والوں کا تیاگ۔ تیاگ نہیں کہلاتا۔ گورو گوبند سنگھ نے اتنا بڑا تیاگ۔ نہیں اتنے بڑے تیاگ۔ تیاگ بے غرضانہ اور نشکام کئے جہاں تک اسکی اپنی ذات کا تعلق تھا۔ کسی میں اپنی غرض شامل نہ تھی۔ سب دوسروں کی بھلائی کے لئے تھا۔ سب قربانیاں ہندو جاتی کے اودھار کے لئے تھیں۔ اگر گورو گوبند سنگھ چاہتا تو گورو کی حیثیت میں ہر قسم کی آرائش و آسایش دولت اور مال سے مالامال اور خوشحال رہتا لیکن اسنے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ نہ دھن نہ دولت۔ نہ آرام نہ بزرگی۔ غرض کسی چیز نے اس کے دل پر وہ جگہ حاصل نہیں کی۔ جو ہندو دھرم کے رکھشا کے خیالات نے کی۔ نہ کبھی تعریف کا خواہاں ہوا۔ نہ حسن خدمت کا کسی سے صلہ مانگا۔ وہ نشکام دیش بھگت تھا۔ اس کو نہ کسی کی شاباش کی احتیاج تھی۔ نہ وہ کسی کے اظہار قدردانی کا محتاج تھا۔ اسکا تیاگ سچے تیاگ کی تعریف میں شامل ہے ؛

ایک ہی شخص میں سب کمالات ملنے مشکل ہیں لیکن گورو گوبند سنگھ ہر طرف سے کامل تھا۔ وہ شاعر تھا۔ مذہبی لیڈر تھا۔ مذہبی ریفارمر تھا۔ مدبر تھا۔ سپہ سالار تھا۔ شاعر بھی ایسا تھا۔ کہ نظم میں۔ زور مضمون میں۔ فصاحت اعلےٰ درجے کی تھی۔ اکمل درجہ کا مذہبی ریفارمر اور ہادی تھا۔ میدان جنگ کا نڈر سپہ سالار۔ دور اندیش مدبر۔ حقیقی محب قوم اور صادق محب الوطن۔ ان تھک فنا فی القوم۔ بے مثال شہید الملک۔ کرشن اور رامچندر اور شنکر اپنی اپنی جگہ بہت بڑے آدمی ہوئے ہیں۔ اور ان سے بھی اپنے اپنے

موقعہ پر عظیم کام سرانجام ہوئے ہیں۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کا قدم ان سے بھی آگے ہے
گورو گوبند سنگھ نے اس طرح ان سب کو قومی کاموں میں پیچھے چھوڑا ہے جسطرح خود
بلحاظ زمانہ پیچھے آیا ہے۔ کرشن راجہ زادوں کو میدان جنگ میں خیال بزدلی سے نکالتا
ہے۔ گورو گوبند سنگھ ان لوگوں کو اٹھاتا ہے جو مٹی میں مل گئے تھے سب جنکے خواب میں
بھی نہ تھا۔ کہ میدان جنگ میں وہ جوہر بہادری دکھائینگے۔ کہ ارجن کے کارنامے بھولجائینگے۔
گورو گوبند سنگھ بے سروسامانی کے ساتھ تمام سلطنت ہندوستان کے مقابلے کے لئے تیاری کرتا ہے
وہ نہائیت مستقل مزاج تھا۔ باپ کے مرنے پر جو اودیش اپنا قرار دیا۔ اسکو تامرگ نہ
چھوڑا۔ کوئی زمانہ اسکی زندگی کا ایسا معلوم نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی وقت یا دن یا ماہ یا ہفتہ
اسکی تمام زندگی کا ایسا پایا جاتا ہے۔ کہ اسنے اپنے اودیش کو نظرانداز کیا ہو۔ مسلسل اور متواتر
اپنے کام میں لگا رہا ہے۔ جو دھن بنائی ہمیشہ اور لگاتار اس میں لگا رہا۔ کبھی اور کسی
حالت میں اس دھن کو اپنے سامنے سے دور نہیں کیا۔ کوئی مصیبت۔ کوئی رنج۔
کوئی سختی اسکے دماغ میں خلل انداز نہیں ہوئی۔ اس سے اندازہ کرو کہ ایک فقیر
گوشہ نشین تھا۔ کسی قسم کے اسباب یا مصالحہ جنگ اسکے پاس نہیں تھا۔ آمدنی کا کوئی
ذریعہ نہ تھا۔ لیکن کسی کوتاہی نے اسکے راہ میں کبھی اثر نہیں کیا۔ بیٹوں کے قتل جیسی
مصیبت نے بھی اسکے اودیش کو متزلزل نہیں کیا۔ وطن۔ عزیز و اقارب کی جدائی کسی
نے اسکی ہمت کو کم نہیں کیا۔ اور تامرگ اپنی دھن میں لگا رہا؛

وہ غائیت درجہ کا ثابت قدم تھا۔ باوجودیکہ سب کچھ کھو بیٹھا تھا۔ آوارہ وطن ہو گیا
تھا۔ بے سروسامان تھا۔ لیکن جب ذرہ دم لینے کی فرصت ملی۔ پھر اپنے کام کو شروع
کر دیا۔ مایوسیوں سے اسکی ہمت اور طبیعت پر اور زیادہ رنگ چڑہتا تھا۔ چمکور کے میدان
سے اسلئے راجپوتانہ کی طرف گیا کہ وہاں راجپوتوں کو اپنے ساتھ شامل کرے لیکن راجپوت
اسکے ساتھ شامل نہ ہوئے اسنے مرہٹوں کو آزمانے کیلئے دکھن کا رخ کیا لیکن وہاں موت نے

مہلت نہ دی لیکن تادم واپسیں اپنے مشن کو سامنے رکھا اور ذرہ بھی اس سے ادہر ادہر نہ ہُوا
اگر کسی کام میں کامیابی ہو جائے اور انسان اسپر ثابت قدم رہے تو اور بات ہے لیکن مایوسی پر
مایوسی ہونے پر بھی اپنا کام کرنا ورا کٹھن ہے۔ لیکن گورو گوبند سنگھ مہاں بلی تھا۔ اسلئے اسنے
ثابت قدمی سے ایک قدم کبھی کبھی نہیں ہٹایا۔ بڑا دلیر بہادر اور نڈر اولوالعزم تھا۔ بے قاعدہ
سکھوں کی جماعت سے جس کا نہ سامان درست تھا۔ اور نہ کھانے کو کافی میسر تھا۔ لشکر شاہی
کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور پھر خود ہر وقت فوج کے آگے ہوتا تھا۔ دنیا میں ایک ہی مثال سے
اس نے ثابت کر دیا کہ وہ غضب کا جری اور دلیر تھا۔ کہ چالیس آدمیوں کے ساتھ لشکر
شاہی کے مقابلہ میں چمکور کے میدان میں ڈٹا رہا۔ وہ مردِ میدان تھا۔ اور میدان جنگ میں
اپنے کام کو مثل ایک ماہر اور تجربہ کار جرنیل کے سرانجام دیتا تھا۔ اور یہی باعث تھا۔ کہ وہ
چھوٹی سی فوج کے ساتھ کئی دفعہ فوج مخالف کو شکست دے سکا۔ وہ نڈر تھا خطرہ سے
بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ خود تلوار لئے ہوئے ہر صف اور ہر سمت پر بجلی کی طرح چمکتا تھا۔ چست
و چالاک تھا۔ جہاں اس کی موجودگی کی ضرورت ہوتی تھی۔ فوراً وہاں موجود ہوتا تھا۔ محنت
کش تھا۔ تکلیف اور سختیوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ آن کا پکا اور خوددار تھا۔ ہر چند شکستہ
دل ہو گیا تھا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے چار بیٹے دیش اگنی سمکھے ہون کنڈ میں آہوتی ڈال
چکا تھا۔ خانماں سے دور افتادہ۔ وطن اور اپنے عزیزوں سے مہجور تھا۔ لیکن کبھی اس
نے اپنے کسی فعل یا کام سے قوم کو ناامید اور مایوس نہیں کیا۔ اپنی خودداری کو پورا
نبھایا۔ اورنگ زیب نے دو دفعہ بلایا۔ لیکن نہیں گیا۔ بلکہ باز بے پر و بال تھا۔ اور شیر
شکستہ پا۔ تاہم اسنے شہنشاہ وقت کی پرواہ نہ کی۔ اپنے خیالات کے اظہار میں بہت دلیر تھا
ہر کسی کو بلحاظ درجہ اپنی بات کو آزادی سے کہہ گزرتا تھا۔ اورنگ زیب کو اسکے پیغام کے
جواب میں بیخوف آزادی سے لکھا کہ اورنگ زیب بڑا سنگدل اور ظالم ہے بروز حساب
یعنے قیامت اسکو اپنے مظالم کا جواب دینا ہوگا۔ اور معلوم ہو کہ بادشاہ وہاں اپنی صفائی

صفائی کس طرح کرسکتا ہے۔ اور نیز واضح اور زوردار الفاظ میں لکھا۔ کہ خالصہ اس سے اپنا انتقام لے کر ہی آرام کرینگے ؞

وہ اپنے کام میں جلدی نہیں کرتا تھا۔ ہر معاملہ کو ہر پہلو سے سوچ لیتا تھا۔ اسکے بڑے عرصہ کے سوچ بچار کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ خالصہ دہرم کی ایسی بنیاد رکھی۔ کہ تلوار کے سایہ میں توپوں کے رو میں ہر طرف اسلامی شوکت اور اقتدار مسلمانوں کی سخت ترمخالفت میں بڑھتا ہی گیا۔ اور ہر شخص میں جو اسکا سکھ بنا اسمیں ایسی شخصیت بھردی اور اسکے ایسے کیریکٹر (خصلت) پیدا کئے۔ کہ موت کو وہ کھیل سمجھنے لگے زندگی کو ہتھیلی میں لے گیا۔ جہاں گورو گوبند سنگھ کا پسینہ گرتا تھا۔ وہاں وہ خون بہانے کو تیار رہتے۔ ان میں ہمت اور حوصلہ کی ایسی پھونک لگائی۔ کہ ایک ایک سکھ کو ہزاروں کے مقابلہ کے قابل بنا دیا۔ ایسے شہید الوطن پیدا کئے۔ کہ نہ تو وہ اپنی زندگی کا لحاظ کریں۔ نہ عزیز و اقربا کی محبت انکو باز رکھ سکے نہ دنیا کی کوئی اودیش انکے ارادوں کو سدراہ ہو سکے ایسے آہنی طبع آدمی پیدا کئے۔ جو کسی مصیبت اور تکلیف کو خاطر میں نہ لائیں اور ان میں اپنے نام اور دہرم کی عزت کا ایسا پکا نقش کیا۔ کہ وہ قومی نشان بن رہا۔ انکو حضیض پستی سے نکالکر بلند رتبہ پر اٹھایا۔ نہ برہمنوں سے اس وقت کچھ بن پڑا۔ اور نہ کسی پنڈت مہنت کو چون وچرا کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ سب باتیں جلدی کی نہیں تھیں۔ انکی بنیاد غائر سوچ و بچار پر مبنی تھی ؞

وہ ہر کام کو منظر دوراندیشی سوچکر کرتا تھا۔ آئندہ زمانہ کی بات کو پہلے ہی وزن کرسکتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ منظر دوراندیشی خالصہ دہرم میں ایسے اصولوں کو دخل نہ کیا۔ جس سے پھر خالصہ ذلیل ہو جاویں۔ اور اپنی جوانمردی کو داغ لگائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک خالصہ میں کچھ جان باقی چلی آتی ہے۔ یہ بھی اسنے دوراندیشی سے دیکھ لیا تھا کہ اسکا اودیش ضرور پھل لائیگا۔ اسلئے وہ مایوس نہیں مرا۔ اکال نے جس عظیم کام کے لئے اسکو بھیجا تھا۔ اسکے لئے اپنے گنج بے پایاں سے ذہانت و ذکا۔ عقل رسا اور ادراک کامل کا بھی

وافی حصہ اسکو عطا کیا تھا۔

انتظامی معاملات میں سخت گیر تھا چنانچہ جب رام رائے کی بیوی نے شکایت کی کہ مسندوں نے انکے خاوند کو سازش کر کے قتل کیا ہے کہ وہ مسندوں سے روپیہ کا سختی سے طلبگار کام کرتے تھے۔ اور آمدنی میں مقررہ رقم گرو کو دیتے تھے۔ اور باقی اپنے تصرف میں لاتے تھے یہ فرقہ مسندوں کا بڑی تکلیف دیا کرتا تھا۔ یہ فرقہ بھائیوں کے نام سے مشہور رہا ہے اکثر یہ خائن اور بدچلن ہو گئے ہیں۔ چنانچہ گرو گوبند سنگھ نے رام رائے کی بیوی کی شکائیت پر اسکے علاقہ کے تمام مسندوں کو بلوا کر گرم تیل میں جلوا دیا۔ اپنے مسندوں سے بھی وہ ناراض تھا۔ انکے ساتھ بھی اس قسم کی سختیاں کرتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ خالصہ دھرم میں انکو داخل کرنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ بلوان تھا بہادری اور شجاعت کے کاموں کو پسند کرتا تھا خود بھی محنت کش تھا۔ اپنے لواحقین اور تابعین میں جفا کشی پیدا کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ جیسا کہ جسم مضبوط تھا۔ ویسا ہی دل کا بھی بڑا مضبوط اور بہادر تھا۔ جو سکھ گھوڑا یا ہتھیار نذر پیش کرتا۔ اس سے نہائیت خوش ہوتا تھا۔ شکار میں اکثر اسلئے رہا کرتا تھا۔ کہ سکھوں کو تلوار چلانے اور ہتھیار استعمال کرنے کی عادت ہو اور اس عادت کی مشق ہو۔ جس کی ایک جنگجو فرقہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

وہ منتظم تھا۔ اپنے کل معاملات کا پورا انتظام کرنا جانتا تھا۔ آمدنی کا ایسا عمدہ انتظام تھا کہ مختصر سے سکھوں کی آمدنی پر فوج تیار کرتا تھا۔ اور تھوڑے سے خرچ سے ایک بڑی جماعت سکھوں کو قابو میں رکھتا تھا۔ اور ہر پہلو پر انتظام پایا جاتا تھا۔

اس کے کلام میں تاثیر تھی۔ جو کچھ وہ سکھوں کو کہتا تھا۔ وہ بسر و چشم منظور کرتے تھے جان تک قربان کرنے میں ان کو دریغ نہ تھا اور سکھ بھی ایسے خوش عقیدہ انسان تھے کہ گرو کے بچن پر جان نچھاور کرتے تھے۔ کیونکہ گرو ان سے نہائیت درجہ کا پریم رکھتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سب سکھوں کو مساوی نظر سے دیکھتے تھے چھوٹا بڑا اسکی نظر میں کوئی نہیں تھا۔ اور یہ بات ہر سکھ کے دل میں گھر کر گئی تھی نہائیت خوش خلق۔ شیریں خو اور خوش معاملہ تھے اور اس کا

یہی باعث تھا کہ باوجود یکہ ہر کسی کو اچھی طرح سے معلوم تھا۔ کہ اسکا مشن مسلمانوں کی حکومت کو ذلیل کرنا ہے۔ لیکن خود مسلمانوں نے اسکو سر پر اٹھا کر خطرہ سے باہر کر دیا۔ کیونکہ گورو ہر کسی سے احسان اور مروت کرتا تھا۔ اخلاق اور محبت سے پیش آتا تھا اور خوش معاملہ شخص تھا۔ حتے کہ دشمن بھی اس سے پیار کرتے تھے۔ وہ بڑا سخی تھا۔ جو کسی کی احتیاج پوری کرے وہ سخی۔ لیکن گورو گوبند سنگھ نے ملک اور قوم کی حاجت کو اپنے اور اپنے عزیزوں کے سر دے پورا کیا اس سے بڑا سخی کون ہو سکتا ہے۔ علاوہ انکے اسکا لنگر ہر غریب اور امیر کے لئے کھلا ہوا تھا۔ محتاجوں اور غریبوں کو اسکے لنگر سے روٹی اور کپڑا ملتا تھا۔

طبیعت میں کسی قدر خوشباشی اور چہل بھی تھی۔ ایک دفعہ ایک سکھ نے شیر مار کر اسکا چمڑا سالم معہ چہرہ وغیرہ پیش کیا۔ آپنے اس چمڑے کو ایک گدہے کے جسم پر چڑہوا کر آبادی میں چھوڑ دیا۔ لوگ اسکو دیکھ کر گھبرائے۔ کوئی کوٹھے پر چڑھ گیا کوئی چھپ گیا کسی نے مکان کے دروازے بند کر لئے غرض گاؤں میں تہلکہ مچ گیا اور لوگوں کے اوسان خطا ہونے لگے لیکن جب آخر شیر شکل گدہے نے رینگ لگائی تو وہ ہنستے ہوئے دل جہلہ میں آ گئے اور جنکے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ ہنسنے اور مسکرانے لگے۔ یہ دل لگی اپنی قسم کی نرالی تھی اور معنے خیز بھی۔

وہ علم دوست بھی تھا۔ خود بھی اسکو مطالعہ کا شوق تھا۔ بھارت کے بہادروں کے کارناموں اور تواریخ پڑھنے اور سننے کا بہت ہی شوق رکھتا تھا۔ قدر دان سخن تھا چنانچہ کئی شاعر اپنے دربار میں ملازم رکھے ہوئے تھے رزمیہ نظم کو بہت پسند کرتا تھا فارسی اور عربی زبان میں مہارت رکھتا تھا۔ سنسکرت کا گو پنڈت نہ تھا مگر کچھ جانتا تھا۔ پورانی مذہبی کتابوں۔ چھ شاستروں۔ اپ نشدوں پرانوں وغیرہ کی تعلیم سے بخوبی واقف تھا۔ جس کو بڑے شوق سے سنا کرتا تھا۔ ایشور بھجن میں لگے رہنے کو پسند کرتا تھا۔ اور سکھوں کو بھی ہمیشہ اسکی ہدایت اور تاکید کرتا تھا۔ ہر روز گرنتھ کی کتھا ہوتی تھی۔ اور خود اس میں موجود رہتے تھے صبح و شام خود

جپ جی اور راہ راس کا پاٹھ کیا کرتا تھا۔ اپنے کرم نیم میں پکا اور راسخ تھا۔ مورتی پوجا اور شراب دغیرہ سے متنفر تھا۔

وہ سچا راست باز تھا اپنی کسی تعلیم اور کام میں سچائی اور راستی کو ہاتھ سے نہیں دیا نہ تو میدان جنگ میں کوئی امر خلاف راستی کیا اور روز مرہ زندگی کے کاموں میں چنانچہ ہر چند لوگوں نے اس سے کرامات دکھانے کی خواہش کی لیکن اس بندۂ خدا نے صرف یہی کہا۔ کہ انسان کوئی کرامات نہیں کرسکتا۔ کرامات صرف ایشور کے اختیار میں ہے ایک موقعہ پر مقام آگرہ کسی نے اس سے کرامات کی وجودیت یا عدم وجودیت کے بارہ میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ اور کرامات تو انسان کبھی کوئی نہیں کرسکتا البتہ میں تین چیزوں کو اس دنیا میں کرامات مانتا ہوں اول لوہا کی کرامات یہ ایسی کرامات ہے کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز مانگو ملسکتی ہے تاج شاہی اسکے ذریعہ سے ملسکتا ہے ارتھ (دنیا) کام (خواہشات) موکش (نجات) اور دہرم سب چیزیں اسکے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہیں جو چیز انسان کو نہ ملتی ہو اس سے ملتی ہے یہی انسان کی بلندی کا رتبہ ہے جو اسکی پرستش کرتے ہیں وہ چاروں پدارتھ پاتے ہیں۔ اسکی مراد لوہے سے ہتھیاروں کی تھی۔ جو شخص یا قوم اسلحہ کا استعمال کرتی ہے تمام چیزیں اور برکتیں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتی ہیں۔ کیا زر کیا زمین یا کیا زمان۔ کیا دنیا اور کیا عاقبت آدمی اسکی غلامی کرتے ہیں۔ شہزادے اسکے غلام اور شہزادیاں اسکی کنیزیں بنتی ہیں۔ یعنے جسکی تیغ اسکی دریغ۔ بکتی اسلیئے۔ کہ جو جنگ میں مرتا ہے وہ سیدھا پرم آنند کو پاتا ہے۔ دنیا میں بھی عزت سے شہید اور بہادر کہلاتا ہے محب وطن کا خطاب پاتا ہے اور ہمیشہ اہل وطن سے پیار کیا جاتا ہے۔ لوہے کی یہ کرامتیں ہیں جسکی طرف گورو گوبند سنگھ کا اشارہ تھا لیکن جو کام لوہے نے موجودہ صدی میں کیا ہے۔ جس میں ہم موجود ہیں وہ بھی کرامات سے کم نہیں ہے۔ اس لوہے کو پر لگا کر دریاؤں اور سمندروں میں تیرایا گیا ہے۔ اس لوہے کا انجن بنا کر ہوا میں اڑایا گیا ہے۔ اس لوہے کی برکت سے ہزاروں کلیں چلتی ہیں۔ دنیا کو ارزاں اور بہتر سامان زندگی بہم پہنچاتے ہیں۔ یہی لوہا ہونے

سے زیادہ قیمتی بن رہا ہے۔ اور بہت زیادہ مفید۔ یہ صدی لوہے کی حکومت کی تھی۔ دوسرا بل کو گورو گوبند سنگھ نے کرامات بتایا۔ یعنی ساری دنیا میں بل حکومت کرتا ہے۔ بلوان کا کمزور اور ضعیف غلام اور خادم ہے۔ ساری کائنات میں یہ فطرت کا قانون ہے۔ کہ کمزور زبردست کے ماتحت رہے۔ خواہ وہ باہو بل ہو۔ خواہ دماغی بل ہو۔ طاقت کو ہمیشہ بزرگی اور حکومت حاصل ہے۔ یہی قانون درندوں میں موجود ہے یہی قانون پرندوں میں ہے۔ یہی نباتات میں اور یہی انسان میں ہے۔ طاقت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ قومیں بل کے سہارے اٹھتی ہیں۔ بل کے سہارے بڑھتی ہیں۔ اور بل کے سہارے زندہ رہتی ہیں۔ بل کے سہارے انسان جانوروں سے کام لیتا ہے۔ بل کے سہارے دشمنوں کو سزا دیجاتی ہے۔ سارے کرشمے دنیا میں بل کے ہیں۔ بل ہین ہمیشہ ذلیل خوار اور رسوا رہتے ہیں۔ بلوان روح کے لئے بلوان جسم کی ضرورت ہے۔ اور بلوان جسم بلوان روح کا محتاج ہے اور بل کرامات سے کچھ کم نہیں کرتا۔ تیسری کرامات گورو گوبند سنگھ نے دھن کو کہا ہے اسکے کرشمے اور عجیب اثر اسقدر ظاہر ہیں۔ کہ محتاج بیان نہیں۔ دنیا میں جو چیز چاہو یہ بہم پہنچاتا ہے۔ عیب پوش ہے اور کل امراض کا دوا ہے۔ کوئی غرض نہیں جو اسکے ذریعہ سے پوری نہ ہو۔ کوئی احتیاج نہیں جسکو یہ مکمل نہ کر دے۔ کوئی کام نہیں جسکو یہ سرانجام نہ کر دے۔ یہ پاس نہ ہو تو کوئی عزیز نہیں۔ کوئی رفیق نہیں۔ کوئی رشتہ دار نہیں بنتا۔ کوئی غمخوار نہیں۔ اسکے بدوں بٹیا بٹیا نہیں بنتا۔ ماں باپ محبت نہیں کرتا۔ آشنا پاس نہیں پھٹکتا۔ بیوی ناک بھوں چڑھاتی ہے۔ رشتہ دار منہ چڑاتے ہیں۔ بھائی حقیر سمجھتا ہے۔ سوسائیٹی اسکو عضو معطل سمجھتی ہے۔ اگر یہ پاس ہو تو بیگانے بھی اپنے ہوتے ہیں۔ سب پیار کرتے ہیں۔ اور سب منہ کو تاکا کرتے ہیں اسلئے اسکی کرامات پہلی دو چیزوں کی کرامات سے کم نہیں ہیں۔ بلکہ زیادہ ❖

گورو گوبند سنگھ کا طریق زندگی بالکل سادہ تھا۔ سب سے خندہ پیشانی سے ملتا تھا۔

اور سب سے محبت کرتا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی۔ کہ بے نفس انسان تھا۔ نہ تعریف کا خواہشمند نہ کسی کی توہین کی جستجو وہ فراخدل تھا۔ پہاڑی راجوں نے ہمیشہ تکلیف دی لیکن جب ان کو ضرورت ہوتی اسکے افعال کو بھولکر اسے عفو سے شرمندہ کیا اور انکا ساتھ دیا بہادر شاہ نے جاگیر دینی چاہی لیکن اسنے اودیش کو خسروانہ حرمت اور جاگیر پر قربان ہی نہ کیا۔ ہندوؤں کا حقیقی خیرخواہ تھا۔ کہ جب بہادر شاہ نے سپہ سالار بناکر مرہٹوں کے مقابلہ میں بھیجنا چاہا۔ تو اسنے انکار کر دیا ۞

گورو گوبند سنگھ کی رائیں نسبت مختلف مسائل

وہ اوتاروں کے وجود کو نہیں مانتا تھا اور نہ یہ مانتا تھا۔ کہ ایشور کا کوئی اوتار دنیا میں ہو سکتا ہے بعض آدمی دسویں بادشاہی کے گرنتھ میں ان بیانات کو جو نظم میں کرشن رامچندر وغیرہ ۲۴ اوتار۔ وشنو اور اوتار برہما وغیرہ کی نسبت کہے گئے ہیں۔ اس امر کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ اسکو اوتار مانتا تھا۔ اگر ایسا نہ مانتا ہو تو وہ انکی تعریف کیوں کرتا۔ کسی چیز کی تعریف کرنا بجائے خود ان کو تعریف اوتار میں داخل نہیں کر سکتیں۔ نہ ان نظموں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس نے کہیں اسنے انکو اوتار تسلیم کیا ہو۔ البتہ ان اوتاروں کے حالات کو نظم میں اور ویش بھاشا میں بحیثیت ایک مؤرخ کے لکھا ہے۔ اور ان کی بیرتا اور شجاعت کے کارناموں کو مؤثر اور زبردست نظم میں اپنے سکھوں کے جوش ابھارنے کے لئے بیان کیا ہے اور اس سے کسی طرح یہ نتیجہ نکال نہیں سکتے کہ وہ اوتار ہونا مانتا تھا۔ یا کرشن وغیرہ کو اوتار تسلیم کرتا تھا۔ لیکن ان قیاسات اور دلائل پر بحث کرنے کی کیا ضرورت جب اسکے صریح اقوال موجود ہوں۔ کہ کوئی ایشور کا اوتار نہیں ہو سکتا۔ دو قسم کے قول ہیں ایک وہ جن سے معناً ضمناً اوتار کھنڈن پایا جاتا ہے اور دوسرے وہ جو صریح کھنڈن کرتے ہیں ۞

پہلی قسم کے قول ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

(۱) اکال استت میں لکھا ہے۔ بمستنگ اکلے دمنسکار اس پرمیشر کو جو شریر نہیں کہتا مستنگ آیائے (اسکو جو جنم نہیں لیتا) مستنگ اجنمے (پھر اسکو جو جنم نہیں لیتا)

(۲) ایک اور جگہ کہا ہے اجنم ہے (اسکا جسم اور جنم نہیں ہے) اسکا ورن نہیں ہے۔

دوسری قسم کے صریح اقوال۔

(۳) کیتے کرشن سے کیٹ کوٹے اپائے۔ اسارے گھڑے پھیر میٹے بنائے۔

ترجمہ۔ کرشن جیسے لاکھوں کروڑوں کیڑے پیدا کئے اور پھر بنایا اور پھر مٹی کر دیا۔

نیحگیرنتی دسویں بادشاہی بھجنگ پریات چھند ۵۔ ۹۵۔

(۴) کاہوے ٹھوک بدھے او ٹھاکر۔ کاہو مہیش کو ایش بکھانیو۔

ترجمہ۔ کسی نے پتھر کے ٹھاکر گلے میں باندھے۔ کسی نے مہیش کو ایشور کہا۔

کاہو کہیو ہر مندر میں۔ ہری کال ہو مسیت کے بیچ پرمانیو۔

ترجمہ۔ کوئی کہتا ہے کہ پرمیشور مندر میں ہے۔ اور کوئی اسکو مسجد ہی میں مانتا ہے۔

کاہو نے رام کہیو کرشنا کہوں۔ کاہو نے اوتارنہ مانیو۔

کوئی کہتا ہے کہ رام اور کرشن ہی اوتار ایشور کے ہیں لیکن میں کسی کو ایشور اوتار نہیں مانتا

پھوکٹ دہرم بھار سبھے کرتار ہی کون کرتار جیا جانیو۔

میں نے ان سب جھوٹے دہرموں کو بھلا دیا اور صرف سرشٹی کرتا ہی کو ایشور مانتا ہوں۔

(۵) جو کہو رام اجونی اجے ان کا ہے کو کوشل کُکھ جیو جی۔

اگر تم رام کو نا پیدا ہونے اور نہ جسم میں آنے والا کہتے ہو تو پھر کوشلیا کے پیٹ سے کیوں پیدا ہوا۔

کال ہوں کال کہے جہہ کو کہِ کارن کال تے دین بھیو جی۔

بکال (موت) جسکو ناش نہیں کرسکتا وہ کال سے کیوں عاجز کیا گیا۔

۶) کیوں کہو کرشن کرپا ندھی ٭ کہ کاج تے بدک بان لگائیو
اور کلین اوہارت جو کہہ تے ٭ اپنی کل ناس کر ائیو
آد اجونی کہائی کہو کم ٭ دیوک کے جٹھر بنتر آیا یئو
تات نہ مات کہے جہ کو تہ ٭ کیوں لبدیوہی باپ کہائیو

ترجمہ۔ تم اگر کرشن کو کرپاندھے (مہربان) کہتے ہو پھر وہ شکاری کے ہاتھ سے کیوں مارا گیا۔ اگر لوگوں کا خاندان تاریوالا ہے تو اسنے اپنے خاندان یادو کو کیوں برباد کرایا۔ جس کی ابتدا نہیں اور جو غیر مخلوق ہے۔ وہ دیوکی کے حمل میں کیوں آیا۔ جس کا ماں باپ کوئی نہیں ہے۔ اسکا باپ واسدیو کیوں کہایا۔

۷) جال بد ہے سب ہی مرت کے کو ڈرام رسول نہ باچن پائے
انت مرے پچھتائے پرے پرجے جگ میں اوتار کہلائے
اے من رے بکیل ہی کال لاگت کھائے نہ پائے دہائے

ترجمہ۔ سب موت کے جال میں باندھے ہوئے ہیں کوئی رام رسول نہیں بچ سکتا۔ جنہوں نے اوتار ہونے کا دعوے کیا ہے وہ آخر پچھتا کر مر گئے۔ ارے من تو اکیلا ہے اکال پرکھ کے چرنوں کے شرن میں کیوں نہیں جاتا۔ (ازرہ راس)

۸) میں نہ گنیش پرتھم مناؤں ٭ بشن کرشن کبھوں نہ دھیاؤں
کان سنے پہچان نہ تن سو ٭ لولاگی موری پگ ان سو
مہاکال رکھوار ہمارو ٭ مہالوہ میں کنگر دھارو

ترجمہ۔ میں گنیش۔ کرشن اور بشنو کو پہلے کبھی نہیں مناتا۔ یعنے ان کی پوجا نہیں کرتا۔ میرا پریم کیول ایشور سے لگا ہوا ہے۔ مہاکال یعنی ایشور میری حفاظت کرتا ہے۔ جو سخت تکلیف میں بھی محفوظ رکھتا ہے ٭

۹) کرشن نے راکشش کو قتل کیا اسنے اور عجیب کام کئے اسنے اپنے تئیں برہم بھی کیا لیکن

تاہم وہ ایشور نہیں ہو سکتا۔ وہ خود لقمۂ اجل ہُوا۔ پس جو اسپر ایمان لائیں۔ انکو کیونکر بچا سکتا ہے۔ خود ڈوبتا ہُوا دوسرے کو کس طرح ڈوبنے سے بچا سکتا ہے صرف ایشور ہی سرب شکیتمان ہے وہی پیدا کرتا ہے اور فنا کرتا ہے نہارے شبد ۱۔ ایشور کا نہ کوئی دوست ہے نہ دشمن وہ نہ تعریف کا محتاج ہے نہ ملامت سے وہ خفا ہوتا ہے پھر وہ کرشن کا اوتار کس طرح ہو سکتا ہے۔ جسکا کوئی ماں باپ نہیں جس کی کوئی اولاد نہیں وہ دیوکی کے پیٹ میں کسطرح آسکتا ہے۔

دیوی دیوتا

جسطرح وہ اوتاروں کے مخالف تھا اسطرح وہ دیوی دیوتا کا بھی قائل نہ تھا۔ اور نہ کسی کو قابل پرستش دیوی، دیوتا مانتا یا کہتا تھا۔ چنانچہ کہا ہے۔

(۱) رام اور رحیم کے نام لینے سے مکتی نہیں ہوتی۔ برہم۔ وشنو۔ شو۔ سورج اور چندرما سب کال (موت) کے بس میں ہیں۔ (نہارے شبد)

(۲) کرشن اور بشن جپے توہے کوٹک رام رحیم بھلی بدھ دھیائو برہم جپیو ار شنبھو۔ تھپیو۔ نہ تے تو وہ کوئن ہُوں نہ بچا یئو۔ کوئی کری تپیس دن کوٹک۔ کاہوں۔ نہ کوڑی کام کڈھا یئو۔ کامک منتر کیسری کام نہ کال کو۔ گھاؤ کن ہون نہ بچایئو۔ تم نے کرشن بشن کروڑوں کی پوجا کی۔ رام اور مسلمانی رحیم کی بھی پرستش کی۔ شوجی اور برہما کی اوپاسنا کی۔ لیکن ان میں سے کوئی تم کو نہ بچا سکا۔ تم نے سب کے کروڑوں دن کروڑوں عبادت کی مگر ان میں سے کوئی ایک کوڑی کے کام بھی نہ آیا۔ یعنے ان سے کوڑی کا کام بھی نہ نکلا دنیا کے لالچ میں تنتر منتر کرتا رہا۔ لیکن موت کے زخم سے تم کو کوئی نہ بچا سکا۔

جب گورو گوبند سنگھ اپنے تئیں ایک معمولی انسان سے زیادہ نہ سمجھتا تھا۔ چہ جائیکہ وہ کسی اور دیوی دیوتا کو بڑا سمجھتا۔ لوگوں نے جسکو چاہا دیوتا بنا لیا۔ جسکو چاہا اوتار بنا کر پوجنے لگے اس طوفان بے تمیزی میں گورو گوبند سنگھ کا اوتار بننا کوئی بڑا ماجرا نہ ہوتا۔ لیکن اس نے

خود ہی اسکا بنظر دور اندیشی انسداد سوچا - اور اپنا درجہ معمولی انسان سے زیادہ - اپنی زبان سے نہ کیا - محمدؐ خدا کا حبیب تھا۔ موسےؑ اور عیسیؑ خدا کے محبوب بنے - کرشن خود خدا بدھ خدا - وغیرہ لیکن اس نفس صادق گورو نے اپنے تئیں اکال کا خدمت گار اور معمولی انسان کہا - چنانچہ کہا ہے بچتر ناٹک میں :-

جو ہم کو پرمیشور اُچر ہیں ۔ تے سب نرک کنڈ میں پڑھیں
مجھ کو داس توں کا جانو ۔ یا میں بھید نہ رنچ پچھانو
میں ہوں پرم پرکھ کو داسا ۔ دیکھنے آیو جگت تماشا

مجھ کو پرمیشور کہنے والا ہمیشہ نرک میں رہے گا - مجھ کو سب لوگ ایشور کا خدمتگار سمجھو اور اس میں ذرہ بھی شک نہ لاؤ - عین ایشور کا داس ہوں - اور جگت میں تماشہ دیکھنے آیا ہوں اور یہی باعث ہے - کہ یہ گورو صادق دنیا کے تمام مہاتماؤں سے زیادہ چمکتا ہے -

اس سے یعنے ان حوالجات سے یہ بھی بلا روک نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ویدانت کا اس مسئلہ کو بھی نہیں مانتے تھے - کہ جیو اور برہم ایک ہیں - جیو اور ایشور کو وہ جدا جدا مانتے تھے مزید کسی اور جگہ -

مورتی پوجا

جب وہ خود ایسے دیوتاؤں اور اوتاروں کے وجود کا ہی قائل نہ تھا - تو پھر انکی مورتی کی پوجا کے حق میں کسطرح ہو سکتا تھا وہ صریحاً مورتی پوجا کے برخلاف تھا - اسیطرح قبر پرستی اور مردہ پرستی کو بھی گناہ کہتا تھا - اسکے بہت سے مقولے اسبارے میں موجود ہیں - لیکن بطور نمونہ چند ایک یہاں درج کئے جاتے ہیں

(۱) پھوکٹ دھرم بھل ہیں - جو لو رچ اسلا جگ کوٹ گوائی
سدھ کہاں سکے پرسے - بل بردھ گھٹیں نوندھ نہ پائے
آج ہی آج سمو جو بتو نہی کاج سرلو کچھ لاج نہ پائی
سری بھگونت بھجیو نا ارے جڑ ایسے ہی ایسے سو بیس بتائی

ترجمہ۔ پاکھنڈ دھرم توٹنشپھل ہے۔ اگر سلا (پتھر) کی یگیوں تک یعنی کروڑ یگوں تک پوجا کی تو اپنا وقت ضائع کیا۔

پتھر پوجنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا طاقت اور ترقی ناش ہوتی ہے۔ اور پریم آنند کو انسان حاصل نہیں کرتا۔

اے مورکھ تم نے سارا وقت ضائع کر دیا مورتی پوجنے سے تم کو شرم نہیں آتی ارے جڑ یعنے احمق تم نے نہ تو ایشور کو یاد کیا اور بت پرستی ہی کرتا رہا۔ اسلئے تم نے ساری عمر کو رائیگاں کھو دیا۔

(۲) کاہی کو پوجن پاہن کو؛ کچھو پاہن ہیں پرمیشر ناہیں وغیرہ وغیرہ۔

ترجمہ۔ پتھروں کو کیوں پوجتے ہو۔ انکے پوجنے سے پرمیشور نہیں ملتا۔ اس پرمیشور کو پوجو جس کی پوجا سے سب دکھ دور ہوں صرف پرمیشور کا نام لو جسکی پوجا سے سب دکھ دور ہوں۔ صرف پرمیشور کا نام لو ان دہوکا کے دہرموں سے کچھ پھل نہیں ؛

(۳) جوجگ تے کر ہے تپسیا۔ کچھ تو ہی پرسن نہ پاہن کئے ہے۔

ہاتھ اٹھائے پھل بدھ سوجر تو ہے کچھو بروان نہ دی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر تم یگ کی اخیر تک پتھر کی عبادت کرتے رہو تو پتھر نے اپنی خوشی کبھی ظاہر نہیں کرنی۔ اے احمق اس بے جان چیز نے تم کو کوئی برکت نہیں دینی۔ تم کو یہ کیا خیال ہو گیا۔ کہ مصیبت سے تم کو مورتی بچائے گی۔ اے بے سمجھ بندے اس بات کا یقین رکھ کہ اس جھوٹے دھرم سے تو اپنی عزت برباد کرے گا۔

(۴) پکھان پوج ہوں نہیں۔ نہ بھیکھ بھیج ہون کہیں۔

انت نام گائے ہوں۔ پرم پرکھ پائے ہوں۔ بچتر ناٹک

ترجمہ۔ میں بت پرست نہیں۔ نہ کسی فرزند مذہب کو مانتا ہوں۔ دائم قائم ایشور کی حمد وثناء میں رہتا ہوں۔ اور اس کی پرم روشنی کو پاؤں گا؛

(۵) مہادیو کو شو کہتے ہیں اور نر نکار کو نہیں جانتے۔ لوگ اسکو بہت کرکے بت ہیں پوجتے ہیں۔ جو بڑے ہی احمق ہیں۔ پرمیشور اکال کی پوجا نہیں کرتے۔ رہ راس۔

اسپر کئی اور قول مستزاد ہو سکتے ہیں۔ لیکن مشتے نمونہ از خروارے۔ کافی ہیں۔

زنار۔ گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم میں خالصہ کے لئے یگیوپویت منع کردیا۔ اسپر مفصل بحث پیشتر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا دکھانا ہے کہ خود گورو گوبند سنگھ کی اپنی رائے خاص کیا تھی۔ کیونکہ اب یہ کوشش کیجاتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ کو یگیوپویت سنسکار کے حق میں ثابت کریں چنانچہ تازہ کوشش منجانب ایک ایسے سکھ کی ہوئی ہے۔ جو اپنے تئیں ابھی تک ایک برہمن بھی ظاہر کرتا ہے اور آریہ سماج کا بھی ممبر ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ بھی زنار پوشی کے حق میں تھے اسلئے سکھوں کو بھی یگیوپویت دھارن کرنا چاہیئے۔ لیکن اس میں غلطی کی جاتی ہے البتہ جو ہندو یگیوپویت دہارن کرتے ہیں انکی حفاظت کے لئے خالصہ کو ہدائیت کی ہے۔ لیکن خالصہ کو اس سے آزاد کردیا ہے۔ چنانچہ ہم اس بارے میں ناظرین کی توجہ رہت نامہ مصنفہ گورو گوبند سنگھ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس میں صریحاً لکھا ہے :-

"جو شخص گردن میں زنار پہنتا ہے وہ عذاب نرک پاتا ہے۔" میرے خیال میں جہاں صریح قول ملجائے وہاں خاموش رہنا ہی مناسب ہے۔ دیکھو ترجمہ رہت نامہ تواریخ انگریزی سکھاں مصنفہ کنگھم صاحب صفحہ ۳۷۴۔

جو شخص یہ کہتے ہیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ زنار داری کے حق میں تھا۔ وہ دہوکہ دیتے ہیں۔ بلکہ اسکے اپدیش پر پانی پھیرتے ہیں ؟

ورن ایک ایسا فرقہ ہے جو یہ دعوے کئے جاتے ہیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ ورن آشرم کو مانتے تھے اور ہندوؤں میں جو ورن آشرم مجوزہ ہے وہ انکے حق میں تھے۔ دعوے بیدلیل اور بحث بے ثبوت جسکا جی چاہے پیش کرے۔ لیکن بغیر ثبوت اس بارے میں بحث عبث ہے بیشک گرو نانک دیو اور گورو گوبند سنگھ ویدوں کی عزت کرتے تھے اور ویدوں کو مانتے

بھی تھے ویدوں کی تعلیم کی طرف سے انکے اقوال میں جا بجا اشارات بھی ہیں۔ بلکہ کہیں کہیں زوردار
الفاظ میں انکی طرف ہندوؤں کی توجہ بھی دلائی گئی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ گورو گوبند
سنگھ نے خالصہ اور خالصہ دھرم ویدک دھرم کے بچانے کے لئے قایم کیا تھا لیکن ان امور
سے یہ دلیل قایم کرنا کہ وہ ورن آشرم کے حق میں تھا غلط ہے کیونکہ اسکے صریح قول موجود ہیں
اور اس کا سارا اادیش اور عمل زندگی اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ وہ ورن آشرم کو توڑنے میں سعی
کرتا رہا نہ کہ اس کو قایم رکھنے کا اپدیش کرتا رہا۔ اگر بر خلاف اسکے اسکو ورن آشرم خصوصًا
ہندو ورن آشرم کا حامی مانا جاوے۔ تو گویا ساری زندگی کے پونتر اودیش اس کی بے نظیر
قربانیوں۔ اسکی عمر بھر کی محنتوں۔ اسکی ہندوؤں کی نسبت دلسوزی کے خیالات تمام پر
گویا بے انصافی کی چھری پھیرتا ہے۔ جو چند سکھ اپنے تئیں ابھی تک ذات کے ابھمان
میں کھتری سکھ اور برہمن سکھ سمجھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں ابھی تک وہ ورن آشرم کی
قید میں مانتے ہیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ کے سکھ نہیں ہیں جس کا خالصہ سکھ کا خطاب
دیا گیا تھا۔ وہ صرف کیسوں کے سکھ ہیں۔ اور ناحق بوجھ سر پر اٹھایا ہوا ہے جن کے
اپنے خیالات جو کچھ ہوں وہ رہیں۔ لیکن اپنے خیالات کے ساتھ گورو گوبند سنگھ کے اودیش کے
غلط ملط کرنا مروت اور سچائی سے بعید ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ ورن
آشرم کی قید اٹھانے کا تین کرتا رہا۔ اور شودروں کو کھتری اور اس سے بھی بلند کرنے
آیا تھا۔ اس نے تو پرانے کھتریوں اور برہمنوں سے اپنے خالصہ سکھوں کو بلند تر پدوی
دی ہے۔ اگر کوئی سمجھے۔ تو اصلی سکھو خبردار رہنا۔ برہمن سکھ اور کھتری سکھ اور آدی سکھ
ابھی تک ذات کے ابھمان میں پھر سکھوں کو نیچے گرانے کی فکر کر رہے ہیں ایسے ذرہ بچکر رہنا۔ کسی
خالصہ کو ہرگز یہ پسند نہ ہوگا۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے جس درخت کو اپنے اور اپنے لخت جگر فرزند کے
خون سے سینچا یا ہو وہ خود غرض اور اہل مطلب لوگوں کی بیرحمی سے اکھاڑ ڈالا جائے ۔
چنانچہ گورو گوبند سنگھ کا قول ہے اے نند لعل انند لعل کوئی شخص ہے۔ جس کو گورو

گوبندسنگھ نے اس خط کے جواب میں لکھا ہے ۔ کہ خالصہ کے فرائض کیا ہونگے ۔ اور یہ جواب تنخواہ نامہ کے نام سے موسوم ہے) جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اسپر عمل کرنا خالصہ کا دہرم ہے میں اپنی حکومت قایم کروں گا۔ چاروں برن ایک ہونگے ۔ ساری دنیا ایک واہگرو کا نام جپے گی ۔ خالصہ گھوڑوں پر سوار ہونگے ۔ اور شکاری پرندان کے ہاتھ میں ہونگے ۔ ترک انکے سامنے سے بھاگتے پھرینگے ۔" وغیرہ وغیرہ ۔

رہت نامہ میں لکھا ہے ۔" میں چاروں رنوں کو ایک انگ بناؤں گا ۔ اور ان کے لئے ایک شبد واہگرو سجاؤں گا ۔ اسبارے میں بحث مفصل پہلے آچکی ہے ۔ گورو گوبند سنگھ نے ورن آشرم کو صاف مٹایا ہے ۔ چہ جائیکہ اسنے برہمن وغیرہ کے لئے کوئی خصوصیت قایم کی ہو ۔

واہگرو ۔ گرو ۔ الفاظ واہگرو اور گرو سے مراد سکھوں کی کتابوں میں خود گرو نانک دیو کی مراد بھی ایشور سے تھی ۔ جو انسان کا سچا اور بے شریک راہنما ہادی ہے ۔ گورو گوبند سنگھ نے بھی ان الفاظ کو اسی ایشور کے معنے میں استعمال کیا ہے ۔ چنانچہ کہا ہے ۔

آودانت ایکو اوتارا ۔ سوئی گورو سمجھیو ہمارا

شرادھ ۔ شرادھ کو کبھی نہیں مانتا تھا ۔ اور اسکے برخلاف کہتا تھا ۔

پتر بھی ہیں رے کہنو کو پاویں کواکو کر کھائیں
مائی کے کر دیوتی دیو اوالتس آگے جیو دیئیں
ایسے پتر تمہارے کہیں آپن کہیا نہ لے ہیں

ترجمہ ۔ جب شرادھ کا بھوجن کوا اور کتے کھاتے ہیں ۔ تو پتروں کو کسطرح پہنچتا ہے ۔ مٹی کی دیوی اور دیوتے بنا کر انکے آگے جیو مارتے رہتے ہیں تمہارے پتر ایسے ہیں ۔ جو اپنی خوراک بھی حاصل نہیں کر سکتے ہیں ۔

تیرتھ ۔ امرتسر کو تو خالصہ کے لئے تیرتھ قرار دیا ہے ۔ لیکن تیرتھ اشنان اور درشن کو

وہ کوئی متبرک کام نہیں تبلاتے امرتسر کو تیرتھ مقرر کرنے سے خالصہ کے لئے ایک مرکز قایم کیا گیا ہے۔ اگر ہندو تیرتھوں کو اسطرح مرکز اپنے فرقوں کا قرار دیں۔ تو کچھ مطلب حاصل ہو سکتا ہے لیکن ایسے تیرتھوں کے درشن زیارت اور اشنان وغیرہ سے کوئی روحانی پھل گورو گوبند سنگھ نہیں مانتے۔

جل کے مجن جے گت ہووے نت نت مینڈک نہاوے

جے مینڈک تیسے اوہ پھر پھر جونی پاوے ۔۔

پانی نہانے سے اگر گتی ہوتی تو مینڈک ہر وقت نہاتا ہے۔ جیسے مینڈک ویسے ہی وہ آدمی پھر پھر جنم پاتا ہے۔

مذاہب کل مذاہب کی تعلیم اور تلقین کو اور پرانوں وغیرہ ہندوؤں کے فرقوں کی تعلیم کو دہوکا سمجھتا تھا۔ اور اسکے دہوکہ سے خالصہ کو بچنے کی بار بار ہدایت کی ہے اسکی مثالیں پہلے ورقوں میں دی گئی ہیں۔ یا آئندہ باب میں درج ہیں۔

شراب اور نشی چیزوں سے خالصہ کو منع کیا۔ حتےٰ کہ تمباکو تک پینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

خود بھی شکار کھیلا کرتا تھا۔ خالصہ کو بھی اسکی اجازت تھی۔ چنانچہ شکار اور مانس کے بارہ میں اسکا قول یہ ہے۔

راج ساج ہم پر جب آئیو بتھا شکت تب دھرم چلائیو

بھانت بھانت تب کھیل شکار مارے ریچھ وجھ جھکار

اور رو اسنانا ہیں دہرم یدھ کی چار ہے۔

جب حکومت ملے تو حسب لیاقت دہرم چلا کر قسما قسم کے شکار کھیل اور ریچھ وغیرہ مارے اور کوئی خواہش نہیں ہے۔ سوائے اسکے کہ دہرم یدھ کریں۔

تنخواہ نامہ میں لکھا ہے۔ کہ کوئی سنگھ ترکوں کے ہاتھ کا بنایا ہوا۔ مانس نہ کھائے۔

یہی جھٹکا کی سند ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اسنے سکھوں کو مانس کھانے کی اجازت دی تھی۔ مانس بھوجن کو مہاپرشاد نام دیا تھا۔ پیاز کا نام روپا پرشاد رکھا ہے۔ کیونکہ ہندو اسکے کھانے سے مذہبی نفرت رکھتے ہیں۔

وید۔ ویدوں کی نسبت اسکی رائے پاکیزہ اور اعلےٰ تھی۔ اور اسکی حفاظت کے لئے خالصہ دھرم بنایا۔ وچیتر ناٹک میں اسکا ذکر وضاحت سے درج ہے۔ البتہ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا وہ ویدوں کو الہامی مانتا تھا یا نہیں لیکن جسقدر عزت وہ ان کی کرتا تھا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ ویدوں کو ایشور کرت ماننے کی طرف راغب تھا۔ چنانچہ ایک سے زیادہ دفعہ اسنے ویدوں کی طرف اشارہ کر کے ہندوؤں کو انکی تعلیم کی طرف متوجہ کیا ہے۔ بطور نمونہ چند اقوال اسکے یہاں درج کرتے ہیں:۔

(۱) تم سب ہی تے رہت نرالم ؛ جانت بید بھید ار عالم۔

ترجمہ۔ اے ایشور آپ سب سے نرالے ہیں۔ یعنی پرکرتی جیو سے علیحدہ ہیں اس کو بید جانتے ہیں اور صاحب علم۔

(۲) جہاں گورو گوبند سنگھ نے یہ کہا ہے کہ لوگ ویدوں پر نہیں چلتے۔ یا کہ سمرتیوں اور شرتیوں میں اختلاف ہے۔ وہاں یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ وہ ویدوں کی تعلیم کے مخالف تھا

ایشور گورو گوبند سنگھ اس ایشور کو مانتا تھا۔ جسکا ویدوں میں بیان ہے یعنی ایسے ایشور کو جو سچدا انند۔ اکال۔ اجنما۔ اجونی۔ امر۔ ابھے۔ سرو ویاپک۔ بیحد۔ بے مثل۔ بے شکل لامکان۔ لامحدود۔ اننت۔ سرو ادہار۔ نرلیپ۔ نیکاری ہے۔ آدمی کا بنایا ہوا ایشور نہیں مانتا تھا۔ اور نہ اسکے کسی اوتار وغیرہ کو مانتا تھا۔

اسکے متعلق خاص حوالجات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اسکے بڑے وسیع اقوال اور سارا گرنتھ اسکا شاہد ہے۔ ناظرین کی توجہ اسکی تصانیف موسومہ وچیتر ناٹک راہ راس۔ ہزارے شبد۔ اکال استت۔ کی طرف۔ اس بارے میں خصوصًا دلائی جاتی ہے۔

تناسخ وہ تناسخ کو مانتا تھا۔ وچتر ناٹک میں اپنا آنا بذریعہ تناسخ تسلیم کیا ہے۔ اور مہدی میر میں کہا ہے جو ایک خدا کو شناخت نہیں کرتا وہ بار بار جنم لیتا ہے۔

بچہ کُشی ۔ ہندوؤں کے بعض حلقوں میں خصوصاً جو اپنے تئیں بڑی ذات سمجھتے تھے دختر کشی کی مذموم رسم جاری تھی۔ اور اسکے محرک کچھ تو مسلمانوں کے اظلام تھے لیکن ہندوؤں کی ذات ورن کی بڑائی بھی اسکی بہت کچھ محرک تھی۔ گورو گوبند سنگھ اسکے بڑے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ اسنے خالصہ کو حکم دیا کہ ایسے دختر کش لوگوں کے ساتھ خالصہ میل جول نہ کرے اور نہ اسکے ہاں کھان پین کرے اور نہ انکے ساتھ رشتہ داری کریں چنانچہ رہت نامہ میں لکھا ہے کہ جو اس شخص کے گھر سے کھائیگا جو دختر کشی کرتے ہیں وہ پاپی مریگا اور دکھ اٹھائیگا

سوتک گورو نانک دیو کیطرح اسکے قدم بقدم ہندوؤں کے اندرونی سوتک کے برخلاف تھا چنانچہ آخری وصیت میں اپنے سوتک نہ رکھنے کی ہدائیت کی تھی۔ اور سوتک کو صرف جسمانی صفائی تک محدود کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں انکے ساتھ چھوت چھات سے اور انکے بنائے ہوئے گوشت کے استعمال سے خالصہ کو منع کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اس نفرت نے بھی بہت کچھ ہندوؤں کو بکلخت اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔ اگرچہ اس سے نقصان بھی اس سے کچھ کم نہیں ہوئے۔ کیونکہ جو ہندو دہرم سے ذرا گرا وہ پھر واپس نہ آسکا۔ اسلئے بمقابلہ اسلام کے سوتک بہٹ (ناپاکی) کے مسئلہ کو ذرہ سخت رکھتے ہوئے اسکے نقصان کی تلافی اسطرح کر دی کہ جو ہندو دہرم سے گر جائے خواہ کوئی مذہب اختیار کرے وہ خالصہ دہرم میں پاہل لیکر پھر داخل ہو سکتا ہے۔

غیر زبان فارسی اور عربی پڑھنے کی سکھوں کو ممانعت کی جسکا مطلب سوائے اسکے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ خالصہ کو مسلمانوں کی ہر ایک سے نفرت دلائی چنانچہ اس ضمن میں ایک روائیت چلی آتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے سکھوں کو نصیحت کی تھی۔ کہ مسلمانوں کی کسی چیز کی تعریف کبھی نہ کریں ورنہ جرمانہ ہوگا۔

ایک دفعہ کسی مقبرہ یا مسجد کی عمارت کو عمدہ پاکر گورو گوبند سنگھ خود اسکی تعریف کر بیٹھا۔ سکھوں نے مواخذہ کیا۔ اور آخر کار پنچایتی فیصلہ میں سکھوں نے ۱۲۵ روپیہ تنخواہ یعنی جرمانہ گورو گوبند سنگھ پر کر دیا۔ اور وصول کر کے کڑاہ پرشاد بناکر تقسیم کر دیا۔ سکھ ہوں تو ایسے ہوں۔ گورو ہوں تو ایسے ہوں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر خالصہ دھرم کی تعلیم تھی۔ انصاف اسی کا نام تھا۔ اور بے نفس محبت قوم اسے کہتے ہیں۔ لیکن فارسی اور عربی نہ پڑھنے کی ایسی قید تھی۔ کہ نہ اسکی تعمیل ہوئی اور نہ ہونی ممکن تھی۔

رنگ۔ ہندؤوں کو کسی زمانہ میں نیلے رنگ سے خاص مناسبت تھی چونکہ نیلا رنگ مسلمانوں کے ہاں مذہبی طور پر پاک سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے ہندؤوں نے اس سے نفرت کر کے اسکا استعمال ناجائز کر دیا۔ اور یہاں تک مبالغہ کیا گیا۔ کہ راجپوت نیل کی کاشت ہی نہیں کرتے تھے۔ زعفرانی رنگ ہندؤوں کا بہت عرصہ سے قومی رنگ بنا رہا ہے لیکن گیروی رنگے فقرا کے فرقہ نے وہ دھند مچائی۔ کہ اس رنگ کو بھی بے عزت کر دیا۔ عقلمند ہندؤوں کو اس سے نفرت ہوگئی اور ہندو فقرا اس رنگ کے اوٹ میں ٹٹی کا شکار کھیلنے لگے اسلئے سکھوں کو زعفرانی رنگ سے منع کیا اور یہ سخت ضروری تھا اس رنگ کی طرف بیہودہ تیاگ کی رغبت ہوتی تھی۔ جو گورو گوبند سنگھ کو منظور نہیں تھی۔ اور نیز گیروی لباس کا رعب بھی اس سے خالصہ میں سے مفقود کرنا مقصود تھا لیکن نیلا رنگ کا کپڑا جائز کر دیا۔ اگرچہ ظاہرا یہ باتیں خفیف معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کا اثر بہت کچھ ہوا۔

الہام گورو گوبند سنگھ نے ہمیشہ یہی کہا۔ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ اکال پرکھ کے منشاء کے مطابق کرتا ہے لیکن یہ دعوے کبھی نہیں کیا۔ کہ انکو کسی قسم کا الہام ہوتا ہے یا اسپر وحی نازل ہوتی ہے۔ یا کوئی خرق عادات امر اس سے سرزد ہوتا ہے وہ کرامات کا بھی قائل نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسکا اسنے کبھی دعوے کیا ہے۔ وہ الہام کا دعوے کس طرح کر سکتا تھا۔ وہ بالکل استبار تھا اور کسی قسم کے دھوکہ سے کام لینا پاپ سمجھتا تھا۔

اسکا اپنا آتما مہابلی تھا۔ اور اُسکے آتمابل کا اثر خالصہ میں قومیت اور جوش دینے کے لئے کافی تھا۔ اسکو کسی فریب یا بدعمل سے خدا کے نام پر پھنسا کرانا پسند نہ تھا لیکن جو لوگ محض کسی شخص کے مہا اتم کاموں اور بزرگی کو صرف کرامات کے نمونوں سے موازنہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم انکی توجہ گورو گوبند سنگھ کے کارناموں کی طرف دلاتے ہیں کہ وہ کرامات سے ہرگز کم نہیں ہیں۔ خالصہ دہرم انکی کرامات ہے جس میں اسنے وہ کرشمے کئیے ہیں کہ سارا عالم دنگ ہے۔ نامردوں کو مرد بنایا ہے۔ لومڑیوں کو شیر اٹھایا ہے۔ قوم کی کایا پلٹ دی ہے خالصہ انکی زندہ کرامت ہر وقت سامنے موجود ہے کسی اور کرامات کے دیکھنے یا تلاش کرنیکی ضرورت نہیں ہے

بیاہ۔ گورو گوبند سنگھ نے خالصہ کو ہندوؤں میں شادی بیاہ کی ممانعت ہے اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں۔ کہ وہ ہندوؤں کو خالصہ سے الگ کرنا چاہتا ہے بلکہ اسکے دو اور وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ عام ہندوؤں میں سے لڑکیاں لینے میں جو جوہر بہادری کا گورو گوبند سنگھ پیدا کرنا چاہتا تھا وہ اولاد میں رفتہ رفتہ کم ہو جاتا۔ کیونکہ عام ہندو اسوقت کائر بن رہے تھے دوسرا یہ تھا۔ کہ چونکہ خالصہ میں بڑی تعداد شودروں کی تھی۔ ہندو اپنی لڑکیاں دینا پسند نہ کرتے۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ نے بنظر دور اندیشی یہ بند لگایا کہ خالصہ بھی ہندوؤں کو لڑکیاں نہ دے اور نہ لے اور آپس میں ہی وہ شادی بیاہ کریں ورنہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا مناسب نہیں کہ وہ ہندوؤں کو اسنے علیحدہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ علیحدہ کرنا چاہتا تو انکے لئے میونسپل اور سول قانون بھی علیحدہ بناتا۔ قانون ورثہ وغیرہ خالصہ میں وہی رہنے دیا جو مدت سے ان میں مروج تھا۔

طریق عبادت گورو نانک دیو کی تعلیم کے مطابق گورو گوبند سنگھ نے بھی عبادت خالصہ کیلئے طریقہ سادہ رکھا اور خالصہ کا طریق عبادت اسقدر سادہ ہے کہ اس سے سادہ ہونا ناممکن ہے۔ صبح جپ جی اور شام کو رہ راس کا پڑھنا یہ ویدک سندھیا کا قائم مقام ہے تمام دنیا کے طریق عبادتوں سے یہی طریقہ آسان ہے اور افضل ہے علاوہ اسکے گرنتھ کا دہرم سالوں میں پڑھنا اور آخر یہ کہ اپنے کاموں میں ایشور کی عبادت کرنا یعنے خالصہ کیلئے جو کاروبار

زندگی ہوں۔ اگر انکو بطور فرض کیا جاوے تو یہ بھی گویا خدا کی عبادت میں داخل ہیں۔ اور اسکا اثر ہندوؤں کی حالت میں جو ہوا وہ بہ نسبت بیان کے قیاس میں زیادہ آسکتا ہے ؛

خالصہ دہرم اور ویدک دہرم بہت مشابہ ہے

مندرجہ صدر تمام امور سے آگاہی حاصل کرنیکے بعد یہ بآسانی معلوم ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کی تعلیم کا ماخذ وید منگتا ہیں۔ زمانہ حال کے فاضل اور سنسکرت ودیا کے بیمثال پنڈت سوامی دیانند نے جو مذہب ویدوں کو تلایا ہے خالصہ دہرم اسکے مطابق ہے لفظ خالصہ کی تشریح ہم پہلے کر آئے ہیں کہ لفظ آریہ کا ترجمہ ہے آریہ دہرم اور خالصہ دہرم میں بہت ہی تھوڑا فرق ہے اور وہ خفیف فرق بھی ایک دو امور میں ہے۔ آریہ لوگوں کے لئے زنار بندی کے بعد انسان آریہ بنتا ہے اور خالصہ دہرم میں پاہل لینے کے بعد۔ خالصہ دہرم ورن آشرم کی قید سے مبرا ہے۔ اور شودروں کو اونچا ہونے کی بھی اجازت دیتا ہے یعنے جو خالصہ دہرم اختیار کرتا ہے اس کا کوئی ورن نہیں رہتا۔ اس میں برہمن اور شودر برابر بن جاتے ہیں اور ویدک دہرم میں شودر بڑے ورن میں نہیں آسکتا ہے۔ لیکن وہ ورن آشرم کے سلسلہ کو قائیم رکھتا ہے۔ ورن آشرم کو عملی طریقوں پر قائیم کرنا اور امر ہے جسکی ویدک تعلیم میں ہدایت ہے لیکن قدم قدم اور اونچ اینچ پر ذات اور ورن کی قید ویدک تعلیم کے مخالف ہے اور جنم سے ورن یا ذات کو ویدک تعلیم بھی تسلیم نہیں کرتی اسی طرح خالصہ دہرم بعد پاہل کوئی ذات قائیم نہیں رہنے دیتا۔ تناسخ۔ مورتی کھنڈن اوتار کھنڈن۔ جیو اور برہم کی جدائی۔ ذات اور ورن کا جنم پر نہ ہونا۔ دیوتاؤں کے وجود سے انکار وغیرہ سارے امور ایسے ہیں۔ کہ جو ویدک تعلیم سے بہت مشابہ ہیں۔ بلکہ بالکل وہی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں پورانک اور برہمنی دہرم خالصہ دہرم سے اسی قدر مغائر اور دور ہیں۔ جس قدر ویدک دہرم سوچا گیا ہے اور دیکھا گیا ہے۔ ہر پہلو پر ویدک دہرم اور خالصہ دہرم کے مطابق اور مشابہ ہیں۔ خالصہ دہرم

میں کیس رکھنا اور دیگر چار ککے ایک ازادی ہے لیکن یہ سپاہی وضع رکھنے کے نشان ہیں۔

انکو خالصہ دہرم کے اصولوں میں کوڑی وقعت ہے لیکن یہ سپاہی وضع رکھنے کے نشان ہیں لیکن یہ ایسا اختلاف ہے کہ آریہ لوگوں کو خالصہ سے جدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمام بنیادی اصولوں میں ویدک دہرم اور خالصہ دہرم . . . مشابہ اور یکساں ہیں۔ ویدوں کو آریہ لوگ قدیم سے ایشور کرت مانتے ہیں۔ اور خالصہ دہرم نے اس سے کہیں انکار نہیں کیا۔ بلکہ وچتر ناٹک میں نہایت وضاحت کے ساتھ مہاں بلی گورو گوبند سنگھ نے لکھا ہے کہ مہاں بلی نانک دیوجی اور ویدک دہرم اور ویدوں کی رکھشا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ویدوں کو اسقدر ضروری اور اہم چیز سمجھتے تھے جیسا کہ قدیم آریہ اور ہر زمانہ کے ہندو اور کچھ شک نہیں کہ گورو گوبند سنگھ مہاں بلی ویدوں کو ایشور کرت مانتا تھا۔ اور اس میں واقعی حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے تین سو سال پہلے وہ تعلیم پھیلائی۔ جو ویدک یعنے ویدک سنگھتا کی تعلیم پر مبنی تھی۔ اور عین اسکے مطابق تھی۔ اور جس کو فی زمانہ فاضل اجل سوامی دیانند نے روشن کیا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے ہندوؤں کے ویدوں کی تعلیم اور انکے دہرم شاستر وغیرہ سے پوری آگاہی بہم پہنچائی تھی۔ اور خالصہ دہرم کی تعلیم ویدک دہرم کی تعلیم کس قدر مشابہ ہے۔ کہ اسمیں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ خالصہ دہرم کا ماخذ بھی وید سنگھتا ہیں؟

گورو گوبند سنگھ کے مختلف اقوال و خیالات

وقتاً فوقتاً گورو گوبند سنگھ جو پند و نصائح اپنے سکھوں کو کرتے رہے ہیں ان کا بیان یہاں کسی قدر دلچسپ ہوگا اور ان سے کسی قدر گورو گوبند سنگھ کی زندگی کے کوائف پر کچھ روشنی پڑیگی

(۱) سکھوں کو چاہیئے۔ کہ مفصلہ ذیل چیزوں پر اعتبار نہ کریں:-

قاضی۔ کلال۔ قانگو۔ کسبی۔ سنار۔ سوکن۔ سانپ۔ سینہ۔ برہمن۔ بانیہ۔ بخشی۔

بال ۔ موسلا مینسہی ۔ رمت والا ۔ من مکھی ۔

(۲) ایک موقعہ پر کہا تھا ۔ ٹھگ ۔ چور ۔ برہمن بھیکین ۔ مختلف اقسام کے فقیر ۔ سادھو ۔ رنڈی ۔ وساہ گھاتی کا سنگ نہ کرنا ۔

(۳) دسویں گرنتھ کے علاوہ دو مختصر تصنیفیں گورو گوبند سنگھ کی اور بھی مشہور ہیں ۔ ایک کا نام رہت نامہ ہے (دستور العمل زندگی) دوسرے کا نام تنخواہ نامہ ہے ۔ پہلا ایڈیشن غالباً تحریری پرہلاد سنگھ کو اسکے سوالات کے جواب میں بمقام پڑیراچل نگر میں لب گوداوری لکھا گیا تھا ۔ اگرچہ اسمیں بہت قیمتی ایڈیشن بکثرت درج ہیں ۔ لیکن منجملہ انکے یہاں صرف چند مقولے اختصاراً بیان کئے جاتے ہیں ؛

جو سکھ سر پر ٹوپی پہنے گا وہ سات جنم جلندہر کی مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا ۔ جو زنار پہنے گا ۔ وہ برباد ہو گا ۔

کوڑی ماروں کے ساتھ اور مسندوں کے ساتھ گفتگو کرنا ۔ عورتوں کے ساتھ شطرنج کھیلنا ۔ پگڑی آتار کر کھانا سکھوں کے لئے منع ہے ۔ جو گرو کی ہدایتوں پر عمل نہ کرے گا ۔ وہ ملیچھ ہو گا ۔ اول گورو گرنتھ کو اور دوسرے خالصہ کو ماننا چاہیئے جو نہ مانے گا دوزخ میں جائے گا ۔ سکھوں کو زعفرانی رنگ نہیں پہننا چاہیئے ۔ کوئی تعویذ گنڈا نہ پہنیں ۔ صبح کھانے سے پہلے جپ جی اور شام کے کھانے سے پہلے رہ راس ضرور پڑھنی چاہیئے ۔ بدوں انکے پڑھنے کے صبح اور شام کا کوئی کام شروع نہ کریں ۔ سوائے اکال پرکھ ایشور کے کسی مورتی کو نہ پوجیں ۔ سوائے سکھ کے کسی کو پرنام سر جھکا کر نہ کریں ۔ گرنتھ کو نہ بھولیں ۔ سکھ کو دہوکا نہ دیں ۔ جو مسجد ۔ مندر ۔ قبر ۔ مڑھی ۔ کی پرستش کرتا ہے ۔ وہ سکھ نہیں ہے ۔ جو سکھ ٹوپی پہننے والوں کو پرنام یعنی سلام یا مصافحہ کرتا ہے ۔ وہ دوزخ میں جاتا ہے ۔ اس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسوقت کے مغل اُمرا وغیرہ یا تو ٹوپی پہنتے تھے ۔ یا چونکہ ہندوؤں کو مسلمانوں نے دستار پہننے سے منع کر دیا تھا ۔ ایسے ٹوپی پوش ہندوؤں سے شاید مراد ہو ۔ خالصہ کو اپنا گرو تسلیم کرو ۔

اور گرو کو خالصہ میں دیکھو۔

سوائے گرنتھ کے اور کسی کے آگے سر نہ جھکاؤ۔

جو پانچ سکھ کسی کو پاہل دیا کریں گے۔ ایشور ان کو بے شمار برکت دیں گے۔

چند چیزیں از تنخواہ نامہ جو گورو گوبند سنگھ نے بجواب سوالات نند لعل تحریر کیا تھا۔

جو سکھ کسی مسکین بھائی کی جگہ اپنے دل میں نہیں بناتا۔ وہ سکھ نہیں ہے۔ کڑاہ پرشاد سب کو مساوی دینا چاہیئے۔

کڑاہ پرشاد مساوی شکر۔ آٹا اور گھی کا بنانا چاہیئے۔

جو سکھ مسلمانوں کے تعویذ گنڈے پہنے گا۔ اور لوہے کو پاؤں لگائے گا۔ وہ عاقبت میں سزا پائے گا۔

کوئی سکھ نسوار نہ لے۔

جو کسی نہ کسی شکل میں لوہا پاس نہیں رکھتا۔ اور جو کسی ترک (مسلمان) کو پرنام کرتا ہے وہ قابل سرزنش اور سزا کے ہے۔

سکھ کو دو وقت کیشوں کو کنگھا کرنا چاہیئے۔

سکھ زنا سے پرہیز کریں۔ جھوٹھ نہ بولیں۔ وعدہ کا ایفا انکو اوشیہ کرنا چاہیئے۔ سوائے لینے پہلے نام ایشور کے کوئی کام شروع نہ کریں ؂

جو سکھ محتاج کو خیرات نہیں دیتا۔ جو سکھ جوا کھیلتا ہے۔ جو اپنے گورو کی غیبت سنتا ہے ایشور ان سے دور رہتا ہے۔ پھونک مار کر آگ نہ جلاؤ۔ نہ جوٹھے پانی سے آگ بجھاؤ۔ خالصہ وہ شخص ہے جو کسی کی بدگوئی نہیں کرتا۔ جو یدھ کرتا ہے۔ جو خیرات کے کام کرتا ہے۔ جو کسی خان (امرا) مسلمان امیر کو قتل کرتا ہے۔ جو اپنے جذبات کو قابو رکھتا ہے۔ جو رسموں سے بری ہے۔ جو توہمات سے دور رہتا ہے۔ جو گرو کے بچنوں میں خوش رہتا ہے۔ جو کبھی نہیں ڈرتا گو مغلوب کبھی ہو جاوے۔ جو کسی کو نہیں ستاتا جو سب کو ایشور کی مخلوق سمجھتا ہے۔ جوان

امور کے برخلاف کرتا ہے۔ ایشور اس سے ناراض ہوتے ہیں ؎

گورو گوبند سنگھ کی تعلیم کا اثر

بعض آدمی یہ اعتراض پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ مانا کہ گورو گوبند سنگھ نے بہت سخت محنتیں اٹھائیں۔ قربانیاں بھی کیں۔ وہ کونسی چیز ہے۔ جو اسنے نئی ہندوؤں کو دی۔ ہندوؤں میں پہلے ہی بہادری اور بیرتا کا مادہ موجود تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے اسے ذرا سی گرمی پہنچائی اور وہ بھڑک اٹھا۔ پہلے تو اگر اتنا بھی تسلیم کیا جاوے۔ تو بھی غنیمت ہے۔ یہ بھی بہت بڑا کام ہے جو ہندوؤں میں ہزار ہا برس سے کسی سے نہ بن پڑا تھا۔ جتنے ہندو مذہبی ریفارمر گذرے ہیں ہم انکی نیت پر شک کرنا نہیں چاہتے۔ مگر وہ اتنے کافی دور اندیش نہ تھے اور نہ یہ سمجھ سکے کہ ان کی تعلیم اور تلقین کا مآل کار نتیجہ قوم کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم در تقسیم کر کے نفاق میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ ہر ایک نے جان بوجھ کر یا بے خبری میں ایسے طریق اپنے دہرم کے قوانین کے تجویز کئے۔ کہ قوم کی شیرازہ بندی منتشر ہوتی گئی اور سب کی تہ میں خود غرضی تھی۔ اور خود غرضی قائم ہو گئی۔ بیشک مصلحان نے اپنے زمانہ کی برائیوں کو نکالنے کے لئے وہ تدابیر کیں۔ اور اغلب ہے کہ وہ انکے زمانہ کے لئے موافق اور مناسب بھی ہوں اور یہ بھی اغلب ہے۔ کہ وہ تدابیر ان برائیوں کی اصلاح کرنے میں کامیاب بھی ہوئیں۔ مگر کوئی چیز انمیں ایسی نہ تھی جو تفرق اتصال قومی کو ملاوے اور دن بدن جو شگاف نفاق کا اسمیں وسیع ہوتا جاتا ہے وہ کم ہو جائے یا ٹل جائے۔ اسلئے یہ پاکیزہ کام گورو گوبند سنگھ کے حصہ میں آیا۔ کہ اسنے ایسی تعلیم اور تلقین کی۔ کہ جسطرح ممکن ہو قومی تفرق اتصال کو کم کیا جاوے اور ہندو قوم میں سے جو مادہ حفاظت خود مختاری یا فقط ننگ وناموس یا اپنے دیش رکھشا کا کم ہو گیا ہے۔ وہ پھر تازہ کیا جاوے اور اس ضمن میں گورو گوبند سنگھ نے سب سے بڑا کام جو کیا۔ وہ ورن آشرم اور ذات پات کا توڑنا تھا وہ لوگ جو جنم سے غلامی میں مبتلا تھے۔ ان کو بلندی پر پہنچانے کا ارادہ کیا اسے۔ بدھ نے

ان شودروں سے زینت اور رونق پائی - اور مسلمانوں کو اسی فرقہ سے اپنے مذہب کو ترویج دینے کا موقعہ ملا- یہ ہندوؤں کی خود اپنی غلطی کے باعث سے تھا- اور اپنی غلطی کا علاج اسکو نہیں سوجھتا تھا- وہ لکیر کے فقیر دیکھے جاتے تھے- کہ کسطرح انکے پاؤں (شودر) کٹ کٹ کر انکے سر (سردار و حاکم) بنتے جاتے ہیں- بقول ان کے شودر ان کے پاؤں ہی تھے- تو انکے کٹ جانے سے وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہتے تھے- پچھلے پانچ دس ہزار سال میں ہندوؤں میں کوئی ایسا بیر پیدا نہ ہوا- کہ چھوٹوں کو بڑا کر کے ہندوؤں کی عزت رکھ دے اور ہندوؤں کو پھر قابل عزت بنا دے- بیشک چیتن سوامی کا مذہب بنگال میں اور دیگر چند لوگوں کے مذاہب نواح ہند میں محبت اور بھگتی کا اپدیش کرتے ہوئے برہمن اور شودر کو خدا کے سامنے برابر بناتے تھے- چنانچہ چیتن نے ایک جنم کے مسلمان کو بھی اپنا چیلا بنا لیا تھا- لیکن تاہم ان میں وہ جذب نہ تھا- جو گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دہرم میں رکھا وہ طاقت نہ تھی- جو گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دہرم میں بہم پہنچائی- قوت مقناطیسی کی طرح ان کو کھینچکر ایسا بنایا- کہ انکے اس لوہے کا لوہا دنیا ماننے لگی- اور یہ اتنا بڑا کام تھا- کہ انکے لئے گورو گوبند سنگھ کے احسانوں کا ہندو قوم سے شکریہ ادا ہونا ناممکن ہے- بس ایک یہ شئے تھی- جو ہندوؤں کو گورو گوبند سنگھ نے دی تھی- مانا کہ بے شک ویدوں کی تعلیم پہلے سے ایسی موجود تھی- لیکن ہندو یہ سب کچھ بھول گئے تھے- اور پھر یاد دلانے کا کام کچھ کم پر معنے نہ تھا- جو اور کسی سے بیشتر صدیوں میں نہ بن پڑا- اور اس سے بڑا کام اور عجیب کرامات اور کیا ہو سکتی ہے- کہ گورو گوبند سنگھ نے پاؤں کو سر بنا دکھایا (ہندو شودر کو پاؤں سے تشبیہ دیتے ہیں اور برہمن کو سر سے) ویدک دہرم قائم رکھتے ہوئے اصلاح کا کام ان سے ہی بن پڑا-

دوسری چیز گوبند سنگھ نے ہندوؤں کو یہ دی- کہ ہندوؤں کو دماغی غلامی سے نکال دیا اسبارے میں ہم پہلے بہت کچھ بحث کر چکے ہیں- اسلئے اعادہ کرنیکی ضرورت نہیں ہے- صرف اتنا اشارہ

کرنا کافی ہے کہ انسان کی کبھی کوئی قوت ترقی نہیں کر سکتی۔ تاوقتیکہ اُن کو اسکے قدرتی حدود تک آزاد نہ چھوڑا جاوے۔ یہ قانون حیوانات۔ نباتات اور انسان میں یکساں پایا جاتا ہے لیکن جسمانی قید سے دماغی غلامی بہت ہی مضر اور خراب ہے۔ برہمنی دہرم نے ہندوؤں کو ایسی دماغی غلامی میں مبتلا کیا کہ اگر مگر کیوں کسلئے۔ کیا۔ کسی کی کبھی گنجائیش باقی نہ تھی۔ اگر کوئی ہندو ان الفاظ میں سے کسی لفظ کے استعمال کرنے کی جرأت کرتا تو وہ ملیچھ۔ شودر۔ بھرشٹ۔ دشٹ اور کیا کیا ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے بہت بڑا احسان کیا۔ کہ دماغی غلامی سے نکالنے کا راہ ہندوؤں کو بتایا اور اسی آزادی کا باعث تھا کہ سکھ سنگھ بن گئے۔

تیسری چیز اسنے ہندوؤں کو یہ دی کہ گرو ڈم کا جُوا اُنکی گردن سے دور اتار پھینکا۔ دستور یہ تھا۔ کہ روحانی تعلیم کے بہانہ سے ایک گرو بنا لیا جاتا تھا۔ گرو ڈم کی غلامی نے ہندوؤں میں بہت خطرناک نتیجے پیدا کئے تھے اسلئے یہ جُوا ہندوؤں کی گردن سے اتارتے ہوئے اپنے ہندوؤں کی گردن پر بڑا احسان کیا۔ جنکا ذکر پہلے کسی قدر وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

چوتھی چیز تھی یہ دی۔ کہ ہندوؤں میں کبھی کوئی ایک غرض مشترک ایسی نہ تھی اور نہ کوئی انکی ترقی کا معراج مقرر تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے ہندوؤں میں دیکھا کہ جہاں پڑے تھے وہاں سے آگے بڑھنے کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ کوئی نقطہ ایسا نہ تھا۔ جسپر وہ اپنے فرقئی مذہبی وغیرہ جھگڑوں کو علیحدہ کر کے کام کریں قومیت کا تو ان میں نام و نشان بھی نہ تھا گورو گوبند سنگھ نے ہندوؤں میں قومیت پیدا کر دی۔ ایک ایک آدمی ایسا تیار کیا۔ جو قوم کی عزت بچانے کے لئے اور قربانی دینے کو تیار ہو گیا۔ اور قوم پر جان نثاری فخر سمجھنے لگا۔ اور اس چیز کی ہندوؤں کو مدت سے آرزو تھی۔ اور ان کا ایک معراج قرار دیا۔

پانچویں۔ ہندوؤں کی کایا پلٹ دی۔ کائر سے بہادر۔ بزدل سے شجاع کاہل سے چالاک خود غرض سے قومی جان نثار۔ نکمے سے ہوشیار۔ بے حمیت سے صاحب غیرت۔ متوکل سے اولوالعزم۔ قانع سے حب الوطن۔ غلام سے آزاد۔ بے خانماں سے صاحب جائداد

پست ہمت سے محب قوم۔ پیادے سے سوار۔ نوکر سے سردار۔ رعیت سے راجہ۔ ناتوان سے بلوان۔ ڈرپوک سے جانباز بنا دیا۔ معترضین فرمائیں کیا چیز تھی۔ جو ہندوؤں کو اسنے ازسرنو نہیں دی۔

چھٹی ہندوؤں میں اخوت قائم کی۔ برادری سلسلہ کو وسیع کیا۔ بچھڑے ہوؤں کو بلایا دور افتادوں کو شامل ہونے کا موقعہ دیا۔ جو ذلیل پڑے تھے انکو عزت دی اور برادرانہ محبت کا رشتہ ان میں پیدا اور مضبوط کیا۔ لوگ ہندوستانی تواریخ پڑھ کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ پرتھی راج کی دو لاکھ فوج نے ۱۳ ہزار یا ۵ ہزار فوج اسلام سے شکست کھائی اور شہاب الدین کو دہلی (ہندوستان کی کلید) ہاتھ آئی۔ اور ہوا بھی ایسا۔ کہ دہلی کی فتح کے بعد تمام ہندوستانی جو تماشہ دیکھنے میں مصروف رہا تھا ایک ایک کر کے راجہ فنا کیا گیا۔ اور ملک سایۂ اسلام میں داخل ہوا۔ یہ نتیجہ بالکل غلط ہے۔ کہ ۱۳ ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ فوج پر فتح پائی بلکہ صحیح نتیجہ یہ ہے۔ کہ اسوقت ۲۰ کروڑ ہندو ہندوستان میں موجود تھے۔ مگر آپس میں اخوت نہ تھی۔ اتفاق نہ تھا۔ یک جہتی نہ تھی۔ اور محبت نہ تھی۔ اسلئے ۲۰ کروڑ آدمیوں کو ۱۳ ہزار نے دبا دیا۔ مارا اور رسوا کیا۔ بمقابلہ اسکے جب گورو گوبند سنگھ نے رشتہ اخوت مضبوط اور مربوط کیا۔ تو سارے ہندوستان۔ کابل اور کشمیر میں مسلمانوں کا تسلط تھا مگر گورو گوبند سنگھ نے اپنے قول کے مطابق "چڑیوں سے میں باز مرواؤں"۔ وہ کر دکھایا۔ جو ظاہر ہے۔ اور محتاج بیان نہیں ؛

ساتویں چیز گورو گوبند سنگھ نے افراد اور قوم میں قربانی کی لیاقت پیدا کی یہ خود غرضی کے نتیجوں کا باعث تھا۔ کہ ۲۰ کروڑ کو ۱۳ ہزار نے مغلوب کیا۔ ہندوؤں میں دوسرے کی بھلائی کیلئے یا قومیت کے لئے قربانی کرنے کا مادہ بالکل مفقود ہو گیا تھا۔ اس کو گورو گوبند سنگھ نے ازسرنو پیدا کیا۔ انکی مثالیں انکی اپنی اولاد کے حالات سے معلوم ہوں گی لیکن اور بھی بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال یہاں بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ کس قسم کے

آدمی گورو گوبند سنگھ نے پیدا کئے تھے ؛

گوروبندا کے ماتحت ایک نوجوان سکھ جسکی مسیں ابھی نہیں بھیگی تھیں اور بقول دیگر ۱۲ یا ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر کا تھا بندا کی جماعت کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ اور سب کو تہ تیغ کرنیکا حکم ملا۔ اس لڑکے کی ماں مسلمان صوبہ کے پاس روتی ہوئی گئی۔ کہ میرا لڑکا لڑنے کھوڑا گیا تھا وہ سودا بیچنے گیا تھا۔ اور پکڑا گیا۔ اس کو معاف کیا جاوے وہ بے گناہ ہے۔ چنانچہ صوبہ نے ماں کے زار زار رونے پر اسکی بات سچ مان لی اور اس نے لڑکے کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ اس نوجوان سکھ نے نواب وقت کو کہا کہ اسکی ماں جھوٹھ کہتی ہے وہ گورو کا خالصہ سکھ ہے اور محض لڑنے کے لئے بندا کی فوج میں شامل ہوا تھا میں موت سے ڈر کر اپنی ماں کے جھوٹ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ میں سچا سکھ ہوں۔ خالصہ کا دہرم قوم کے لئے مرنا ہے۔ نہ کہ جان بچانا۔ میں اپنے خالصہ دہرم کو اپنی جان بچاکر ذلیل نہیں کر سکتا۔ مجھے باقی بھائیوں کے ساتھ تلوار کے راستے سورگ میں پہنچنا چاہیئے وہ بھی آخر تہ تیغ کیا گیا۔ اس قسم کے لوگ تھے۔ جو گورو گوبند سنگھ نے پیدا کئے تھے ؛

آٹھویں۔ مگر اخیر چیز ایشور کی وحدانیت کا اپدیش تھا۔ اور مخلوق پرستی سے ہٹایا

گورو گوبند سنگھ اور اسکے اودیش کا ایک اور پہلو

ایک گروہ ہے جن کا ورد اور وظیفہ یہ ہے سہ میازار مورے کہ دانہ کش است - کہ جاں دارد و جیاں شیریں خوش است - یہ گروہ اعتراض کرتا ہے۔ کہ گورو نانک دیو کی بھگتی۔ حلیم کل حکمت عملی۔ شانتی بھجن کے بجائے گورو گوبند سنگھ نے قوم کو پریم اور محبت کی سبزگی سے ہٹا کر خونخواری سکھائی۔ بھگتی کے درجہ سے اٹھا کر سنگدلی کا اپدیش کیا۔ ہندوؤں کی مہاں پوتر اور پاکیزہ عادت دکھ سہنے کو مٹا کر دکھ دینے کا خوگر بنایا اسکے سوشل اور نرم سبھاؤ کو مارشل سپرٹ (یدھ برتا) میں بدل کر طوفان ستمگری کھڑا

کیا ان کی جبلی خاکساری کو ملیا میٹ کر کے انکو قومی فخر اور غرور میں مبتلا کر دیا۔ انکی ذاتی بردباری اور برداشت کی طاقت کو دبا کر انکو ظالم اور خونریز بنا دیا۔ انکی شانتی کو غصہ اور غضب میں بدل دیا اور ان کو انتقام لینے کا بر اراہ دکھایا اور فی الجملہ الیشور کی باد شاہت میں جو ہندو بھگتی میں گمن شانتی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ان کو ہوا و ہوس کا خدمت گار بنا کر راکھش جونی میں لا ڈالا۔ صلح کل گروہ سے جنگجو بنا دیا۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ نے برا کیا۔ دشمنی کی۔ ہاں جناب آپ بھی درست کہتے ہیں۔ ذرا آنکھیں تو کھولو اور چاروں طرف دیکھ کر لیں کہو جناب کہ آپ کو سوتے سے جگا دیا اور گرنے سے اٹھا لیا۔ مرنے سے بچا دیا۔ مٹنے سے ہٹا دیا۔ جلنے سے جلا دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ اگر نہ ہوتے گورو گوبند سنگھ ہندو دھرم تھا دور ہوا۔" اعتراض سے پہلے اپنے پس و پیش اردگرد جھانک لو۔ وہ کونسا مذہب صفحہ دنیا میں ہے کہ جسنے تلوار کے بغیر پر پھیلائے ہوں۔ موسیٰ کی خونخواریوں کی کل مثالیں پیش کرنے کے لئے بہت وقت اور بحساب کاغذ مطلوب ہے۔ صرف ایک مثال بیان کرنا اسکی گرمجوشی دکھلانے کے لیے کافی ہوگا جب موسیٰ کے مقلدوں نے اپنے مخالفین کا ایک شہر فتح کیا۔ تو اہل باشندوں کے خورد سال بچوں کے دو دو ٹکڑے کر کے شہر کے دروازے پر ڈھیر کرا دیئے۔ تاکہ انکے والدین اپنے لخت جگروں کا یہ حال دیکھ کر خدا کے زندہ جلال کو دیکھیں۔ عیسیٰ نے ہر چند ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال پیش کرنے کا نعرہ بلند کیا۔ لیکن کون کہتا ہے۔ کہ عیسیٰ کا دین بدوں تلوار سے پھیلا۔ سارے یورپ اور دیگر ممالک کی تواریخ اسکی شاہد ہے۔ کہ عیسائیوں نے تلوار سے کسقدر کام لیا ہے۔ یہودیوں کے مقابلہ میں کیا کیا جور و ستم کئے۔ جہاں عیسائی مشنری پھیلے جاتے ہیں وہ اسلئے ہوتا ہے۔ کہ پیچھے سے تلوار آئی جہاں مشنری عیسائیوں کو ذرا تکلیف ہوئی انکی حفاظت کرنے کے لئے تلوار میان سے نکلی۔ یوروشلم لینے کے لئے سارے یوروپ کے عیسائی دنیا کی متفقہ کوشش اور جہاد تواریخی واقعہ ہیں۔ کیا بدھ بغیر تلوار کے پھیلا ہرگز نہیں تب اسکو رونق ہوئی جب وہ راج دھرم ہو گیا۔ اب بدھ کیوں نہیں پھیلتا۔ اسلئے

کہ تلوار ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اسلام نے کیا کہا یہی نہ کہ اسلام قبول کرو ورنہ تلوار سامنے ہے اور جبراً اسلام میں داخل کئے جاؤ گے۔ وہ کونسا ملک، بلدہ یا قریہ یا حصہ ہے جہاں اسلام کی تلوار اسلام میں داخل کرنے کے لئے نیام سے باہر نہیں ہوئی، سارے یورپ کی عیسائی آبادی نے عیسٰی کی جنم گاہ یوروشلم چھیننے کے لئے اسلام کے ساتھ قریباً سات سال تک جہاد قائم رکھا بدھ جو چیونٹی کو بھی تکلیف دینا پاپ سمجھتا تھا۔ جو برہمنوں کے یگیہ میں قربانیوں سے گھبرا کر سب جیوں کی مساوی رکھشا کا اپدیش اور ہر ایک جیو کو یکساں زندگی قائم رکھنے کے استحقاق کا ڈنکا بجاتا تھا ان کے پیروؤں کی ترقی کیا بدوں تلوار کے ہوئی۔ نہیں جب بدھ دھرم راج دھرم ہو گیا۔ اشوکا جو برہمنوں کے قانون کے مطابق شودر تھا۔ راجہ ہو گیا تو اسنے تلوار کے ساتھ بدھ دھرم پھیلایا اور دوسرے اہل مذہب کے خون سے تلوار رنگ کر بدھ دھرم کا دائرہ وسیع کیا۔ کیا شنکر کی سوکھی فلاسفی نے بدھ مذہب کو ہندوستان سے باہر کیا اور وہ اسکی دلیل بازی سے بوریا بدھنا باندھ کر ہندوستان کی حدود سے باہر نکل گئے۔ نہیں بلکہ راجپوت راجوں نے پھر تلوار اٹھائی۔ اور تلوار کے سایہ میں وہ بدھ مذہب پر کامیاب ہوئے۔ کھتری راجوں نے شنکرمت کے پھیلانے میں بدھوں کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس کو بجھایا۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ نے دوسرے مذہب کی تخریب اور اپنے دھرم کے وسیع کرنیکیلئے تلوار نہیں اٹھائی تھی۔ اسنے اپنی حفاظت ہندوؤں کی تعداد ہستی اور دیش رکھشا کے لئے تلوار پر ہاتھ رکھا محض ہندو دھرم کو فنا ہونیسے بچانیکی غرض سے تلوار کو ہاتھ میں لیا۔ تلوار پر ہاتھ کیوں رکھا۔ کن حالات میں رکھا۔ اسنے اہل اسلام کے مقابلہ میں تلوار کو لہرایا۔ جن کو خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچا تھا۔ کہ جو مسلمان نہیں ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور کافر گردن زدنی کشتنی اور سوختنی ہے۔ کافروں کی جورو۔ بچے مال املاک گھر مومن مسلمانوں پر سب حلال اور مباح ہیں۔ اور ہندوستان میں ان مسائل کا عمل جو کچھ پہلے اسلامی بادشاہ نے کیا سو کیا لیکن اورنگ زیب نے کیا کیا اسنے ارادہ کر لیا کہ تمام ہندوؤں کو تلوار کے ذریعہ سے

اسلام میں داخل کرکے ... حوریں اور غلام بہشت میں حاصل کرے اسکے اظلام اور بیدردیاں بیباکیوں کی ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر گنجائش نہیں ہے ہر صفحہ تواریخ کا شاہد ہے گاؤں کے گاؤں قصبے در قصبے شہر در شہر اور قوموں کی قومیں جبراً مسلمان ہو رہی تھیں اور ہندوؤں کی ہستی کا آخری خاتمہ بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ کہ گورو گوبند سنگھ میدان میں آیا۔ اگر گورو گوبند سنگھ پیدا نہ ہوتا۔ اور جنگجو فرقہ بنا کر سامنے نہ کرتا اور خونخوار کا خونخواری سے مقابلہ نہ کرتا۔ اور آہن با آہن باید کوفت کی مثال نہ بنتا۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ شانت بھاؤ برداشت اور بردباری کے عادی ہندو۔ میا زار مورے کا پاٹھ کرنیوالے جیو ہتیا سے کانپنے والے۔ آہنسا پرمو دھرما کے پکارنے والے ہی نہ ہوتے نہ رہتے اور تلوار سے اس قسم کے مسلمان بنائے جاتے جنکا مذہب یہ حکم دیتا تھا۔ کہ کافرونکے خون سے ہاتھ رنگنا ثواب۔ کافروں کے جورو بچے چھین کر مزے کرنا خدا کے حکم کی تعمیل تھی۔ ذرا دیکھیئے تو سہی جنکو اورنگ زیب نے مسلمان کیا۔ اور پھر جبراً کیا۔ انہوں نے کبھی ہندوؤں سے ہمدردی کی۔ جب وہ جبراً مسلمان کئے گئے تھے تو کیا وجہ کہ انکی ہمدردی ہمیشہ کیلئے ہندوؤں سے منتقل ہوگئی وجہ یہ کہ تم نے انکو پھر اپنا بنانے کا حوصلہ نہ کیا اور گورو گوبند سنگھ نے آہن با آہن باید کوفت کے مصداق۔ بنتے ہوئے اس قسم کے آدمی پیدا کئے جنکی ضرورت تھی کرشن نے جو اپدیش ارجن کو مہابھارت کے یدھ کے میدان میں کیا تھا بھیشم نے جو اپدیش یدھشٹر کو بعد فتح پانیکے گدی نہ قبول کرنے پر کیا تھا گورو گوبند سنگھ نے اسکو حرف بحرف اپنے وقت میں پورا کیا۔ صاحبان معترضین گورو گوبند سنگھ کا اودیش قابل عزت ہے۔ نہ کہ قابل نفرت۔ اسکا مشن قابل فخر ہے۔ نہ کہ قابل اعتراض۔ بے آزاری کا اصول پھیلانیوالے لوگ نکتہ چینی بیشک کریں کیونکہ نکتہ چینی کرنا آسان ہے۔ اسمیں نہ کچھ تکلیف ہوتی ہے اور نہ کچھ ہرج مرج لیکن گورو گوبند سنگھ کے اودیش کی قدر انکو تب معلوم ہو کہ انکے گھر کو چھین کر مالک کوئی اور بن بیٹھے انکو جنگل میں دھکیل دیویں انکے عیال و اطفال ان سے جدا کرکے اپنے

عشرت کی محفل رچائیں عورتوں کو اپنی شہوت کا شکار بنائیں۔ بچوں کو غلامی پر لگائیں۔ انکے مال اور دولت سے گھر بھرے اڑائیں۔ ان کی مشکیں کس کر اپنے مذہب پر لائیں۔ اسوقت اگر یہ شانتی شانتی اور بے آزاری کا اپدیش کریں۔ تو ہم جانیں۔ کہ ہاں سچے تیاگی کچے گیانی مکمل رحمدل صاحب آ گئے ہیں اور امتحان بغیر تو قبلہ ہم آپ کی شانتی اور بے آزاری کے قائل نہیں ہیں۔ ایک اور فرقہ ہے جو یہ کہنے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ ہمارا ہندو دہرم یہ سکھاتا ہے کہ خدا کی تمام مخلوق کو اپنا دوست سمجھو۔ اور سب کو اپنے جیسا سمجھو۔ اسلئے ہندوؤں میں ہندو دہرم کو پھیلانے کے لئے ہمکو نہ تلوار کی ضرورت ہے اور نہ شہیدان دہرم یا قوم کی ضرورت ہے بے شک ایسا ہی ہی اور آپ نے بجا فرمایا۔ لیکن یہ تو تب ہو کہ کوئی آپ کو دوست بننے بھی دے جو آپ کو کافر سمجھے۔ اور کفر کے جرم میں آپکو قابل گردن زدنی ہی سمجھے اور سب کچھ آپ سے جبراً لینا چاہے تو پھر آپ کو ان جیسا بننا چاہیئے۔ نہ کہ انکو آپ جیسا بناؤ۔ حضرات اور کچھ نہیں تو ایسی حالتوں میں اپنی حفاظت کے لئے تو کچھ بل دکھانا اور کچھ آنکھیں لال پیلی کرنا۔ کچھ گھورنا انسان کے لئے غیرت مند بننے کے لئے ضروری ہے اس مسئلہ خود حفاظتی کو لیکر گورو گوبند سنگھ نے شہیدان قوم اور دہرم پیدا کرنے کی ضرورت دیکھی۔ اور اسلئے اسنے تلوار اٹھائی۔ اگر مبالغہ اور طرفداری کا الزام ہم پر نہ لگایا جاوے۔ تو ہم بلاخوف یہ کہنے کو تیار ہیں۔ کہ اسوقت اگر کوئی ہندو با غیرت پیدا ہوا تو وہ صرف گورو گوبند سنگھ ہی تھا نہیں نہیں مسلمانوں کے آٹھ سو سال کی حکومت کے عرصہ میں اگر کسی کی رگ حمیت کو جوش آیا۔ کسی کی غیرت نے تقاضہ کیا۔ اور اکسایا تو وہ گورو گوبند سنگھ ہی تھا۔ گورو گوبند سنگھ کی غیرت اور احسان نکتہ چینیوں کی وسعت سے بہت بلند ہیں۔

ایک اور قوم ہے۔ جو یہ حجت کرتی ہے کہ خود ہندو دہرم میں ایسی طاقت موجود ہے۔ کہ وہ اسلام کی تلوار کا آٹھ سو سال تک مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دہرم کو جوں کا توں بچا لائے اور قوم ہندو اب تک زندہ ہے۔ اور اس کی توضیح میں شاہد آبہ کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان

کے سوا دیگر ممالک کے غیر مذاہب نے اسلام کی تلوار کے سامنے ہمہ تن سر جھکا دیا چنانچہ ایران توران ۔خراسان ۔ترکستان ۔عربستان ۔ افغانستان ۔بلوچستان وغیرہ وغیرہ کے باشندے کل کے کل مسلمان ہو گئے ۔اور ایک بھی ان میں سے اپنی مذہبی ہستی زندہ نہ رکھ سکا ۔ حالانکہ ہندوستان میں آٹھ سو سال تک اسلام نے تشدد کیا اور حکومت کی لیکن ہندو اپنے دہرم کو بدستور زندہ رکھتے آئے اور بت پرستی بھی ویسی ہی بنی رہی ۔لیکن ہندو دہرم کو صرف اپنی طاقت کے سہارے اپنی زندگی قائم رکھنے کا فخر نہیں ہے ۔کیونکہ اور اسباب ان کی خوش قسمتی سے ایسے واقعہ ہوئے تھے ۔کہ ہندو دہرم کے پیرو مسلمان کے ہاتھ سے ایسے بچے رہے کہ تمام مسلمان نہ ہو سکے وہ اسباب حسب ذیل ہیں :۔

اول سارا ہندوستان مسلمانوں کے قبضہ میں یکلخت کبھی نہیں آیا ۔ایک حصہ ماتحت ہوا تو دوسرا حصہ قبضہ سے نکل گیا ۔اسلئے اسلام کے بادشاہ یہ جرات نہ کر سکتے تھے ۔کہ اپنی سختی کو اسقدر وسیع کریں ۔کہ تمام ہندوؤں کو اسلام میں لائیں اور چونکہ ہندوستان بہت وسیع تھا ۔اسلئے یکلخت ماتحت نہ ہو سکا ۔

دوم مسلمان ہمیشہ خانہ جنگیوں میں مصروف رہے ۔اور آئے دن بغاوت ماتحت ملازمان اور امرا کی پیدا ہو جاتی تھی ۔ان کے دبانے سے ان کو فراغت نہیں ملتی تھی اور سلطنت حاصل کرنے کے تنازعوں سے انکو کم فرصت ملتی تھی ۔

سوم ۔مسلمانوں نے اگرچہ اسلام پھیلانے میں زور لگایا ۔لیکن ملک گیری کے دھندوں اور بغاوتوں کی کثرت اور ہندوستان کی وسعت نے بہت کامیاب نہ ہونے دیا ۔

چہارم ۔خود مسلمانوں میں اسلام کا وہ جوش وخروش نہ رہا تھا ۔جو ابتدائی فاتحان اسلام میں تھا ۔یا محمود غزنوی میں پایا جاتا تھا ۔

۵ ۔اگرچہ مسلمان بادشاہ بہت قسم کے تشدد ہندوؤں پر کر گزرتے تھے ۔لیکن اسمیں بھی مصلحت سمجھتے تھے ۔کہ ہندو کو باقی رکھیں ۔کہ انکے قیام سلطنت اور امرا کی بغاوت میں

بھی امداد دیتے تھے۔

۶۔ اکبر کی پالیسی ملا کر حکومت کرنے کی تھی۔ اور پوشیدہ طور پر نرمی سے ہندو کو مسلمان کرنے کا منشاء تھا۔ وہ پالیسی بھی دیر تک قایم نہ رہی؛

۷۔ اسلام کے بادشاہان ہند کو روپیہ بھی دین اسلام سے کچھ کم پیارا نہ تھا۔ جزیہ لے کر ہندوؤں کو ہندو رہنے کی اجازت دے دیتے تھے۔ اور وہ یعنی ہندو اس قابل تھے کہ جزیہ ادا کریں۔ حالانکہ عرب اور شام وغیرہ میں ادائے جزیہ کی طاقت نہ رکھتے ہوئے مفلسی کے باعث بہت قومیں اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ اس لئے بھی کافی توجہ مسلمانوں بادشاہوں کی اس طرف نہ ہوئی۔

ایسے اسباب خوش قسمتی سے واقعہ ہوتے رہے اور ہندو کچھ نہ کچھ بچ رہے۔ لیکن جو ہیں ایک ایسا بادشاہ مالک تخت ہندوستان ہوا جو اسلام کے پہلے اور ابتدائی زمانہ کے بادشاہوں کا سرگرم مذہب تھا یعنی اورنگ زیب۔ اُس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ابتداء میں اسلام میں داخل کرنے کا مروج تھا یعنی جبر اور تلوار۔ چنانچہ ایک اہل الرائے کی یہ رائے ہے کہ جس قدر ہندو اسلام میں گذشتہ تمام بادشاہوں کے وقت میں اسلام میں داخل ہوئے اس سے زیادہ صرف اورنگ زیب کے زمانہ میں مسلمان بنائے گئے۔ اگر اورنگ زیب جیسے سرگرم مذہب اس سے پہلے بادشاہ ہوتے یا اس کے بعد یہی سلسلہ جاری رہتا۔ تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ متذکرہ صدر ممالک کی طرح ہندوستان بھی تمام مسلمان بنایا جاتا۔ خوش قسمتی سے اورنگ زیب سے پہلے ایسا سرگرم مذہب کوئی بادشاہ نہ تھا۔ اگرچہ ظالم اس سے کم نہ تھے۔ لیکن بعد اس کے گورو گوبند سنگھ کے کام نے اُن کو ایسا بننے تو کیا خود اُن کی بنیاد کھوکھلی کردی۔ اور وہ اس قابل نہ رہے کہ ہندوؤں کو جبراً اسلام میں داخل کر سکیں۔ ورنہ اورنگ زیب جیسے تند اور سرگرم مذہب کے۔ بے چند بادشاہ ہندو دھرم کا قصہ تمام کر دیتے۔ کیونکہ ہندوؤں میں اپنے تئیں بچانے کی کوئی طاقت نہ رہی تھی۔ اور اس لئے گورو گوبند سنگھ نے

ہندوؤں کو اس طوفان بلا انگیز سے بچایا ہے جس میں ان کا سب کچھ سیلاب اسلام کے سامنے غرق ہونے والا تھا پس گورو گوبند سنگھ کی جس قدر عزت ان تمام واقعات کے معلوم کرنے کے بعد ہمارے دلوں میں قائم ہوتی ہے وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔

کیا گورو گوبند سنگھ ویدانتی تھا؟

بعض آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ ویدانتی تھا۔ اور اس کے لئے دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ اس کی تصانیف میں بہت جگہ جیو اور ایشور کی ایکتا کی بو آتی ہے۔ لیکن یہ غلط سمجھا گیا ہے۔ ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ اور اس نے کئی موقعوں پر تناسخ کے مسئلہ کا نہایت واضح طور پر استدلال کیا ہے۔ ایک موقع پر وچتر ناٹک میں وہ ہے جہاں اس نے بیان کیا ہے کہ گورو نانک دیو نے دنیا میں کیوں جنم لیا تھا۔ اور وہ خود دنیا میں کیوں آیا تھا؛ ایک اور مقام پر اس نے کہا ہے کہ جو گورو گوبند سنگھ کے احکام کی تعمیل نہیں کرے گا وہ آئندہ خراب جون حاصل کرے گا۔ اور ایک جگہ لکھا ہے کہ، جنموں میں جالندھر کی مرض سے مرے گا پس جو شخص جیو کو اس طرح ذمہ دار مانتا ہو یہ قیاس اس کی نسبت کس طرح قائم ہو سکتا ہے کہ وہ جیو اور ایشور کی ایکتا مانتا تھا۔ ویدانت تو آواگون کے مسئلے کی بنیاد ہی اکھاڑ دیتا ہے۔ اسی طرح اس کے مخالف حال ہے۔ کیونکہ یہ دونوں مسئلہ بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ چونکہ گورو گوبند سنگھ جیو کے نتایج کا پورا قائل تھا۔ اس لئے کبھی گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ویدانتی تھا۔

دوسرا اس نے اکال استت وغیرہ میں ایشور کے ایسے گن مانے ہیں جو ویدانت کے مسائل کے برخلاف ہیں۔ مثلاً ایشور جنم نہیں لیتا۔ سرو دیاپک ہے۔ اس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ وہ گربھ میں نہیں آتا۔ وہ کاٹا نہیں جا سکتا۔ وہ کئی جزوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے یہ دوسری زبردست دلیل ہے کہ وہ ویدانت کا قائل نہ تھا جہاں کہیں اس نے ایشور کی حمد و ثنا

کرتے ہوئے یہ کہا ہے۔ کہ سب چیزوں میں ایشور کی سروشکتا (قادر مطلق) کام کر رہی ہے۔ یا ایشور سرودیا پک ہے پہلے تو وہاں یہ ہرگز نہیں کہا کہ وہ چیز خود ایشور یا اُس کا کوئی جزو ہے۔ یا یہ کہ جیو ایشور کا کوئی گمراہ یا بچھڑا ہوا جزو ہے۔ اس لئے ہر چیز میں ایشور کی شکتی ماننا اور ہر چیز کا ایشور کے سہارے پر ہونا تسلیم کرنا یہ مراد نہیں رکھتا کہ وہ چیز ایشور یا اس کا کوئی جزو ہے۔ ہمہ اوست اور ہمہ از وست میں تمیز رکھنی چاہیئے۔ دوسرا گورو گوبند سنگھ کے اپنے اقوال سے صریحًا یا معنًا جیو اور ایشور کی ایکتا ثابت نہیں ہے۔ اس کی شاعروں نے لفظی افراط تفریط میں خالصہ کو جوش دلانے کے لئے اگر کہیں ایسے خیالات ظاہر کئے ہیں تو محض اس لئے کہ بعد میں سویں بادشاہی کے گرنتھ میں شامل کئے گئے ہیں۔ اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ گورو گوبند سنگھ ویدانتی تھا ہم نے بڑی تلاش سے اس کی اپنی بنائی ہوئی تصانیف پر نظر ڈالی ہے۔ ہم کو کوئی مقام نہیں ملا کہ جہاں گورو گوبند سنگھ نے جیو اور برہم کی ایکتا کو تسلیم کیا ہو۔ سوال یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ کا مذہب کیا تھا۔ اس کا جواب دینا مشکل نہیں ہے۔ اس کا وہی دھرم تھا جو گورو نانک دیو کا تھا۔ اور گورو نانک دیو کا دھرم وہ تھا جو پُرانے رشیوں کا تھا اور پُرانے رشیوں کا دھرم ویدک دھرم تھا۔

گورو گوبند سنگھ کی عزت کرشن اور رامچندر کے ہم پلہ کیوں نہیں ہوئی

اس سوال کا جواب دینا ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں ہندو قوم پر ناشکرے پن کے الزام کا احتمال ہے۔ جو عزت کرشن اور رام چندر کی جاتی ہے اس کا باعث دریافت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ کرشن اور رام چندر برہمنی دھرم کے مخالف نہ تھے اور برہمنی دھرم کی وسعت میں کرشن اور رام چندر کے وسیلے سے ہزاروں آدمیوں کی روٹیاں چلتی ہیں۔ اور عزت بنی ہوئی ہے۔ اس لئے اپنی غرض کے لئے اُن لوگوں نے اُن کی تعریف میں مبالغہ کر کے اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے کرشن اور رام چندر کو جس قدر اُن لوگوں نے بڑھایا ہے صرف تواریخ نویسی کی قلم سے وہ اس قدر شہرت

ہرگز حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اُن کے کارنامے تواریخی نظر سے نہ تو مہارانا پرتاپ سنگھ والئے میواڑ سے زیادہ عمدہ تھے نہ گورو گوبند سنگھ کے کاموں سے افضل تھے۔ گورو گوبند سنگھ کی جانفشانیاں، دُور اندیشیاں، حُب الوطنی کی خوبیاں، دیش کی اولوالعزمیاں کرشن اور رامچندر سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ مگر چونکہ وہ برہمنی دھرم کے بھی بہت کچھ مخالف تھا۔ اس لئے اُس کی وہ شہرت ہندوستان کے ہندوؤں میں نہیں ہوئی جو کرشن اور رام چندر یا شنکر کی ہوئی حاشا! ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہندو اس کو بھی اوتار کے درجہ تک تسلیم کریں۔ کیونکہ اس کے تو گورو گوبند سنگھ خود مخالف تھا۔ تاہم ایسے مہاتما، ایسی سر دیش رکھشا ہندو دھرم کی ہمدرد سچی حب قوم کی یادگار کی عزت سے دلوں میں ہمیشہ تازہ رکھنا چاہیئے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ بہت ہندو ان کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اس سے قوم کا ناشکراپن اَور زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو قوم اپنے بزرگوں کی محنتوں اور احسانوں کو یاد نہیں رکھتی وہ ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ ہاں خالصہ بھی اس کی وہ عزت نہیں کرتے جس کے وہ مستحق تھا۔ عزت تو درکنار۔ اس کی یاد تو درکنار، اکثر خالصہ اس کے کارناموں سے ناواقف ہیں۔ جس کا تجربہ ہم کو اس کتاب کے لکھنے پر ہوا۔ کہ وہ خالصہ سکھ جو گورو ہونے کے اس زمانہ میں دعویدار ہیں۔ بلکہ گورو بنے ہوئے ہیں گورو گوبند سنگھ کے حالات سے اس قدر ناواقف تھے جیسا کہ امریکہ باشی۔

خالصہ دھرم اور ہندو

کیا گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم کو ہندوؤں سے جُدا قائم کیا یا اُس کی ایک شاخ بنائی؛ یا ہندو دھرم میں اصلاح کی یعنی خالصہ دھرم ہندوؤں سے اس طرح جدا بنایا جس طرح مسلمان یا عیسائی یا بُدھ ایک دوسرے سے جُدا ہیں۔ یا اس طرح قریب بنایا جس طرح شیوی اور وشنو آپس میں یا سنی و شیعہ آپس میں نزدیک ہیں۔ یا صرف ہندو دھرم کی اصلاح کی۔ اس میں کسی کو انکار نہ ہوگا۔ کہ جو کچھ گورو گوبند سنگھ نے خالصہ دھرم بنانے میں جانفشانی کی۔ اس کا مآل و معراج یہ تھا کہ ہندو دھرم ویدک تعلیم اور بھارت ویش کی حفاظت کرے۔ چنانچہ اس نے

بار بار سکھوں کو اپدیش کیا۔ کہ ہندوؤں کے جنیو۔ چوٹی اور تلک اور ویدوں کی حفاظت کرنا خالصہ کا مقدم اودیش ہوگا۔ اگر وہ ہندوؤں سے جدا اور بالکل علیحدہ کوئی فرقہ ایسا قایم کرنا چاہتا تھا جو ہندوؤں سے اسقدر دور رہے جیسا کہ مسلمان تو اس سے ہندوؤں کو کیا فائدہ تھا۔ اور ہندوؤں کے لئے خالصہ کی ہمدردی کے کیا معنے ہوتے بیشک وہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول سے سکھوں کو منع کرتا تھا۔ اسلئے کہ وہ ہندوؤں کی کمزوری اور بزدلانہ خودغرضانہ عادات کے خوگر نہ بنجاویں۔ ہندو خالصہ سے ذات اور ورن کے ایمان کے باعث نفرت رکھتے تھے۔ حالانکہ خالصہ ان کی عزت کی حفاظت کرتا تھا اسلئے خالصہ دہرم اصلاح یافتہ وہ ہندو دہرم ہے جو قدیم زمانہ میں ویدک دہرم کے نام سے موسوم تھا الفاظ خالصہ اور ہندو وغیرہ کی تشریح ہم پیشتر کر آئے ہیں۔ انکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ایک زبردست دلیل ظاہرا یہ موجود ہے۔ کہ اگر ہندوؤں سے خالصہ کو جدا کرنا مقصود ہوتو ان کے لئے قانون وراثت یا طریق بیاہ یا دیگر سوشل قانون بھی علیحدہ مقرر کرتا۔ خود گورو گوبند سنگھ نے بعد پاہل لینے کے تیسرا بیاہ ہندوؤں میں کیا تھا سب کچھ ہندوؤں کے ساتھ شامل رکھا۔ غرض جو لوگ سکھوں کو ہندوؤں سے جدا اور دور کرنا چاہتے ہیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ کے اودیش سے روح نکال کر بے جان جسم بناتے ہیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ کے پرمیشن کو دہبہ لگاتے ہیں۔ اسکے نیک ارادوں کو معیوب بناتے ہیں۔ اور گورو گوبند سنگھ کے احسان کی ہستی کو مٹاتے ہیں ؎

گورو گوبند سنگھ کی تصانیف پر سرسری نظر

گورو گوبند سنگھ کی مشہور تصنیف دسویں بادشاہی کا گرنتھ ہے۔ جن میں سے کئی حصے انکی اپنی تصنیف سے ہیں اور کئی حصے دوسرے شعرا کے بنائے ہوئے ہیں۔ جو انکی تصنیف شدہ ہیں۔ انپر سری گکھ واک ٹیزر کے لئے لکھا ہوا ہے۔ یہ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ جو ۱۱۶۶ صفحہ پر ہے انپر مفصل تقریظ تو اس کتاب کے احاطہ سے باہر ہے لیکن مختصر طور پر صرف اس امر کی تشریح کرنا کافی ہوگا۔ کہ اس میں کیا کیا بڑی باتیں درج ہیں ؎

اس گرنتھ کے بعض حصص اور مقامات نہائت زبردست اور پرجوش الفاظ میں لکھے گئے ہیں۔ کئی حصے اس کے خود گورو گوبند سنگھ کے اپنے تصنیف شدہ نہیں ہیں۔ بلکہ اُسکے تنخواہ دار شاعروں وغیرہ کی تصنیف ہیں خصوصاً اوتاروں اور دیوی کے بارے میں رزمیہ نظمیں اور استری چرتر۔ گورو گوبند سنگھ کا جو اپنا کلام ہے وہ سارے گرنتھ میں متمیز ہے اس گرنتھ کے پہلے حصے میں فرطِ جوش میں صرف ایک موقع پر گورو گوبند سنگھ نے رسم خلقت کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جو گورو گوبند سنگھ جیسے مہاں آتما کے شان کے مناسب نہ تھے۔ اگرچہ اس کی جوشدار طبیعت کو اس کے ڈیفنس میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تاہم ایسے بزرگ سے ایسے الفاظ پسندیدہ معلوم نہیں ہوتے یہ گرنتھ تمام گورمکھی حروف میں اور پنجابی زبان میں ہے۔ اور اس زبان میں اس کا ہونا بہت ضروری تھا۔ آخری حصہ گرنتھ کا اور ظفرنامہ فارسی زبان میں ہے۔ لیکن گورمکھی حروف میں ہونے کے باعث اس کی فارسی سلیس اور صاف نہیں ہے۔ اس گرنتھ میں ایشور بھگتی اور ایشور کے نام کا بہت مصالحہ ہے اور پہلے بہت قیمتی پند و نصائح ہیں۔ اور مختلف مسائل پر رائیں دی گئی ہیں۔ چنانچہ اس میں مندرجہ ذیل بڑے حصص ہیں:۔

اوّل۔ جاپ جی۔ گورو گوبند سنگھ کا اپنا مضبطہ ہے۔ گورو نانک دیو کے جپ جی کا اسے ضمیمہ سمجھنا چاہیئے یا خلاصہ۔

دوئم۔ اکال استت (حمد و ثنا الٰہی) اس کا اپنا بنایا ہوا ہے اور پرجوش الفاظ میں لکھا گیا ہے۔

سوئم۔ وچترناٹک (عجیب قصہ) یہ گورو کا خود اپنا کلام ہے۔ اس میں اس نے اپنے سے پیشتر گروؤں اور اپنے دنیا میں آنے کا سبب بیان کیا ہے۔ اور اپنی زندگی کے واقعات کو مختصر مگر مؤثر الفاظ میں بیان کیا ہے جن کا ترجمہ ہم نے علیحدہ چھاپنے کا معہ تشریح ارادہ کیا ہے۔

چہارم۔ چنڈی چرتر } ان میں راکھشوں کے برخلاف دیوی کی خونخوار لڑائیوں اور کامیابیوں کے
پنجم۔ چنڈی چرتر ثانی } حالات اور وقائع اکثر فرضی نہائت پرجوش اور برجستہ نظم میں لکھے گئے ہیں

ششم۔ چنڈی کی وار۔ یہ سکھوں میں جوش بھرنے کے لئے لکھے گئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

ہفتم۔ گیان پر بودھ (علم معرفت) ایشور کی تعریف اور ثنا سے مملو ہے۔

ہشتم۔ چوبیس اوتاروں کی چوپائیاں، بشنو کے ۲۴ اوتاروں کے کارنامے نظم میں مگر پُرجوش الفاظ میں اسی طریق اور اسی غرض سے لکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ چنڈی چرتر۔

نہم۔ مہدی میر۔ اس کی نسبت شک ہے۔ کہ کس مطلب اور غرض سے لکھا گیا۔ اس میں آنے والے امام مہدی کا ذکر ہے۔

دہم۔ برہما اوتار۔ اس میں ۷ برہما اوتاروں کا ذکر ہے۔

یازدہم۔ رودر یا شو اوتار۔ اس میں شو کے اوتاروں کا ذکر ہے۔

۱۲۔ شستر نام مالا۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا گورو گوبند سنگھ کی اپنی تصنیف ہے یا نہیں۔ اس میں اسلحہ کا نام اور ان کی تعریف درج ہے۔

۱۳۔ سری مکھ واک سویاتیس۔ اس میں قرآن، اور پرانوں کی تعلیم سے اختلاف کیا گیا ہے ویدوں کی تعلیم پر بھی کسی قدر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ جہاں ویدوں کی تعلیم کے وہ نمونے دکھائے ہیں جو غیر آریہ لوگوں کی بنیاد پر مبنی ہیں۔

۱۴۔ ہزارے بند۔ گورو کا اپنا تصنیف کردہ ہے۔ اس میں ایشور کی مہما اور بھگتی کا ذکر ہے

۱۵۔ استری چرتر (فریب زناں) اس میں سوکن، بیوی یا سوتیلی ماں کے دُکھ بیان کئے ہیں اور نیز عورتوں کے مکر ذکر کئے ہیں۔ گرنتھ کا سب سے بڑا حصہ آپ نے لیا ہوا ہے۔ اس کو اسی گرنتھ میں شامل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اپنا تصنیف شدہ نہیں ہے۔

۱۶۔ حکایت۔ فارسی زبان میں مگر گورمکھی حروف میں اورنگ زیب کو اُس کے مظالم کے نمونوں اور اُن کے نتائج سے زوردار الفاظ میں آگاہ کیا گیا ہے۔

غالب یہ ہے کہ یہ گرنتھ گورو گوبند سنگھ کی وفات کے بعد تدوین کیا گیا ہے۔ یہ گویا مجموعہ

کلیات گورو گوبند سنگھ ہے۔ سکھوں میں اس کی عزت تو کی جاتی ہے مگر اس کا پرچار اس قدر نہیں جس قدر آدگرنتھ کا ہے۔ خود گورو گوبند سنگھ نے بھی کہیں اس قسم کا اشارہ نہیں دیا کہ اس کے گرنتھ کو ہی منایا جاوے یا اس کی کلام کو پہلے گرؤوں سے کچھ زیادہ ترجیح دی جاوے بعد میں گورو کی تصانیف کو جمع کر کے اس کو دسویں بادشاہی کا گرنتھ نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ آدگرنتھ میں اس کا کلام شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ گو اس کی ہمت سے اس کے پتا گورو تیغ بہادر کا کچھ کلام اس میں شامل ہو گیا۔ مگر اس جوانمرد نے اپنی کلام کو اس میں شامل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ بہر حال گورو گوبند سنگھ کی کئی خوبیوں میں سے اس کی شاعری کی خوبی کی بھی ایک زندہ مثال موجود ہے کہ اُس نے کس طرح پُرجوش اور دل سوز الفاظ میں کئی جگہ رزمیہ واقعات کے پُر اثر خاکے کھینچے ہیں۔ اور اپنی قوم کے مُردہ دلوں کو جوش دلا کر اُبھارا ہے۔ منجملہ دیگر خوبیوں کے گورو گوبند سنگھ میں یہ بڑی خوبی تھی کہ وہ نظم میں ایسا درد دل سوز اور ایسا جوش اور گداز بھر سکتا تھا۔ کہ اس کو پڑھنے سے لطف آ جاتا ہے۔ اور سوکھی ہوئی ناڑیوں میں خون بھر جاتا ہے۔ انہیں سوز و گداز کے الفاظ کا ہی اثر تھا کہ سکھ مرنے کو ایسا ہیچ سمجھتے تھے کہ گورو کے لئے جان دینا بڑا فخر اور عزت خیال کرتے تھے۔ گورو کی نظمیں خالصہ کے دلوں میں جادو کا اثر کرتی تھیں۔ اگر کوئی بڑی کرامت گورو کے پاس تھی تو وہ قوت زبان فصاحت بیان بلاغت لسان تھی جو اُس نے نظم میں استعمال کی۔ جس سے ہندؤوں کے پژمردہ دلوں کے رگ و ریشہ میں بہادری اور شجاعت کا خون دوڑنے لگا ہے۔

اس کے علاوہ دو مختصر تصنیفیں اُن کی موسومہ رہت نامہ اور تنخواہ نامہ ہیں۔ ان میں نہائت قیمتی اُپدیش بھی موجود ہیں۔ اور اُن کا بیان پہلے کسی قدر آ چکا ہے ❖

تمام شد